﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾﴾ (محمد: ٢٤)

تفسیر معارف البیان

سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ (۱۔۵۰) کے تفسیری نکات

www.KitaboSunnat.com

تالیف

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کاہلوں

شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور

نظر ثانی

مولانا محمد رشد کمال

مکتبہ افکارِ اسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تفسیر معارف البیان

تالیف

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کاہلوں

شعبہ علوم اسلامیہ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور

مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

نظر ثانی

مولانا محمد ارشد کمال

مکتبہ افکارِ اسلامی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- تفسیر معالم القرآن

تالیف ---------- ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کاہلوں

نظر ثانی ---------- مولانا محمد ارشد کمال

ناشر ---------- مکتبہ افکار اسلامی

اشاعت ---------- مارچ 2013ء

قیمت ----------

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973 فیکس: 042-37232369

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

دار الفکر الاسلامی گلی نمبر 3 مین بازار نواب آباد واہ کینٹ فون: 0321-5216287

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
عرضِ مؤلف	6	ہدایت ہے؟	66
سورۃ الفاتحۃ کی عظمت	9	نکتہ	68
سورۃ الفاتحۃ کے مضامین	10	غیب پر ایمان	71
سورۃ الفاتحۃ	13	نماز قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟	72
نکتہ ۱،۲	16	نکتہ	74
نکتہ ۱	21	وحی پر ایمان	75
نکتہ ۲	22	نکتہ	77
اندازِ تخاطب	23	آخرت پر ایمان	77
ہدایت کی ضرورت	32	نکتہ	79
انعام یافتہ لوگ	40	فطری ہدایت کافی نہیں	80
یہودیوں پر غضب کیوں ہوا؟	43	نکتہ ۱،۲	80
نکتہ	45	فلاح کیا ہے؟	80
آمین کے احکام و مسائل	50	کافر کون ہیں؟	82
سورۃ البقرۃ کے مضامین	51	نکتہ ۱،۲	83
سورۃ البقرۃ	55	دلوں اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر	
آیات کی اقسام	55	پردہ	84
حروفِ مقطعہ کی حقیقت اللہ ہی کو		نکتہ ۱	87
معلوم ہے۔	56	نکتہ ۲	88
نوٹ: لوحِ قرآنی	58	نکتہ ۳	88
ان حروف سے کیا مراد ہے؟	59	ایمان کے دعویدار	89
قرآن کن لوگوں کے لیے کتابِ		نکتہ ۱،۲	91

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
خود فریبی میں مبتلا لوگ	93	قرآن کی مثالیں	159
دل کے مریض	96	زیاں کار	168
فسادی	103	استواء کے تین معانی	178
نکتہ	108	نکتہ	179
انسانی شیاطین	109	نکتہ	180
نکتہ	109	خلیفہ سے کیا مراد ہے؟	182
نکتہ	111	نکتہ	182
گمراہی کے طلبگار	114	نکتہ	185
نکتہ	115	تعلیم آدم علیہ السلام	187
منافقین کی مثال	116	نکتہ	190
نکتہ ۱، ۲، ۳، ۴	118	سجدہ کی ماہیت	194
بہرے، گونگے اور اندھے	119	سیدنا آدم وحوا علیہما السلام کی توبہ	205
نکتہ	121	راہِ ہدایت	210
بارش کی مثال	122	نکتہ	211
نکتہ	122	بنی اسرائیل	217
چڑھتے سورج کے پجاری	124	نکتہ	218
نکتہ	126	قرآن پر ایمان	222
خالق ہی معبود ہے	127	حق و باطل کا اختلاط	226
وجودِ باری تعالیٰ کا ثبوت	133	نماز باجماعت کی شرعی حیثیت	227
نزولِ قرآن اور اعجاز قرآن	137	خود فراموشی	232
مشرکین کی بے بسی	143	اللہ کی مدد کا حصول	235
نکتہ	146	آخرت پر ایمان لانے والے	237
جنت کا وجود	148	افضل ترین امت	239
نکتہ ۱، ۲	156	ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمے دار ہے	242

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
ملحوظہ	242	فصر اعنہ مصر	249
اسلام کا تصورِ شفاعت	243	ظالموں کی غرقابی	252
فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا	246	یومِ عاشورہ کا روزہ	254
اللہ کی پکڑ سے کوئی نہیں چھڑا سکتا	248		

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مؤلف

قرآن مجید کتابِ ہدایت ہے جو انسان کی اصلاح و تربیت کے لیے نازل کی گئی ہے۔اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے اس کا صحیح فہم حاصل کرنا ضروری ہے۔اس حوالے سے نومبر ۲۰۰۶ء میں مجلّہ دعوۃ التوحید اسلام آباد کے قارئین کے لیے مدیر اعلیٰ حافظ مقصود احمد حفظہ اللہ کی ترغیب پر ایک تحریری سلسلہ شروع کیا گیا جو فروری ۲۰۱۰ء تک جاری رہا۔ان سالوں میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ (آیات ۱۔۵۰) کے تفسیری نکات 'فوائدِ جلیلہ' کے عنوان سے شائع ہوئے۔ان نکات کو راقم الحروف نے اپنی استعداد کے مطابق معروف اور متداول کتبِ تفسیر وغیرہ سے جمع کیا،ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ التفسیر الکبیر ازامام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ)

۲۔ الجامع لاحکام القرآن ازابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۱ھ)

۳۔ تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) از حافظ عمادالدین ابوالفداء ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۷۴ھ)

۴۔ فتح القدیر ازمحمد بن علی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۵۰ھ)

۵۔ مسائل الرازی و اجوبتھا ازشیخ زیدالدین محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۶۶ھ)

(نکات القرآن کے نام سے اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔)

۶۔ قطف الازھار فی کشف الاسرار ازعلامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ)

۷۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن ازمولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۷ھ)

۸۔ تفسیر ثنائی ازمولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۷ھ)

۹۔ تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان ازعلامہ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۵ھ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اس تفسیر کا اردو ترجمہ 'تفسیر سعدی' کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔)

ان نکات کو کتابی شکل میں شائع کرنے سے قبل حک واضافہ اور تنقیح کی گئی ہے۔ نیز اس دوران میں برھان التفاسیر از مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (ط:۱، ۲۰۱۱ء)، دروس سورۃ الفاتحہ از حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر القرآن الکریم از حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ پر بھی ایک نظر ڈال لی گئی ہے۔

تفسیر لکھتے وقت غیر مسلموں اور دیگر گمراہوں کے اشکالات واعتراضات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ نیز تفسیری کج فکری کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

تفسیر نیل المرام، اشرف الحواشی، احسن البیان، توضیح القرآن، تیسیر القرآن، مواھب الرحمٰن، تفہیم القرآن، تدبرِ قرآن، ایجاز البیان فی سور القرآن، تناسق الدرر فی تناسب السور، بیان القرآن، اشرف التفاسیر، تفسیر عثمانی، ضیاء القرآن اور خزائن العرفان وغیرہ کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

جن آیات کی تفسیر اس کتاب میں پیش کی گئی ہے اُن کا سلیس اردو ترجمہ جملہ مکاتبِ فکر کے تراجمِ قرآن کو مدِ نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

ان تفسیری نکات کا کتابی نام ''معارف البیان'' فاضل محقق حافظ محمد ندیم ظہیر حفظہ اللہ کا مجوزہ ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

مَیں محترم بھائی محمد ارشد کمال حفظہ اللہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے کتاب کی نظر ثانی کی، اور روایات کی تخریج وتحقیق میں حصہ ڈالا۔ جزاہ اللہ خیرا

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کاہلوں

۱۲-۱۲-۱۵/۳۴-۲-۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الفاتحۃ کی عظمت

کسی چیز کے ابتدائی حصہ کو فاتحہ کہا جاتا ہے۔اس سورت کو فاتحۃ الکتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ ترتیبِ توقیفی کے اعتبار سے اسی سے قرآنِ مجید کا آغاز ہوتا ہے۔ نماز میں قراءت بھی اسی سے شروع کی جاتی ہے۔

(بخاری، التفسیر، سورۃ الفاتحۃ، ماجاء فی فاتحۃ الکتاب، قبل ح:٤٤٧٤)

اسے السبع المثانی ،ام الکتاب اورام القراٰن بھی کہا جاتا ہےاور یہ سب نام حدیث سے ثابت ہیں، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اُمُّ الْقُرْاٰنِ وَ اُمُّ الْكِتَابِ وَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ))

(ترمذی، تفسیر القراٰن، و من سورۃ الحجر، ح:٣١٢٤، و قال: ھذا حدیث حسن صحیح)

ام الکتاب یا ام القرآن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ سورت قرآنِ مجید کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے۔تذکیر بالآء اللہ، تذکیر بایام اللہ، تذکیر بالموت ومابعدہ، علم الاحکام اور علم المخاصمہ جیسے قرآن کے بنیادی موضوعات سورۃ الفاتحہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

جبکہ السبع المثانی کی وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سبع کا معنیٰ ہے سات اور المثانی کا مطلب ہے بار بار دہرائی جانے والی،تو سورت فاتحہ کی سات آیات ہیں جو نمازوں میں بار بار پڑھی اور دہرائی جاتی ہیں۔نمازوں کے علاوہ بھی اہلِ ایمان اس کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔نمازوں میں تو ہر نمازی نے اس کی تلاوت کرنا ہی ہوتی ہے۔فرض نمازیں، سنتیں، نوافل جیسے نمازِ تہجد، اشراق وغیرہ تمام نمازوں میں اس کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔لہٰذا یہ السبع المثانی ہوئی یعنی بار بار دہرائی جانے والی۔

اسی طرح اسے القراٰن العظیم، سورۃ الصلاۃ اور سورۃ الرقیۃ کہنا احادیث سے ثابت ہے۔

اس سورت کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ابو سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

مَیں تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے تمہیں قرآن کی سب سے عظیم سورت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور بتاؤں گا۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، جب آپ نے مسجد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو مَیں نے عرض کیا:

آپ نے فرمایا تھا کہ مَیں تجھے قرآن کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت کے بارے میں ضرور بتاؤں گا؟ آپ نے فرمایا:

وہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (سورۃ الفاتحہ) ہے یہی السبع المثانی اور القراٰن العظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔

(بخاری، التفسیر، سورۃ الفاتحۃ، ما جاء فی فاتحۃ الکتاب، ح:٤٤٧٤)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اپنے اوپر ایک زور دار آواز سنی۔ جبریل نے اپنی نگاہ اوپر اٹھائی اور پھر فرمایا: یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ اس میں سے ایک فرشتہ اتر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا:

آپ کو دو نُوروں کی خوشخبری ہو جو آپ ہی کو دیے جا رہے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے: اول فاتحۃ الکتاب اور دوم سورۃ البقرۃ کی آخری (دو) آیات۔ آپ ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو طلب کردہ چیز ضرور عطا کی جائے گی۔ (مسلم، فضائل القرآن، فضل الفاتحۃ، ح:٨٠٦)

سورۃ الفاتحہ کے مضامین

سورۃ الفاتحہ ترتیب (توقیفی) کے مطابق قرآنِ مجید کی پہلی سورت ہے۔ یہ مکی سورت ہے اور اس کی سات آیتیں ہونے پر اجماع ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۝﴾

(١٥/ الحجر:٨٧)

''یقیناً ہم نے آپ کو سات آیتیں اور عظیم قرآن عطا کیا ہے۔''

یہ سورت چھوٹی اور مختصر ہونے کے باوجود قرآنِ کریم کے تمام مضامین پر محیط ہے۔ یہ مختصراً قرآن کے اساسی مقاصد پر مشتمل ہے۔ یہ دین کے اصول و فروع کو اپنے دامن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے ہوئے ہے۔ اس میں عقیدہ، عبادت، شریعت، روزِ آخرت پر اعتقاد، اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنیٰ پر ایمان، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اعلان، اسی سے مدد مانگنا اور دعا کرنا۔ اس میں دینِ حق اور صراطِ مستقیم کی طرف طلبِ ہدایت کے لیے اس کی طرف متوجہ ہونا، ایمان کی توفیق، اس پر ثابت قدمی، نیک لوگوں کے راستے پر چلنے، مغضوب اور گمراہ لوگوں کے راستے سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرنا جیسے موضوعات ہیں۔ اس میں پہلی امتوں کے حالات کی خبریں ہیں۔ اس میں خوش نصیب نیک لوگوں کے اونچے درجات اور بد بخت بدکاروں کے (برے) ٹھکانوں کی اطلاع دی گئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی پابندی کا اظہار ہے، اس کے علاوہ بلند مقاصد اور شاندار اہداف کا بیان ہے۔ باقی سورتوں کی نسبت یہ اُم (بنیاد) کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے ام الکتاب بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں تمام مقاصدِ قرآن جمع ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو ام القرآن سنائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اُنْزِلَ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلَهَا، اِنَّهَا السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُوْتِیْتُهٗ)) (مسند احمد: ۲/ ۲۵۷)

''اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں اس جیسی کوئی بھی سورت نازل نہیں کی گئی، یہ سبع المثانی اور عظیم قرآن ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔''

حسن البنا شہید فرماتے ہیں: بلاشبہ جو شخص بھی سورۃ الفاتحہ میں تدبر کرے گا وہ اپنی عقل سے شاندار اور خوبصورت معانی و مفاہیم اور پُر رونق تناسب اور جلال دیکھے گا۔ جس سے اس کا سارا دل روشن ہو جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے اور رحمت کے وصف سے متصف اسمِ الٰہی کی برکت طلب کرتے ہوئے ابتداء کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہر چیز میں ابھر ابھر کر عیاں ہوتے ہیں۔ جب اس کا شعور اس کے دل میں قرار پاتا ہے تو اس کی زبان پر معبودِ حقیقی کی حمد و ثنا الرحمٰن الرحیم کے الفاظ سے جاری ہو جاتی ہے۔ یہ حمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں، فضل و کرم اور تمام جہانوں کی پرورش میں ظاہر ہونے والی اس کی خوبصورت نعمتوں کی یاد دلاتی ہے۔ اس بحرِ بے کنار میں اس کی نگاہ گھوم جاتی ہے۔ تو اسے پھر اس کی یاد دہانی ہوتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے بکثرت نعمتیں اور عظیم الشان پرورش نہ تو کسی کی محبت میں مغلوب ہو کر اور لالچ میں کی ہے اور نہ کسی سے ڈر کر ہی۔ بلکہ اس نے اپنے فضل اور رحمت سے یہ نعمتیں عطا کی ہیں تو بندہ پھر پکار اٹھتا ہے: الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اس عظیم معبود کا کمال ہے کہ اس نے الرحمٰن کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے عدل اور فضل و کرم سے حساب و کتاب کی بھی یاد دلائی ہے۔ اللہ اپنی بکثرت رحمت اور مسلسل رحمت کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں کو جزا و سزا بھی دے گا۔ وہ روزِ آخرت اپنی مخلوق کا محاسبہ بھی کرے گا:

﴿ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝ ﴾

(۸۲/ الانفطار:۱۹)

''جس دن کسی کا کسی پر کچھ بھی اختیار نہ ہوگا۔ حکم اس دن اللہ کا ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی پرورش رحمت کی ترغیب اور عدل و حساب کی ترہیب پر قائم ہے۔ وہ ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ ہے۔ جب معاملہ یوں ہے تو بندہ طلبِ خیر کا مکلّف اور اسبابِ نجات کا متلاشی بن جاتا ہے۔ دریں حالت وہ کسی ایسی ہستی کا محتاج ہوتا ہے جو اُسے سیدھی راہ دکھائے۔ اس کے خالق و مولیٰ سے بڑھ کر ایسا کوئی نہیں۔ اسے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ کہہ کر مخاطب ہو۔

اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کا سوالی ہو۔ وہ راستہ کہ جس پر چلنے والوں پر معرفتِ حق اور اس کی پیروی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انعام کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کی نوازش کے بعد اس سے محروم ہو کر اور ہدایت پانے کے بعد اس سے منہ موڑ کر زیرِ غضب نہیں آئے اور نہ وہ سرگشتہ پھرنے والے اور متکبر ہیں جو راہِ حق سے بہک جاتے ہیں۔ یا وہ راہِ حق کی طرف پہنچنا چاہتے ہیں مگر اس سے باخبر ہونے کی انہیں توفیق نہیں ملتی۔

(ایجاز البیان فی سور القرآن از محمد علی صابونی، ص:۵۔۷، ط: ۲، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، مکتبۃ الغزالی، دمشق)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیاتہا ۷ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع (1) اللہ کے نام سے (2) جو بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (3)

---

(1) اللہ تعالیٰ کے نام سے کام کا آغاز کرنے کی تعلیم تقریباً ہر شریعت میں ہے۔

نوح علیہ السلام کے واقعہ میں ﴿ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ﴾

(۱۱/ هود:۴۱) کے الفاظ سے بسم اللہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

سلیمان علیہ السلام نے خط لکھتے وقت بسملہ لکھی تھی:

﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ﴾ (۲۷/ النمل:۳۰)

شریعتِ اسلامی میں بسم اللہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کا آغاز ہی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے ہوتا ہے۔ سورۃ التوبہ کے علاوہ بسم اللہ ہر سورت کے آغاز میں نازل کی گئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سورت کا دوسری سورت سے الگ ہونا اس وقت تک نہیں پہچانتے تھے جب تک آپ پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو نازل نہ کر دیا جاتا۔

(ابو داوٗد، الصلاۃ، من جهر بها، ح:۷۸۸)

نوٹ: ۷۸۶ کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے متبادل کے طور پر لکھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہے۔ ۷۸۶ کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی جگہ پر لکھنے والے بھی بسم اللہ کی بے ادبی سے بچنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ وہ ۷۸۶ کا ادب کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ گویا کہ وہ بھی ان اعداد کو بسم اللہ کا متبادل نہیں سمجھتے۔

(2) 'اللہ' یہ رب تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو اللہ نہیں کہا جا سکتا۔

اسم ''اللہ'' کے جس قدر خواص ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے نام میں نہیں پائے جاتے، دو اہم خواص یہ ہیں:

خاصیت ۱: لفظ اللہ سے جب ہمزہ حذف کیا جاتا ہے تو 'للہ' باقی رہ جاتا ہے جو اَللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ مختص ہے۔ جیسے

﴿ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ (٤٨/ الفتح:٤، ٧)

﴿ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ (٦٣/ المنٰفقون:٧)

اگر 'للہ' سے پہلی لام کو حذف کیا جائے تو 'لہ' باقی رہ جائے گا۔ جیسے

﴿ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ (٣٩/ الزمر:٦٣؛٤٢/ الشوریٰ: ١٢)

﴿ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ﴾ (٦٤/ التغابن:١)

اگر دوسری لام کو بھی گرا دیا جائے تو "ھو" باقی رہ جاتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے جیسے ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ (١١٢/ الاخلاص:١)

﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ (٤٠/ المؤمن:٦٥)

هُوَ میں "و" زائدہ ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ تثنیہ اور جمع میں حذف ہو جاتی ہے مثلاً هما اور هم میں "و" باقی نہیں رہتی۔ لفظی کے علاوہ معنوی خاصیت بھی لفظ 'اللہ' میں موجود ہے۔

جب آپ اللہ کو رحمٰن کہہ کر پکارتے ہیں تو اسے صفت رحمت سے متصف کرتے ہیں۔ اس وقت آپ اسے صفت قہر (غلبہ) سے متصف نہیں کرتے۔ جب آپ اسے علیم کہہ کر پکارتے ہیں تو اسے وصف علم سے متصف کرتے ہیں نہ کہ وصف قدرت سے۔ لیکن جب آپ "یا اللہ" کہتے ہیں تو اسے سب صفات سے متصف قرار دیتے ہیں۔ (کبیر)

خاصیت ۲: اشهد ان لا اله الا الله ایسا کلمہ ہے جس کے سبب کافر کفر سے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ اسی وقت ممکن ہے جب لفظ "اللہ" کے ساتھ شہادت دی جائے ورنہ اگر کافر یوں کہے: اشهد ان لا اله الا الرحمٰن یا الا الرحیم یا الا الملك یا الا القدوس تو وہ اسلام میں داخل نہیں ہوگا مگر جب وہ اشهد ان لا اله الا الله کہے گا تو کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ جو اس نام کی خصوصیت کی دلیل ہے۔ (ایضاً)

3 الرحمٰن اور الرحیم صفاتی نام ہیں جو رحمت سے مشتق ہیں۔ لفظ الرحمن میں الرحیم سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کو رحمٰن نہیں کہا جا سکتا۔

بعض معترضین کہتے ہیں کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو خونخواری سکھاتا ہے حالانکہ یہ بات خلاف حقیقت ہے۔ کاش وہ اسلام کی کتاب قرآن کی ابتدائی آیت ہی پڑھ لیتے تو اُن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی کہ مسلمانوں کا معبود تو الرحمٰن ہے، اس کی رحمت کائنات کے ذرے ذرے کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے۔

اہلِ اسلام کا معبود الرحیم ہے، اس کی رحمت کا بادل ہر وقت برستا ہی رہتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ (۷/ الاعراف:۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز پر محیط ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

((جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ جُزْءًا وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ أَنْ تُصِيْبَهُ))

(بخاری، الادب، جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء، ح: ۶۰۰۰)

''اللہ نے اپنی رحمت کے سو حصے بنائے اور اپنے پاس ان میں سے ننانوے حصے رکھے، صرف ایک حصہ زمین پر اُتارا، اِسی کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، یہاں تک کہ گھوڑی بھی اپنے بچے کو اپنے سم نہیں لگنے دیتی بلکہ اٹھا لیتی ہے کہ کہیں اس سے بچے کو تکلیف نہ پہنچے۔''

ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچانا اور انہیں جلد یا مہلت کے بعد تباہ و برباد کرنا اسی کی رحمت وقدرت کا کرشمہ ہے تاکہ مخلوق ظلم سے بچ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ظالموں کی ہلاکت پر ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

(۶/ الانعام:۴۵)

''پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ ظالموں کی تباہی و بربادی پر افسوس نہیں کرنا چاہیے، قرآن میں ہے:

﴿ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰي قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴾ (۷/ الاعراف:۹۳)

''تو میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب حمد اللہ کے لئے ہے ❶ جو تمام جہانوں کا ❷ رب ہے۔ ❸

❶ ہر خوبی و کمال کی، جس کا ظہور اختیار اور ارادہ سے ہو، زبان سے ثنا بیان کرنا حمد کہلاتا ہے۔ حمد صرف زبان سے ادا ہوتی ہے۔ شکر زبان، دل اور اعضاء سے ہوتا ہے۔ شکر کسی نعمت کے بدلے میں ہوتا ہے۔ جبکہ حمد محمود (جس کی تعریف کی جائے) کے کمال کی وجہ سے ہوتی ہے اگرچہ اس کا انعام واحسان نہ بھی ہو۔ اللہ کے لئے حمد ہے اور شکر بھی۔ شاعر نے شکر کی ان تینوں اقسام کو شعر میں جمع کیا ہے ۔

افادتکم النعماء منی ثلثة　　　　یدی ولسانی والضمیر المحجبا

"میرے ہاتھ، زبان اور دل نے تیری نعمتوں کا اعتراف کیا ہے۔"

ہاتھ سے عملی شکر، زبان سے قولی شکر اور دل سے قلبی شکر ادا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ بہت سے موقعوں پر الحمد للہ کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے تھے۔ نیز حدیث میں ہے کہ الحمد للہ سے میزان بھر جاتا ہے۔

(مسلم، الطهارة، فضل الوضوء، ح:٢٢٣)

نبی ﷺ نے الحمد للہ کو بہترین دعا قرار دیا ہے۔

(ترمذی، الدعوات، ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة، ح:٣٣٨٣)

جب مومن اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اسے نواز دیتا ہے۔

نکتہ ١: اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اللہ وسیع علم والا، کامل قدرت والا، کمال حیات والا اور تمام اشیاء کا مالکِ حقیقی ہے۔

نکتہ ٢: قرآنِ مجید کی پانچ سورتیں ایسی ہیں جن میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد الحمد للہ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ پانچ سورتیں درجِ ذیل ہیں:

الفاتحة، الانعام، الکهف، سبا، فاطر

❷ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر موجود کو عالم کہتے ہیں کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ (کبیر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عالم عاقل مخلوقات سے عبارت ہے۔ جو کہ چار اقسام میں منقسم ہیں: انسان، جن، فرشتے اور شیاطین۔ صحیح بات یہی ہے کہ عالمین سے مراد ہر مخلوق اور موجود شے ہے۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ﴾ (٢٦/ الشعراء: ٢٣۔٢٤)

''فرعون نے کہا: رب العالمین کیا ہے؟ تو موسیٰ نے جواب دیا: آسمانوں زمین اور جو کچھ دونوں کے درمیان ہے ان سب کا رب۔''

(الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) ١/ ١٨٤)

3 'ربّ' اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے سوائے اضافت کے استعمال نہیں ہوتا جیسے محاورہ کے طور پر کہا جاتا ہے یہ آدمی رب المنزل (گھر کا مالک) ہے۔ رب مالک بھی ہے، آقا بھی، بہتری اور تدبیر کرنے والا بھی نیز معبود بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب العالمین نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا رب العالمین ہونا الٰہ العالمین ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو ہی رب العالمین مانتا ہو وہ اللہ ہی کے معبود ہونے کا قائل ہو گا بشرطیکہ وہ ہٹ دھرمی، ضد اور کم عقلی کا مظاہرہ نہ کرے۔ توحید ربوبیّت ماننے والوں کو قرآن مجید میں توحید الوہیت کو ماننے کی دعوت دی گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ 1

---

1 اللہ تعالیٰ کو رب العالمین کہنے میں ترہیب کا پہلو موجود تھا تو اس کے ساتھ ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ کا تذکرہ کیا گیا جس میں ترغیب کا پہلو پایا جاتا ہے۔ تاکہ اللہ کا خوف اور رحمت کی امید دونوں جمع ہو جائیں۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے میں ممد ومعاون ہے۔

قرآنِ مجید میں اسی لیے ترغیب وترہیب کا انداز اکثر ایک ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (٦/ الانعام:١٦٥)

”یقیناً آپ کا رب جلد عذاب دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔“

﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝﴾ (١٥/ الحجر:٤٩۔٥٠)

”میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔ یہ بھی بتادو کہ میرا عذاب بھی نہایت دردناک ہے۔“

﴿غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (٤٠/ المؤمن:٣)

”جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ سخت عذاب والا۔ انعام وقدرت والا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔“

حدیث میں ہے:

((لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعُقُوْبَةِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِهِ اَحَدٌ وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ اَحَدٌ))

(مسلم، التوبة، فی سعة رحمة الله تعالی......ح:٢٧٥٥)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر مومن کو اللہ کے عذابوں کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی تمنا نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ کی رحمت کا علم ہو جائے تو اُس کی جنت سے کوئی بھی نا امید نہ ہو۔''

نیز دیکھیے سورۃ البقرۃ کی ابتداء میں تین قسم کے لوگوں کا بیان، سورۃ البروج اور دیگر مقامات۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

روزِ جزا وسزا 1 کا مالک ہے۔ 2

1 اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو بدلہ دینے کا دن ﴿ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ ہے۔
قتادہ فرماتے ہیں: بدلے کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ دے گا۔
(جامع البيان للطبری ١/ ١٤٣)

الدِّيْن ''بدلہ'' کے معنی میں ہے خواہ اچھائی میں ہو یا برائی میں، جیسا کہ عربی زبان کا محاورہ ہے:

كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ (جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔)

مجاہد (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الدِّيْن حساب کے معنی میں ہے۔
(بخاری ، التفسير ، سورة الفاتحة ، ما جاء فی فاتحة الكتاب ، قبل ح:٤٤٧٤)

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ ﴾ (٢٤/ النور:٢٥)

''اس دن اللہ انہیں پورا پورا بدلہ حق وانصاف کے ساتھ دے گا''

ارشادِ نبوی ہے:

((اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ))

''عقلمند وہ ہے جس نے اپنا محاسبہ کر لیا۔''

(ابن ماجة ، الزهد ، ذكر الموت والاستعداد له ، ح:٤٢٦٠ ۔ اس روایت کی سند میں ابوبکر بن ابومریم ضعیف راوی ہے، تاہم امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ ترمذی ، ح:٢٤٥٩)

عربی لغت میں دین کا لفظ بدلہ، حساب اور محاسبہ کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے تفسیر قرطبی ، تفسير سورة الفاتحة)

2 ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ میں مالک کی ایک قراءت مَــلِك (بادشاہ) بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مَــلِك کا لفظ مالک سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ مَـلِك (بادشاہ) کا حکم اس کی مملکت میں مالک پر بھی نافذ ہوتا ہے حتی کہ وہ صرف بادشاہ کی ہدایت کے مطابق ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصرف کرسکتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مـالك کا لفظ زیادہ بلیغ ہے کیونکہ وہ لوگوں اور دیگر اشیاء کا بھی مالک ہوتا ہے۔

صحیح بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مالك بھی ہے اور مَلِك بھی۔ اللہ تعالیٰ کا بادشاہ ہونا اس کی ذات کی صفت ہے جبکہ مالک ہونا اس کی فعلی صفت ہے۔

یوم الدین کا مَلِك یامالك اس لئے کہا گیا کہ دنیا میں لوگوں کی ملکیت اور بادشاہت قائم ہے مگر وہاں ظاہری طور پر بھی کسی کی ملکیت اور بادشاہت نہیں ہوگی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (٤٠/ المؤمن: ١٦)

''آج کس کی بادشاہی ہے؟ فقط اللہ واحد وقہار کی۔''

﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۚ﴾ (٢٥/ الفرقان: ٢٦)

''اس دن حقیقی بادشاہت رحمٰن کی ہوگی۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ وَيَطْوِي السَّمٰوَاتِ بِيَمِيْنِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ: اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ؟))

(بخاری، التفسير، تفسير سورة الزمر، ﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾، ح:٤٨١٢)

''قیامت کے دن اللہ ساری زمین اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، دنیا کے بادشاہ (آج) کہاں ہیں؟''

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ﴾

(٨٢/ الانفطار: ١٩)

''اس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مختار نہ ہوگا۔ تمام تر حکم اللہ کا ہوگا۔''

نکتہ ۱: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ میں اللہ کو مالک کہنے سے یہ نکتہ بھی واضح ہوا کہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک ہے مخلوق سے جیسا چاہے سلوک کرے۔ وہ مجرم کو سزا دینا چاہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ معاف کرنا چاہے تو کوئی ٹوک نہیں سکتا، وہ مجبور نہیں کہ کسی کو معاف کرنا چاہتا ہو مگر معاف نہ کر سکتا ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام کے دعائیہ کلمات پڑھیں جو قرآنِ مجید میں موجود ہیں:

﴿ إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ (٥/ المائدة:١١٨)

”اگر تُو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تُو انہیں معاف کر دے تو تُو زبردست، حکمت والا ہے۔“

نکتہ ۲: اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کا مالک ہے۔ وہ نیک وبد کو برابر نہیں کرے گا۔ اُس کے بے مثال عدل وانصاف کے لیے درجِ ذیل آیات مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

النساء: ٤٠؛ الانبياء: ٤٧؛ الجاثية: ٢١؛ صٓ: ٢٨؛ القلم: ٣٥-٣٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں [1] اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ [2]

---

[1] عبادت درحقیقت انتہائی درجہ کی عاجزی وانکساری اور تذلل کا نام ہے۔ اصطلاحِ شریعت میں انتہائی محبت، خضوع اور خوف کے مجموعے کا نام عبادت ہے۔

عبادت کا تذکرہ استعانت سے پہلے کیا گیا ہے کیونکہ عبادت استعانت (مدد طلبی) کا ذریعہ ہے۔

بعض سلف صالحین کا ارشاد ہے کہ سارے قرآن کا راز سورۃ الفاتحہ میں ہے اور پوری سورت کا راز آیت ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ میں ہے۔ آیت کے پہلے حصہ میں شرک سے بیزاری کا اعلان ہے اور دوسرے جملے میں اپنی طاقت وقدرت کا انکار ہے اور اللہ عزّ وجل کی طرف اپنے تمام کاموں کی سپردگی ہے۔ (ابن کثیر / ۱۲۸)

الحمدللہ میں حمد اللہ تعالیٰ کی تسبیح پر بھی مشتمل ہے۔ حمد کی تمام انواع واقسام کو اللہ کے لیے قرار دینے سے اس کی سب صفات کا اظہار ہوتا ہے اور ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ توحیدِ خالص کی دلیل اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس جس کی بھی پوجا کی جاتی ہے اس سے بیزاری کا اعلان ہے نیز یہ کہ اللہ تمام معبودان باطلہ (حجر وشجر، سونا، چاندی، پیتل کے معبود، عیسیٰ وعزیر علیہما السلام، فرشتے، چاند، سورج، ستارے اور آگ، علاوہ ازیں لوگوں کے بنائے ہوئے سب جھوٹے معبودوں) سے بڑا ہے ان باتوں کے قائم مقام ہے: لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور ﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو متضمن ہے۔ تو ثابت ہوا کہ سورۃ الفاتحہ یہاں تک اس مشہور ذکر پر مشتمل ہے (بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ مشہور ذکر سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی چار آیات پر مشتمل ہے۔ ''مؤلف'') ذکر یہ ہے:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) (کبیر؛ رغائب القرآن؛ مسند احمد: ٤/ ٣٥٥)

اندازِ تخاطب

اس سورت کی پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور بزرگی وکبریائی بیان کی گئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مگر اس حمد وثنا میں اللہ تعالیٰ کو مخاطب نہیں کیا گیا جبکہ آیت نمبر ۴ میں اِیَّاكَ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ایسا اسلوب بیان کے تنوع کے لئے کیا گیا ہے کیونکہ سورت کی ابتدا سے لے کر یہاں (آیت ۴) تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے اور اس کی تعریف ہے۔ غائب کے الفاظ کے بعد حاضر کے الفاظ استعمال کرنے کا انداز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی ہے:

﴿ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ ﴾ (۷۶/ الدھر:۲۱)

''ان (اہلِ جنت) کا رب انہیں پاکیزہ مشروبات پلائے گا۔''

پھر فرمایا:

﴿ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً ﴾ (۷۶/ الدھر:۲۲)

''یہ تمہارا صلہ ہے۔''

اس انداز کی مثالیں البرھان سے دیکھی جاسکتی ہیں۔

(مثالیں ان آیات میں ہیں، سورۃ مریم:۸۸-۸۹؛ اٰل عمرٰن: ۱۰۶؛ التوبۃ: ۳۵؛ البقرۃ: ۵۷؛ الاحزاب: ۵۰؛ الانعام:۶؛ العنکبوت: ۱۶-۲۴؛ ابراھیم:۱۹-۲۱؛ الاعراف:۱۷۵-۱۷۶ اور المائدۃ: ۳۸-۳۹)

کبھی حاضر سے غائب کی طرف دورانِ کلام رجوع کیا جاتا ہے، جیسے ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ ﴾

(۱۰/ یونُس:۲۲)

''یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو، وہ کشتیاں انہیں (لوگوں کو) موافق ہوا کے ذریعے سے لے کر چلتی ہیں۔''

(الجامع لاحکام القراٰن ۱/ ۱۹۰)

(نیز اس انداز کے لئے دیکھیے الزخرف:۷۰، ۷۱، الروم: ۳۹، الحجرات: ۷، الانبیاء: ۹۲، ۹۳)

اور کبھی متکلم سے مخاطب کی طرف التفات ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے:

﴿ وَمَا لِىَ لَاۤ اَعْبُدُ الَّذِىْ فَطَرَنِىْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ (۳۶/ یٰسٓ:۲۲)

''اور میں کیوں نہ اس کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

اور کبھی کلام میں متکلم سے مخاطب کی طرف التفات ہوتا ہے، مثلاً:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

﴿ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ ﴾ (۱۰۸/ الکوثر:۱-۲)

پہلے اِنَّا اور پھر رَبِّكَ فرمایا۔ (نیز دیکھیے الفتح ۱-۳، الدخان ۳-۶ اور الاعراف ۱۵۸)

سلسلہ کلام میں کبھی مخاطب سے متکلم کی طرف التفات ہوتا ہے، مثلاً:

﴿ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۝ ﴾

(۱۰/ یونس: ۲۱)

''کہہ دیجیے! اللہ بہت جلد تدبیر کرنے والا ہے، جو منصوبے تم بناتے ہو ہمارے قاصد (فرشتے) انہیں لکھ لیتے ہیں۔''

نیز اس انداز کی مثال کے لئے دیکھیے طه: ۷۲-۷۳۔

اور کبھی غائب سے متکلم کی طرف التفات ہوتا ہے۔ مثلاً، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا ﴾

(٤١/ حم السجدة: ۱۲)

''اور اس نے ہر آسمان میں حکم جاری کر دیا اور ہم نے قریبی آسمان کو زینت بخشی۔''

(مزید مثالوں کے لئے دیکھیے الاسراء:۱، مریم:۸۸-۸۹، فاطر:۹، ۲۷، النحل: ۶۰، طه: ۵۳، ان التفاتات اور ان کی حکمتوں نیز فوائد کے لئے دیکھیے البرهان فی علوم القرآن: ۳/ ۳۱٤-۳۳۷)

سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیات میں خطاب کا نہ ہونا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہونا نہایت لطافت اور مناسبت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ جب بندے نے اللہ تعالیٰ کی صفت وثنا بیان کی تو گویا قربِ الٰہی میں حاضر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گیا اب (بے بسی کے عالم میں) اپنے مالک کو مخاطب کر کے اپنی بے بضاعتی اور مسکینی کا اظہار کرنے لگا اور کہنے لگا: الٰہی! ہم تیرے عاجز بندے ہیں اور اپنے تمام کاموں میں تیرے ہی محتاج ہیں۔

مخاطب کرنے کا یہ انداز قرب کا احساس دلاتا ہے۔ یہ التفات شعور دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے، دعا کرنے والوں کی دعا سنتا ہے، قرب چاہنے والوں کے لئے یہ قرب ہے۔

سوال کرنے کا بہترین انداز وہ ہے جو بالمشافہ ہو مثلاً انبیاء و رسل کو دیکھ لیں جب انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کیا، انہوں نے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا ﴾ (۷/ الاعراف:۲۳)،

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن:۱٤۷)،

﴿ رَبِّ هَبْ لِي ﴾ (۲٦/ الشعراء:۸۳) اور

﴿ رَبِّ أَرِنِي ﴾ (۷/ الاعراف:۱٤۳) (رازی)

حمد وثنا کے لئے غیبت اور عبادت کے لئے مخاطبت کا انداز اختیار کرنے میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عبادت کا رتبہ حمد سے اونچا ہے کیونکہ تعریف تو اپنے جیسے لوگوں کی بھی کی جاتی ہے مگر ان کی عبادت نہیں کی جاتی۔ (قطف الازھار)

ایک پہلو یہ ہے کہ جب عبادت کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے نماز شروع کی تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی جس کا وہ مستحق ہے، تو اِس حصولِ قربت کی دعا کو اللہ نے قبول کیا اور اسے مقامِ حضوری کی طرف منتقل کر دیا۔

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان)

نعبد اور نستعین سے ایاک (مفعول) کو پہلے لایا گیا ہے جو حصر و تخصیص اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ اس کا معنی یہ بنتا ہے کہ ہم صرف اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ تخصیص ہونا واضح ہے کیونکہ عبادت انتہائی تعظیم سے عبارت ہے، اس کا مستحق وہی ہے جو انتہائی درجہ کا منعم (نعمتیں دینے والا) ہو اور وہ اللہ ہے۔ دیکھیے بندے کی تین حالتیں ہوتی ہیں؛ ماضی، حال اور مستقبل۔ جہاں تک حالتِ ماضی کا تعلق ہے تو اس میں انسان معدوم تھا، اللہ تعالیٰ اسے وجود میں لایا:

﴿ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِن قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴾ (۱۹/ مریم:۹)

''اور مَیں پہلے آپ کو بھی پیدا کر چکا ہوں اور آپ کچھ چیز نہ تھے۔''

﴿ أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ ﴾ (٦/ الانعام:۱۲۲)

''جو مردہ تھا تو ہم نے اُسے زندہ کیا۔''

﴿ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۸)

''اور تم مردہ تھے تو اُس نے تمہیں زندہ کیا۔''

اور ماضی میں انسان بے علم تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے علم سکھایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ ﴾

(۱۶/ النحل:۷۸)

''اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا ہے کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔''

پھر اسے سننے، دیکھنے اور عقل کی قوت سے نوازا:

﴿ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ ﴾ (۱۶/ النحل:۷۸)

''اور اس نے تمہیں کان، آنکھیں اور دل عطا کیے۔''

اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ معبود ہے۔

زمانہ حال کے اعتبار سے تو انسان کی حاجات بہ کثرت ہیں۔ اوائل عمر سے آخر تک اس کی ضروریات اتنی ہیں کہ ان کا شمار نہیں۔ اس کے ساتھ معصیت کے دروازے کھلے ہیں اور اطاعت کی رسی بھی ڈھیلی ہے۔ ان اعتبارات سے وہ رب، رحمٰن اور رحیم ہے۔

مستقبل میں اس کے امور بعد الموت سے متعلق ہیں۔ اس حیثیت سے وہ ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ ہے مستقبل کے تمام احوال میں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرے گا۔ اس لئے بندے کی طرف سے کی جانے والی عبادت کا صرف وہی مستحق ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر کوئی محتاج ہے اور محتاج تو اپنی حاجت میں ہی مشغول ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ وہ کسی دوسرے کو فائدہ پہنچائے۔ حاجات کا پورا کرنے والا چونکہ اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے اس کے علاوہ کوئی عبادت کا حقدار نہیں:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ (۱۷/ بنی اسراء یل:۲۳)

''اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔''

(غرائب القرآن ورغائب الفرقان)

عبادت اور استقامت سے معبود کا ذکر مقدم ہونے سے یہ نکتہ بھی نکلتا ہے کہ عبادت گزار کی توجہ اس طرف ہو کہ معبود اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اُسے چاہیے کہ سستی نہ دکھائے اور نہ دائیں بائیں التفات کرے۔ نیز اس میں عابد کی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی نظر سب سے پہلے معبود کی طرف ہو، پھر اپنی طرف اور پھر عبادت کی طرف کہ وہ معبود کی طرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توجہ دینے کا ایک ذریعہ ہے۔(روح المعانی)

عبادت وہی کارآمد ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اللہ تعالیٰ کی ہی ہو۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی بھی عبادت نہ کرو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ (۱۷/ بنی اسراء یل:۲۳)

''اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ صرف اس کی عبادت کرو۔''

﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ﴾ (۱۱/ ھود:۲)

بنی اسرائیل سے بھی اللہ نے یہی وعدہ لیا تھا کہ وہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں:

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ﴾

(۲/ البقرة:۸۳)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (۲۱/ الانبیاء:۲۵)

''ہم نے آپ سے پہلے جس رسول کو بھی بھیجا ہے اسے یہی وحی کرتے آئے ہیں کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرنا۔''

(خالص عبادت کی تفصیلات جاننے کے لئے درج ذیل آیات کا مطالعہ مفید رہے گا۔ البینة:۵؛ التوبة: ۳۱؛ النساء:۳۶؛ الکھف:۱۱۰؛ النحل:۳۶؛ الاحقاف:۲۱؛ حم السجدة:۱۴؛ المؤمنون:۲۳؛ ھود:۲۶؛ الانبیاء:۶۷؛ ابراھیم:۳۵؛ البقرة:۳۳؛ یوسف:۴۰؛ طه:۱۴؛ یونس:۱۰۴؛ الرعد:۳۶؛ الزمر:۱۱، ۱۴؛ الکافرون)

بے شمار احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کا حکم ہے۔

(دیکھیں بخاری، ح:۷۳۷۳)

تمام اقسام کی عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ))

اگر ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ کی بجائے اِيَّاكَ اَعْبُدُ (مَیں تیری عبادت کرتا ہوں) کے الفاظ ہوتے تو یہ صرف اس کے بندہ ہونے کا اعلان ہوتا جب ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ کہا تو اس سے یہ مفہوم نکلا کہ مَیں بھی تیرے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔اس سے ادب و تواضع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ نمایاں ہے۔ (دیکھیے غرائب القرآن ورغائب الفرقان)

گویا کہ جمع کا صیغہ (عبادت گزاروں کی) بڑائی کے لئے نہیں بلکہ عاجزی کے اظہار کے لئے لایا گیا ہے۔

﴿ نَعْبُدُ ﴾ کہہ کر ایک بندہ تمام بندوں کی طرف سے خبر دے رہا ہے بالخصوص جبکہ وہ جماعت میں کھڑا ہو یا امام بنا ہوا ہو تو گویا وہ اپنی اور اپنے سب بھائیوں کی طرف سے اقرار کر رہا ہے کہ وہ سب اس کے بندے ہیں اور اسی کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

(ابن کثیر ۱/ ۱۲۸)

﴿ نَعْبُدُ ﴾ کہہ کر بندہ نہ صرف اپنے عبد ہونے کی خبر دیتا ہے بلکہ پوری دنیا کے تمام اہلِ ایمان کی (اللہ کے لئے) عبادت کا تذکرہ کرتا ہے، جب بندہ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾ کہہ کر دنیا و آخرت کی جمیع محامد کو اللہ کے لئے قرار دیتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اسے فرماتے ہیں کہ تیرا مقام و مرتبہ ہمارے نزدیک اونچا ہو چکا ہے، اب صرف اپنی ضروریات و حاجات کی ہی بہتری کی فکر نہ کرو بلکہ تمام مسلمانوں کی اصلاح کی فکر کرو کہ تمام مومن بھائی بھائی ہیں لہٰذا کہو: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ (کبیر)

جب آدمی جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو اور ﴿ نَعْبُدُ ﴾ کہے تو اس سے مراد وہ سب لوگ ہوتے ہیں۔ اگر اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو ﴿ نَعْبُدُ ﴾ سے مراد ہوتا ہے کہ میں عبادت کر رہا ہوں اور اس عبادت میں ملائکہ بھی میرے ساتھ ہیں۔ (ایضاً)

2 ﴿ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ تیری اطاعت پر اور اپنے تمام کاموں میں تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ گویا انسانوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اسی کی خالص عبادت کریں اور اپنے ہر کام میں صرف اس سے مدد طلب کریں۔

﴿ اِيَّاكَ ﴾ کو دوبارہ اس لئے لایا گیا ہے تاکہ اس بات کا وہم بھی پیدا نہ ہو کہ ہم عبادت تو صرف تیری کرتے ہیں اور مدد کسی اور سے مانگتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ۱/ ۱۹۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کے بیان کے فوراً بعد استعانت کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ عبادت گزار میں عبادت کی وجہ سے تکبر پیدا نہ ہو بلکہ اسے یہ واضح رہے کہ وہ جو عمل صالح کرتا ہے وہ اللہ کی مدد اور اسی کی عطا کردہ توفیق سے کرتا ہے۔ ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بندہ نہ تو مجبور محض ہے اور نہ مختار مطلق ہے۔ ﴿ نَعْبُدُ ﴾ (ہم عبادت کرتے ہیں) سے اختیار ثابت ہوتا ہے اور ﴿ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ سے اس کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔

آیت ﴿ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ دین و دنیا کی ساری حاجتوں کو پورا کرنے کی درخواست اللہ تعالیٰ ہی سے کرنی چاہیے اور اسی سے اعانت طلب کی جائے۔ اس بات کا احتمال بھی ہے کہ ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ﴾ کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے آگے جزع وفزع کرنے کے اثر کے طور پر ان باتوں کے کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے چاہیں جن کے کرنے کا حکم اس نے دیا ہے اور ان امور سے بچے رہنے کی درخواست کریں جن سے بچنے کی اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی ہے۔ (تفسیر ماتریدی)

عبادت کے بعد استعانت اس لئے بھی ہے کہ گویا کہ انسان کہتا ہے: یا الٰہی! میں خود تو تیرے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں مگر میرا دل مجھ سے فرار اختیار کرتا ہے، اس دل کو حاضر کرنے میں تجھ سے مدد کا طلبگار ہوں۔ (کبیر؛ غرائب القرآن)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ))

(مسلم، القدر، تصریف اللہ تعالی القلوب کیف شاء، ح: ٢٦٥٤)

''بنی آدم کے تمام دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ حضورِ قلبی کی کیفیت طاری کر سکے۔

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہنے والا گویا کہ مدد مانگنے کے لئے اعلان کرتا ہے: میں کسی کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا، نہ جبریل سے مدد طلب کرتا ہوں اور نہ میکائیل سے ہی۔ بلکہ تجھ اکیلے سے ہی مدد کا خواستگار ہوں..... تیرے علاوہ کسی سے مدد نہیں مانگتا ہوں۔ کیونکہ کوئی بھی تیری مدد کے بغیر مدد نہیں کر سکتا۔ جب کوئی تیری مدد کے بغیر میری مدد نہیں کر سکتا تو ہمیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے کہ اس واسطے کو کاٹ ڈالیں اور تیری مدد پر ہی اکتفا کریں۔ (کبیر)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس ذریعے سے بھی مدد کریں وہ اس کی حکمت ہے، وہ واسطے کا محتاج نہیں مگر ہمیں تو یہی حکم ہے کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہنے سے یہی مقصود ہے۔ مثلاً بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرشتوں کے ذریعے سے کی لیکن نبی علیہ السلام اور مسلمان ملائکہ کو مدد کے لئے نہیں پکار رہے تھے بلکہ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ ﴾ (۸/ الانفال:۹۔۱۰)

''جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اللہ نے تمہاری فریاد سن کر فرمایا: میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے، اور اللہ نے یہ امداد اسی لئے کی ہے تاکہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔''

اسی طرح بسا اوقات اللہ تعالیٰ دیگر مخلوقات مثلاً پرندوں کے ذریعے سے مدد بہم پہنچاتا ہے جیسے اہل مکہ کی اصحاب الفیل کے مقابلے کے لئے پرندوں سے مدد کی۔ اس سے یہ مسئلہ نکالنا کہ پرندوں سے مدد مانگنی چاہیے یقیناً اسے عقل و دانش قبول نہیں کرتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو تلقین کی:

((وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

(ترمذی، صفة القيامة، ح:۲۵۱۶، وقال: هذا حديث حسن صحيح)

''اور آپ جب بھی مدد مانگیں تو اللہ سے مانگیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾

ہمیں راہِ راست پر چلا۔ ❶

---

❶ **ہدایت کی ضرورت**: اگرچہ انسان کو اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے مگر سب سے زیادہ مدد کی ضرورت صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے ہوتی ہے جس پر اس کی اخروی کامیابی کا دارومدار ہے۔ اس لئے مدد طلبی کے بعد صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کی گئی ہے۔

اس سورت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرنے، اس کی حمد وثنا کرنے اور شریعت کی پابندی کرنے کا عہد کرنے کے بعد دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ دعا ایک تو عبادت بھی ہے۔ (۴۰/ المؤمن:۶۰)

نیز اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ حاجات بھی پوری کرتا ہے۔ استجابتِ دعا کے ساتھ انسان کی مشکلات کا ازالہ بھی ہوتا ہے۔ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ اور اندھیروں کی تہوں میں اللہ تعالیٰ کو آواز دی:

﴿لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾

(۲۱/ الانبیاء:۸۷)

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں تُو پاک ہے، بے شک مَیں ظالموں میں ہو گیا۔''

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ﴾ (۲۱/ الانبیاء:۸۸)

''ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں غم والم سے نجات دی۔''

اسی طرح زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگی تو اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ﴾

(۲۱/ الانبیاء:۹۰)

''ہم نے ان کی دعا قبول کی، انہیں یحییٰ عطا کیا اور اُن کی بیوی کو اُن کے لئے درست کر دیا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح نوح علیہ السلام نے اپنی کمزوری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! تُو میری قوم سے بدلہ لے تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں ان کی حاجت براری یوں کی:

﴿ فَفَتَحْنَآ أَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلَىٰٓ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ ﴾ (٥٤/ القمر: ١١-١٢)

''ہم نے زور دار پانی سے آسمان کے در کھول دیے اور زمین سے چشمے جاری کر دیے تو پانی اس کام کے لئے، جو مقدر ہو چکا تھا، جمع ہو گیا۔''

ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ یہ نظریہ درست نہیں کہ دعا سے ہوتا ہوا تا کچھ بھی نہیں۔ ہاں دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ دعا کرنے والا وہ وسائل و ذرائع (Process) ضرور اختیار کرے جو استجابتِ دعا کے لئے ضروری ہوں مثلاً ہدایت کی دعا مانگتا ہے تو ہدایت اختیار کرنے کے لئے جو وسائل ہیں وہ بھی اختیار کرے اور ہدایت کے خلاف چلنے سے بچنے کی بھرپور کوشش کرے۔

دعا کی قبولیت میں ایک بات یہ بھی مفید ہے کہ دعا کو عام رکھا جائے۔ اس لیے اھدنی (مجھے ہدایت دے) کی بجائے اِھْدِنَا (ہمیں ہدایت عطا کر) کہنے کی تعلیم دی تا کہ ہدایت کے چند افراد تک محدود ہونے کی بات نہ ہو بلکہ اس کے عالمگیر ہونے کا اظہار ہو۔ جمع کے الفاظ اس لئے بھی ہیں کہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور مدد مانگنے کا اقرار سب کی طرف سے کیا گیا تھا اس لئے ہدایت بھی سب کے لئے مانگی گئی۔ نیز دوسروں کے لیے دعا کرنے سے اپنی دعا کی قبولیت کے زیادہ مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔

زیر بحث آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اپنے افعال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ صرف ارادہ اعمال کے صُدور میں کافی نہیں ہے۔ اگر ہدایت کا اختیار رب کی بجائے لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے ہدایت نہ مانگی جاتی اور نہ ہر نماز میں یہ سوال بار بار دہرایا جاتا اور نہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست ہی کی جاتی کہ وہ انہیں گمراہ نہ کرے.....

(الجامع لاحکام القرآن: ١/ ١٩٤)

ہدایت کا ایک معنی راستہ دکھلانا ہے جبکہ دوسرا معنی سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دینا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت کے معنی کبھی تو دل میں ایمان پیوست ہو جانے کے آتے ہیں۔ ایسی ہدایت پر تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾ (۲۸/ القصص:۵۶)

''(اے نبی) جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔''

نیز فرمایا:

﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ ﴾ (۲/ البقرة:۲۷۲)

''انہیں ہدایت دینا آپ کے ذمے (اور اختیار میں) نہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ﴾ (۷/ الاعراف:۱۸۶)

''جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت پر لانے والا نہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ﴾ (۱۸/ الکهف:۱۷)

''جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے آپ ہرگز اس کا نہ کوئی ولی (کارساز) پائیں گے نہ کوئی مرشد (راہنمائی کرنے والا)۔''

اور جگہ فرمان ہے:

﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ﴾

(۴۱/ حم السجدة:۱۷)

''ہم نے ثمود کو ہدایت دکھائی لیکن انہوں نے اندھے پن کو ہدایت پر ترجیح دی۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ ﴾ (۹۰/ البلد:۱۰)

''ہم نے اُسے دونوں راہیں دکھائیں۔'' یعنی بھلائی اور برائی کی

اس قسم کی اور آیتیں بھی ہیں اور ہدایت کے معنی کبھی حق کے واضح کر دینے، حق پر دلالت کرنے اور حق کی طرف راہ دکھانے کے بھی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهْدِيٓ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ (٤٢/ الشوریٰ:٥٢)

''اور آپ یقیناً سیدھی راہ کی رہبری کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ (١٣/ الرعد:٧)

''آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔''

ہدایت عطا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) سے ہدایت طلب کرنے سے مراد ہدایت میں بڑھانے کا مطالبہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى ﴾ (٤٧/ محمد:١٧)

''اور جو لوگ راہِ ہدایت پر چلے اللہ نے انہیں ہدایت میں ترقی دی۔''

ہدایت میں آدمی اس قدر بڑھ جائے کہ ہدایت یافتہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بڑی بڑی مشکلات اور شدائد بھی جھیلنی پڑیں تو وہ سلف صالحین کے طریقے پر چلتے ہوئے انہیں برداشت کر سکے۔ (کبیر)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهَا فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ وَمَا يَصُدُّهُ عَنْ دِينِهِ وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ، وَمَا يَصُدُّهُ ذٰلِكَ عَنْ دِينِهِ))

(بخاری، المناقب، علامات النبوة فی الاسلام، ح:٣٦١٢)

''تم سے پہلے لوگوں کا حال یہ ہوتا تھا کہ آدمی کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر اسے اس میں کھڑا کر دیا جاتا پھر اس کے سر پر آرا چلا کر اُس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے اور یہ عمل اُسے اُس کے دین سے نہ پھیر سکتا، اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم میں دھنسا کر ہڈیوں یا پٹھوں پر پھیری جاتیں مگر یہ آزمائشیں اسے اس کے دین سے نہ پھیر سکتیں۔''

ہدایت مانگنے سے مراد افراط وتفریط سے بچ کر صراط مستقیم پر استقامت اختیار کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی درخواست ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت حاصل ہو چکی ہے، پھر نماز اور غیر نماز میں ہدایت مانگنے کی کیا ضرورت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد ہدایت پر ثابت قدمی، رسوخ، بینائی اور ہمیشہ کی طلب ہے۔ اس لئے کہ بندہ ہر ساعت اور ہر حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا محتاج ہے۔ وہ خود اپنی جان کے نفع نقصان کا مالک نہیں بلکہ دن رات اللہ کا محتاج ہے۔ اسی لئے اللہ نے اسے سکھایا کہ ہر وقت وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرتا رہے اور ثابت قدمی اور توفیق چاہتا رہے۔ بھلا اور نیک بخت انسان وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے در کا بھکاری بنالے۔ وہ اللہ ہر پکارنے والے کی پکار کے قبول کرنے کا کفیل ہے۔ پکارنے والے بالخصوص بے قرار محتاج اور اس کے سامنے اپنی حاجت دن رات پیش کرنے والے کی ہر پکار کو قبول کرنے کا اللہ ضامن ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۱۳۲)

صراط مستقیم سے مراد وہ روشن راستہ ہے جس میں کوئی کجی اور خم نہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ نے نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نے صراط مستقیم کی ایک مثال بیان کی ہے کہ اس کی دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں کئی ایک کھلے ہوئے دروازے ہیں۔ ان دروازوں پر پردے لٹکا دیے گئے ہیں۔ دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہے جو لوگوں سے کہتا ہے: تم سب کے سب اسی سیدھے راستے پر چلے جاؤ، ٹیڑھے ترچھے راستوں پر نہ چلو۔ ایک آواز دینے والا اس راستے کے اوپر ہے۔ جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ منادی کہتا ہے: خبردار! اسے نہ کھولنا۔ اگر کھولا تو اس راہ لگ جائے گا (اور صراطِ مستقیم چھوٹ جائے گا)۔ پس صراط مستقیم تو اسلام ہے، دیواریں اللہ کی حدیں ہیں، کھلے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں، دروازے پر پکارنے والا قرآنِ ہے اور راستے کے اوپر پکارنے والا وہ کھٹکا ہے جو ہر مسلم کے دل میں اللہ کی طرف سے بطورِ واعظ کے ہوتا ہے۔''

(مسند احمد: ۴/ ۱۸۲۔۱۸۳؛ ترمذی، الامثال، ماجاء فی مثل اللہ عزوجل لعبادہ، ح: ۲۸۵۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کریم میں ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ ﴾ (٤/ النساء:١٣٦)

''ایمان والو! اللہ پر، اس کے رسول پر، اس کی اس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول کی طرف نازل کی اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کیں ان سب پر ایمان لاؤ۔''

اس آیت میں ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دینا اور ہدایت والوں کو ایمان لانے کا حکم دینا ایسا ہی ہے جیسے یہاں ہدایت والوں کو ہدایت کے طلب کرنے کا حکم دینا۔ دونوں جگہ مراد ثابت قدمی اور استمرار ہے اور ایسے اعمال پر ہمیشگی کرنا جو اس مقصد کے حاصل کرنے میں مدد پہنچائیں۔ اس لئے اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا کہ یہ حاصل شدہ چیز کا حاصل کرنا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور دیکھیے اللہ رب العزت نے اپنے ایمان دار بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کہیں:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ﴾ (٣/ آل عمرٰن:٨)

''ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر۔''

راستے کے لئے قرآن میں جو تین الفاظ (صراط، طریق اور سبیل) استعمال ہوئے ہیں ان میں فرق ہے۔ طریق کا لفظ عام ہے، سبیل اس سے خاص ہے جبکہ صراط اس سے بھی خاص ہے۔ صراط وہ راستہ ہے جو سیدھا ہو اور دائیں بائیں نہ مڑتا ہو البتہ اس میں نشیب و فراز (Ups and downs) ہوسکتے ہیں۔ اس اونچ نیچ کی نفی کے لئے صراط کے بعد مستقیم کا لفظ لایا گیا ہے۔ اور مستقیم اس شخص کو کہتے ہیں جو سیدھا کھڑا ہو۔ نہ تو جھکا ہوا ہو نہ سینہ آگے نکالے ہوئے ہو کہ اس کی کمر اندر کی جانب ہو اور نہ دائیں بائیں جھکا ہوا ہو صراط کو مستقیم بھی اسی لئے کہا گیا ہے تاکہ واضح کیا جائے کہ وہ چاروں اطراف میں سے کسی طرف بھی نہیں مڑتا۔ (ملخصًا از قطف الازھار فی کشف الاسرار)

مستقیم وہ راستہ ہے جو براہین و ادلہ سے قائم و ثابت ہے، کوئی چیز اسے زائل نہیں کرسکتی۔ کسی مکار کی مکاری اور شک کرنے والے کی جہالت اس کی حجتوں کو نہیں توڑ سکتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ مستقیم وہ راستہ ہے جو اپنے چلنے والوں کو سیدھا رکھتا ہے یہاں تک کہ انہیں نجات حاصل ہوتی ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

بعض کا قول ہے: مستقیم اسے کہتے ہیں جس سے استقامت حاصل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ﴾ (۱۰/ یونس:۶۷؛ ۲۷/ النمل:۸۶؛ ۴۰/ المؤمن:۶۱) ہے یعنی دن جس سے بصارت حاصل ہوتی ہے۔

اس کی دلیل ایک دوسری آیت بھی ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا ﴾

(۴۱/ حم السجدة:۳۰؛ ۴۶/ الاحقاف:۱۳)

"بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ لوگ اس پر قائم رہے۔"

تو مستقیم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوئے۔ (ماتریدی)

وہ راستہ جو مستقیم ہو اُس کا سفر سب سے کم ہوتا ہے۔ ٹیڑھے راستے کئی ہیں جن میں آدمی گم ہو کر رہ جاتا ہے مگر مستقیم ہر قسم کے اشتباہ سے خالی اور مامون راستہ ہوتا ہے۔ مستقیم راستہ منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے جبکہ ٹیڑھا راستہ منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ مستقیم بدلتا نہیں جبکہ ٹیڑھا راستہ متغیر ہوتا ہے۔ انہی وجوہات کی بنیاد پر صراطِ مستقیم کا سوال کیا گیا ہے۔ (کبیر)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں فرماتے ہیں:

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ﴾ کا مطلب ہے کہ ہمیں درج ذیل آیات میں ذکر کردہ احکام پر ہمیشہ عمل کرنے کی توفیق عطا کر: "آپ کہیے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جنہیں تمہارے رب نے تم پر حرام کر دیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور (حکم دیا کہ) ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو اَفلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ، اور جس کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ۔ ان کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ رُشد کو پہنچ جائے۔ اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کرو، ہم کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ سے جو عہد کیا ہے اسے پورا کرو، ان کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ﴾

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے تو اِس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اَللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تمہیں اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''

(٦/ الانعام:١٥١۔١٥٣)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

راہ اُن کی جن پر تُو نے انعام واکرام کیا۔ [1]

---

[1] **انعام یافتہ لوگ** : یہاں ان لوگوں کا بیان ہے جن کا تذکرہ سورۃ النساء (۶۹) میں کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ﴾

''اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں تو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ۔ یہ بہت اچھی رفاقت ہے۔''

کرمانی کہتے ہیں: صراط کا لفظ دوبارہ آیا ہے کیونکہ صراط وہ جگہ ہے جو چلنے کے قابل ہو۔ پہلے کے ساتھ چلنے والوں کا تذکرہ نہیں تھا۔ چلنے والوں کے تذکرے کے ساتھ اسے دوبارہ بیان کیا یعنی ہمیں اس راستے پر چلا جس پر وہ لوگ چلے ہیں جن پر تُو نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے راستے پر۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں صراط کا لفظ دوبارہ ذکر کیا ہے:

﴿ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ ﴾ (۴۲/ الشوریٰ: ۵۲۔۵۳)

پہلے ﴿ صِرَاطٍ ﴾ کے ساتھ اس کے چلنے کے قابل بنانے کا ذکر نہیں تھا تو فرمایا: ﴿ صِرَاطِ اللّٰهِ ﴾ یعنی وہ راستہ جو اللہ تعالیٰ نے چلنے والوں کے لئے چلنے کے قابل بنایا ہے۔ (قطف الازھار)

انعام کے بارے میں راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

کسی کی طرف احسان پہنچانا انعام ہے اور یہ اسی وقت بولا جاتا ہے جب انعام یافتہ عاقل مخلوق ہو۔ یوں نہیں کہا جاتا کہ اس نے اپنے گھوڑے پر انعام کیا۔ زمخشری لکھتے ہیں: انعام کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے (یعنی یہ ذکر نہیں کیا کہ ان پر کیا انعام کیا) تاکہ وہ تمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعامات پر مشتمل ہو جائے۔ جسے نعمتِ اسلام مل جائے تو پھر کوئی بھی ایسی نعمت نہیں ہوگی جو اُسے نہ ملے۔ (ایضاً)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾

جو نہ زیرِ غضب آئے (1) اور نہ گمراہ ہوئے۔ (2)

---

(1) اکثر مفسرین کے نزدیک ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ سے یہودی جبکہ ﴿الضَّآلِّيْنَ﴾ سے عیسائی مراد ہیں۔ یہ بات حدیثِ نبوی میں صراحتاً بھی بیان کی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

یہود پر تو اللہ کا غضب ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں۔

(ترمذی، التفسیر، الفاتحة، ح:٢٩٥٣؛ مسند احمد: ٤/ ٣٧٨-٣٧٩)

یہودیوں نے جاننے کے باوجود حق چھوڑ دیا اور راہِ حق کی مخالفت کی، اس کے نتیجے میں وہ غضبِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔ یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (٢/ البقرة:٩٠)

''بہت بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا، وہ ان کا اللہ کی طرف سے نازل شدہ چیز کے ساتھ کفر کرنا ہے محض اس بات سے جل کر کہ اللہ نے اپنا فضل اپنے جس بندہ پر چاہا نازل کیا، اس کے باعث یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہو گئے اور ان کافروں کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ (٥/ المائدة:٦٠)

''کہہ دیجیے کہ کیا میں تمہیں بتاؤں؟ کہ اس سے بھی زیادہ بُرا بدلا پانے والا اللہ کے نزدیک کون ہے؟ وہ جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر وہ غصے ہوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے معبودانِ باطلہ کی پرستش کی، یہی لوگ بدتر درجے والے ہیں اور یہی راہِ راست سے بہت زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔''

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴾ (۷/ الاعراف:۱۵۲)

''بے شک جن لوگوں نے گؤ سالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد اُن کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی میں پڑے گی اور ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔''

اسی طرح قرآنِ مجید میں یہود کے بارے میں ہے:

﴿ قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۚ ﴾ (۵۸/ المجادلة:۱۴)

''ایسی قوم جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے۔''

یہودیوں پر غضب کیوں ہوا؟

یہودی غضبِ الٰہی کے مستحق کیوں ٹھہرے اور کیوں ملعون قرار پائے؟ یہ لمبی داستان ہے۔ ان کی چند قبیح حرکتیں درجِ ذیل ہیں:

۱۔ عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہنا۔

۲۔ عجل (بچھڑے) کو معبود مان کر اُس کی پوجا کرنا۔

۳۔ ﴿ أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً ﴾، ﴿ فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا ﴾، ﴿ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ ۚ ﴾ اور ﴿ إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ ﴾ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی گستاخیاں کرنا۔

۴۔ مختلف حیلوں بہانوں سے حرام کو حلال کرنا جیسے اصحابِ سبت نے کیا تھا۔ نیز حلال و حرام کرنے کا اختیار اپنے احبار (علماء) کو دینا۔

۵۔ ثمنِ قلیل (دنیوی دولت) کی خاطر دین میں تحریف کرنا، حق کو چھپانا اور لوگوں کو صراطِ مستقیم سے روکنا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ سود خوری کرنا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنا جیسے من وسلویٰ کے مسلسل نزول پر اس کی ناقدری کرنے لگے۔

۸۔ نسل پرستی، وہ ایمان وعمل کے بغیر بھی اپنے آپ کو دیگر لوگوں سے بہتر سمجھتے تھے۔

۹۔ قتلِ انبیاء، انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شہید کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔

۱۰۔ اہانتِ انبیاء اور ایذائے انبیاء، جیسے کہ قرآن نے اس سلسلے میں یہودیوں کا کردار ﴿ كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى ﴾ کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

۱۱۔ مریم علیہا السلام پر تہمت لگانا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں بھی یہودی منافقین پیش پیش تھے۔

۱۲۔ بدعہدی اور غداری کرنا قدیم زمانوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہودی بدعہدی اور غداری کے جرم کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت کے بارے میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہود کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے کیونکہ وہ زمانی اعتبار سے پہلے ہوئے ہیں۔ پھر اسی ترتیب سے سورۃ البقرہ میں یہودیوں کا خصوصی تذکرہ ہے۔ اور اس کے بعد والی سورت سورۃ آل عمران میں نصاریٰ کا تذکرہ ہے۔ اس سورت کے آخر میں ﴿ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ ﴾ (آیت: ۱۹۹) میں نجاشی (اصحمہ) اور عیسائیوں میں سے ایمان لانے والے اس کے ساتھیوں کا تذکرہ ہے۔ جس ترتیب سے سورۃ الفاتحہ میں یہود و نصاریٰ کا بیان تھا اسی ترتیب سے دونوں گروہوں کا تذکرہ بعد والی سورتوں میں کیا گیا۔ (قطف الازھار)

اس سے پچھلی آیات میں اچھے لوگوں اور ان کے انعام یافتہ ہونے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کے بعد غضبِ الٰہی کے مستحقین اور گمراہوں کا ذکر کیا گیا۔ ہدایت یافتہ لوگوں کے تذکرے سے رحمت الٰہی کی امید پیدا ہوتی ہے اور برے لوگوں اور ان کے انجام کے بیان سے خوف کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ صحیح ایمان اسی مومن کا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید بھی ہو اور عذابوں کا خوف بھی ہو۔ یہی وہ عقیدہ ہے جسے علماء الایمان بین الخوف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والرجاء کے الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔خوف ورجاء میں توازن رہے تو آدمی گناہوں سے بھی بچتا ہے۔امید ہی امید ہو خوف نہ ہو تو بھی آدمی بے خوف ہو کر گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر خوف ہی خوف ہو تو اِنسان مایوسی کی دلدل میں پھنس کر گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔انسانوں کو گناہوں اور نافرمانیوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اچھے برے لوگوں اور عذاب وثواب کا تذکرہ یکے بعد دیگرے کیا ہے۔

مزید برآں صراط مستقیم پر چلنے والوں کا تذکرہ کرنے کے بعد مغضوب اور گمراہ لوگوں کا تذکرہ اس لئے کیا تا کہ صراطِ مستقیم کے راہیوں پر واضح رہے کہ انہوں نے کن راہوں سے بچنا ہے۔کیونکہ مغضوب اور گمراہ لوگوں کا راستہ صراطِ مستقیم نہیں کہلا سکتا۔

نکتہ: جب انعام کرنے کا تذکرہ ہوا تو اَنْعَمْتَ کہہ کر انعام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی البتہ جب غضب کا بیان ہوا تو اَلَّذِیْنَ غَضِبْتَ عَلَیْهِمْ (جن پر تُو نے غضب نازل کیا) نہیں فرمایا۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فاعل حذف کر کے الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ کہا گیا تو اس میں پروردگارِ عالم کی جناب میں ادب کیا گیا ہے۔حالانکہ حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسے قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر ہے:

﴿ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ﴾ (٤٨/ الفتح:٦)

''ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔''

(تفسیر القرآن العظیم: ١/ ١٣٦)

مگر اللہ کا غصہ اور دیگر صفات بے مثل اور بے مثال ہیں، ان کی مخلوق کی صفات سے لفظی اشتراک کے علاوہ کوئی مشابہت نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ ﴾ (٤٢/ الشوریٰ:١١)

''اُس (اللہ) جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔''

اظہارِ حقیقت کے لئے تو غضب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے مگر سورۃ الفاتحہ چونکہ دعا بھی ہے اس لئے دعا کے موقع پر ادب کی وجہ سے غضب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی۔اس کی کئی مثالیں قرآنِ مجید میں بھی موجود ہیں۔مثلاً ابراہیم علیہ السلام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بیماری کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی حالانکہ مرض اور شفا سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ کی رحمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

﴿ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۙ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۙ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ۙ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ۙ ﴾

(۲۶/ الشعراء:۷۸۔۸۱)

''جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری کرتا ہے۔ وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب مَیں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا عطا کرتا ہے، اور وہی مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کر دے گا۔''

اسی طرح ایوب علیہ السلام کی دعا ہے:

﴿ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۚ ﴾

(۲۱/ الانبیاء:۸۳)

''اور ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تُو بہترین رحم کرنے والا ہے۔''

((وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْكَ)) (مستدرك حاكم:۲/ ۳۶۳) کے اصول کے مطابق شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاتی۔ جب جنوں پر آسمانوں سے انگارے پھینکے جانے لگے تو انہوں نے جو کچھ کہا اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّاَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝ ﴾ (۷۲/ الجن:۱۰)

''اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں پر بُرا ارادہ ٹھہرا ہے یا اُن کے رب نے انہیں ہدایت دینے کا ارادہ کیا ہے۔''

موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا جو واقعہ سورۃ الکھف (۷۹۔۸۲) میں بیان ہوا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ادب کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

2 راہِ راست اور راہِ حق سے ہٹ جانے کو لغتِ عرب میں ضلال کہا جاتا ہے۔ دودھ پانی میں ڈالا جائے تو وہ غائب ہو جاتا ہے ایسے موقع پر عرب ضل اللبن فی الماء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا جملہ بولتے ہیں۔ اس معنی میں یہ ارشاد الٰہی بھی ہے:

﴿ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ﴾ (۳۲/ السجدۃ:۱۰) یعنی تو کیا جب موت آنے کے بعد ہم زمین میں غائب ہو کر مٹی بن جائیں گے۔ (قرطبی)

سورۃ الفاتحہ میں ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ عیسائی جہالت کی وجہ سے حق کے مخالف ہوئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ نصرانیوں کا کفر و شرک اور گمراہی واضح ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾

(۵/ المائدۃ:۷۷)

''یہ پہلے ہی سے گمراہ ہیں، بہت سے لوگوں کو گمراہ بھی کر چکے ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔''

کفارہ، تثلیث، ابنیت، حلول و تجسیم اور مصلوبیتِ مسیح نصرانیوں کے گمراہ کن اور باطل نظریات ہیں۔

یہود و نصاریٰ افراط و تفریط کا شکار ہو کر مغضوب اور گمراہ ٹھہرے جبکہ امتِ مسلمہ کو اللہ نے امت وسط بنایا ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہے۔ گمراہ ہونے والے مسلمان اکثر و بیشتر یہود و نصاریٰ کے نظریات اور کردار اپنا کر ہی گمراہی کی وادیوں میں سرگرداں ہوتے ہیں۔

امام رازی فرماتے ہیں:

یہ کہنے کا احتمال بھی ہے کہ ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ سے کفار اور ﴿الضَّآلِّيْنَ﴾ سے منافقین مراد ہوں۔ اس احتمال کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات میں اہلِ ایمان اور ان کی تعریف سے آغاز کیا پھر ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ سے کفار کا تذکرہ کیا، پھر اس سے متصل بعد ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا﴾ کا تذکرہ شروع کیا۔ یہی ترتیب یہاں پر ہے۔ ﴿اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ سے مومنین کا تذکرہ، پھر ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ سے کفار جبکہ ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ سے منافقین کا تذکرہ کیا گیا۔ (کبیر)

یہود و نصاریٰ کے علاوہ دیگر مغضوب اور گمراہ لوگوں کا تذکرہ بھی قرآن نے کیا ہے۔ مشرکین پر غضب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ ﴾ (٤٨/ الفتح:٦)

''ان پر بُرائی (ہلاکت) کا پھیرا ہے، اللہ ان سے ناراض ہوا اور انہیں لعنت کی۔''

قوم عاد کے مشرکین کے بارے میں ان کے پیغمبر ھود علیہ السلام نے فرمایا تھا:

﴿ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۖ ﴾ (٧/ الاعراف:٧١)

''اب تم پر اللہ کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (١٦/ النحل:١٠٦)

''مگر جو کھلے دل سے کفر کریں تو اُن پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔''

ضالین (گمراہوں) کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾ (٤/ النساء:١٣٦)

''جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت سے کفر کرے تو وہ بہت دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

اسی طرح مشرک کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾ (ایضاً:١١٦)

''اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

ایک اور مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴾ (٧١/ نوح:٢٤)

''اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، (الٰہی) تُو ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا۔''

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کی مخالفت کرتے ہیں انہیں بھی قرآن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے گمراہ کہا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾

(۳۳/ الاحزاب:۳٦)

''اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑا۔''

یہ بھی واضح رہے کہ گمراہ ہونے والے بالآخر غضب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے یہودیوں پر غضب کا سبب ان کی گمراہی کو قرار دیا گیا ہے۔ یہودیوں پر لعنت، غضب، ان کے بندر اور خنزیر بنائے جانے کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝ ﴾ (۵/ المائدۃ:٦۰)

''یہ (یہود) بدتر درجے والے ہیں اور یہی راہِ راست سے بہت زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝ ﴾

(٤/ النساء:٤٤)

''وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی صحیح راہ سے بھٹک جاؤ۔''

قرآن میں ان کے اندھے بہرے ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ تکذیبِ رسل اور قتلِ انبیاء کے مرتکبین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (۵/ المائدۃ:۷۱)

''اور وہ سمجھ بیٹھے کہ کوئی پکڑ نہ ہوگی، پس اندھے بہرے بن بیٹھے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر اندھے بہرے ہو گئے۔ اللہ ان کے اعمال کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمین کے احکام ومسائل

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنِ))

(ابن ماجة، اقامة الصلوات، الجهر بأمين، ح:٨٥٦)

''یہودیوں کو سلام اور آمین کہنے سے جتنی چڑ ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں۔''

آمین کا معنی ہے: اللہ! ہماری دعا قبول کر۔

آمین قرآنی لفظ تو نہیں البتہ بہت سی احادیث سے سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا ثابت ہے۔ اس میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب بلند آواز سے قراءت کرتے تو لمبا کر کے آمین کہتے۔

(ترمذی، ابواب الصلاة، ماجاء فی التأمین، ح:٢٤٨)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی آمین کہتے تھے اور دوسروں کو بھی آمین کہنے کا حکم دیتے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔

(دیکھیے بخاری، التفسیر، سورة الفاتحة، ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾، ح:٤٤٧٥)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تبویب فضل التأمین سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آمین سے متعلق احادیث سے آمین کہنے کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس عمل کی فضیلت میں کیا شبہ رہ جاتا ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا۔ صحابہ کو ایسا کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے اس پر اہتمام سے ہمیشہ عمل کیا، مزید برآں سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر فرشتے بھی آمین کہتے ہوں تو کیا پھر بھی آمین کہنے کی فضیلت کا کوئی ثبوت باقی رہ جاتا ہے!

سورۃ الفاتحہ کے آخر میں آمین کہنا درحقیقت دعائے ہدایت کی قبولیت کی دعا ہے۔

احادیث میں جو ذکر آیا ہے کہ یہودی آمین کہنے پر مسلمانوں سے چڑتے ہیں۔ تو ظاہر ہے جب انہیں ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ کہہ کر ''ایسا ہی ہو'' (یعنی آمین) کی گونج پیدا کی جارہی ہو تو انہیں چڑ تو ہوگی۔ یہودیوں کے آمین کی آواز سے سڑنے اور حسد کرنے کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ البقرۃ کے مضامین

سورۃ البقرۃ مدنی ہے۔اس کی ۲۸۶ آیات ہیں۔اسی میں وہ آیت بھی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی۔وہ آیت یہ ہے:

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ (آیت:۲۸۱)

''اور اُس دن سے ڈرو جس دن تم سب اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔''

اس آیت کے نازل ہونے کے ساتھ ہی وحی (جلی) مکمل ہوئی......

اس سورت کی وجہ تسمیہ وہ عجیب وغریب واقعہ اور معجزہ ہے جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانے میں ظاہر ہوا۔یہ معجزہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ (مخلوقات کو) زندگی دینے کے بعد موت دینے پر بھی قادر ہے۔اس واقعہ کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

بنی اسرائیل نے ایک آدمی مقتول پایا مگر انہیں قاتل معلوم نہیں تھا۔معاملہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو اللہ نے وحی کی کہ وہ لوگوں کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیں۔پھر وہ گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر میت کو لگائیں تو مقتول اللہ کے حکم سے زندہ ہوجائے گا اور وہ لوگوں کو قاتل کے بارے میں خبر دے گا۔ اس کا بیان ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ...... ﴾ سے لے کر...... ﴿ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ (آیات: ۶۷۔ ۷۳) تک ہے۔جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ نے لوگوں کے سامنے مردہ زندہ کردیا اور اس نے اپنے قاتل کے بارے میں لوگوں کو اِطلاع دی۔موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے سامنے اس عظیم الشان معجزے کی وجہ سے اس سورت کو سورۃ البقرۃ کا نام دیا گیا ہے۔قرآن کی اس طویل ترین سورت میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، صلح وجنگ، نکاح وطلاق وغیرہ جیسے امور کے بہت سے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں......

اس سورت کی ابتدائی آیات میں اہلِ ایمان، کفار اور منافقین کی علامات بیان کی گئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ پھر ﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ﴾ (آیت: ۳۰) میں پہلے انسان آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ تخلیقِ آدم سے اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو تکریم بخشی، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کریں سب فرشتے تو سجدہ بجالائے مگر ابلیس نے انکار و استکبار کیا، لہٰذا وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ خلافتِ ارضی آدم علیہ السلام کے حصے میں آئی.....

اس سورت میں اہلِ کتاب کا تفصیلی بیان ہے؛ بالخصوص یہود کا کیونکہ مدینہ منورہ میں وہ مسلمانوں کے قرب وجوار میں مقیم تھے۔ اس سورت میں ایک تہائی سے زیادہ حصہ ان کے بارے میں ہے جس کا آغاز ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ ﴾ سے ہوتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے آیات میں یہود کی خباثت اور مکر وفریب سے ایمان والوں کو خبردار کیا گیا ہے نیز ان کی ملامت گری، غداری، خیانت اور عہد شکنی جیسی مرکب بدخصلتوں سے اہل ایمان کو متنبہ کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ان پر فراوانی تھی مگر اس کے باوجود وہ قتلِ انبیاء اور تکفیرِ آیات کے مرتکب ہوئے۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ پر کذب بیانی کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور چہیتے ہیں اور یہ کہ وہ (اگر جہنم میں گئے بھی تو) چند دن ہی جہنم میں جائیں گے، ان کے یہ اعمالِ بد اور ان جیسے دیگر قبائح و جرائم عظیم خطرات اور بڑے نقصانات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

من حیث المجموع یہ سورتِ مبارکہ شریعتِ مطہرہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے کیونکہ مسلمان مملکتِ اسلامی قائم کرنے کے ابتدائی مراحل سے گزر رہے تھے اور انہیں اس منہجِ ربانی اور شریعتِ آسمانی کی ضرورت تھی جس پر وہ اپنی زندگی میں عمل پیرا ہوں، اس لئے پوری سورت تشریعی پہلو پر محیط ہے۔ اس سورت میں درج ذیل احکام بیان کئے گئے ہیں:

احکامِ قصاص، وصیت، صیامِ رمضان، جہاد، حج و عمرہ، شراب اور قمار بازی کی حرمت، مشرک عورتوں سے نکاح کرنے کی حرمت، خاندانی زندگی (Family Life) سے متعلقہ احکام کو بالتفصیل بیان کیا گیا ہے؛ طلاق، رضاعت، عدت اور حالتِ حیض میں عورتوں سے مباشرت کی ممانعت وغیرہ جیسے خاندان سے متعلقہ شرعی احکام کو زیرِ بحث لایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔طلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ..... ﴾ (آیت:۲۲۹)؛ احکامِ رضاعت کے بارے میں ﴿ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ ..... ﴾ (آیت:۲۳۳) متوفی عنہا زوجہا کی عدت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ..... ﴾ (آیت: ۲۳۴)، مطلقہ کی عدت کے بارے میں ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ..... ﴾ (آیت:۲۲۸)، جبکہ فرمان الٰہی ﴿ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ..... ﴾ (آیت:۲۳۷) حق مہر کے احکام سے متعلق ہے۔ اس طرح یہ سورت ایسے عادل طریق پر خاندانی احکام کی تفصیل بیان کرتی ہے جو امن واستقرار کی اور مسلمانوں کے لئے باسعادت آسودہ زندگی کی ضمانت ہے جن پر یہ الہامی کتاب نازل ہوئی ہے تاکہ ان کی زندگی کا نظام بن جائے، اور ایسا دستور ہو جس کے مطابق وہ زندگی بسر کریں اور اس کی روشنی سے مستنیر ہوں.....

قرآن خاندانی نظام کو نمایاں اور اہم مقام دیتا ہے، اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ معاشرے کی عمارت کی تعمیر کے لئے خاندان پہلی اینٹ اور سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان کی اصلاح سے ہی معاشرے کی اصلاح ممکن ہے۔ خاندان کا بگاڑ معاشرے کی خرابی اور فساد کا ذریعہ ہے۔اس لئے اس کی زیادہ تفصیلات نازل کی گئی ہیں۔

اس سورت میں بعض واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں۔مثلاً ان لوگوں کا واقعہ جو موت سے بچنے کی خاطر اپنے گھروں سے فرار ہو گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں موت سے دوچار کر کے دوبارہ زندہ کر دیا۔اس قصہ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اجل (موت) ازل سے لکھی جا چکی ہے۔ یہ واقعہ گویا کہ مومنوں کو اس بات پر ابھارتا اور ترغیب دلاتا ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کریں۔ جہاد اس دین کا شعار ہے۔دین کی بنیاد اطاعت شعاری پر ہے اور اس کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔دوسرا واقعہ بنی اسرائیل کا ہے۔انہوں نے اپنے نبی سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتال کی اجازت دے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲٤٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا تو سوا تھوڑے سے لوگوں کے سب پھر گئے، اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

یہ واقعہ بھی مذکورہ بالا غرض (جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب) کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح یہ سورت سود جیسے شنیع (قبیح) جرم کے احکام بھی بیان کرتی ہے۔ ایسا جرم جو معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے اس کی بنیادوں کو ڈھا دیتا ہے۔

اس کے بعد یہ سورت قرض کے احکام بیان کرتی ہے۔ قرض کے لکھنے اور ثبت کرنے کا حکم دیا گیا۔ امانت کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا گیا۔ گواہی چھپانے کو حرام قرار دیا گیا۔ سورت کے آخر میں مومنوں کی توجہ انابت و رجوع الی اللہ اور توبہ کی طرف دلائی گئی ہے۔ نیز گردنوں کے طوق سے رہائی، گناہوں کے بوجھ سے خلاصی اور کفار پر غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کی گئی ہے۔ ﴿ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (تو ہی ہمارا مولا ہے ہمیں کافر قوم پر غلبہ عطا کر!) (ایجاز البیان فی سُوَر القرآن)

حدیث نبوی ہے کہ قرآنِ مجید اور قرآنِ مجید پر عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن بلوایا جائے گا۔ آگے آگے سورۃ البقرۃ اور آل عمران ہوں گی۔

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو سورتوں کی تین تشبیہات بیان کیں جنہیں میں کبھی نہیں بھولا۔ آپ نے فرمایا: یہ دونوں دو بادلوں یا دو سائیوں یا سیاہ سائبانوں کی طرح ہوں گی، یا پَر کھولے پرندوں کے جھرمٹ کی طرح، اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے اللہ سے پورے اصرار کے ساتھ سفارش کریں گی۔

(مسلم، المسافرین، فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ، ح:۸۰۴۔۸۰۵؛ ترمذی، فضائل القرآن، ما جاء فی سورۃ آل عمرٰن، ح:۲۸۸۳؛ مسند احمد: ۴/ ۱۸۳، ۵/ ۲۴۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ))

(مسلم، ایضًا، استحباب الصلوۃ النافلۃ فی بیتہ..... ح:۷۸۰)

''اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ، جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایاتها ۲۸۶ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتها ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝

الم (1)

(1) الٓمّٓ کے بارے میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

سورت کے شروع میں آنے والے حروف (حروفِ مقطعہ) قرآن میں اللہ تعالیٰ کے راز ہیں۔ کئی علماء اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کے فوائد و معانی کو تلاش کیا جائے۔ اس بارے میں ان کے اقوال مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ حروفِ تہجی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن جیسا کلام بنانے کا چیلنج دیا تو عرب کو یہ بات باور کرائی کہ یہ کلام بھی انہی حروف سے جڑ کر بنا ہے جن پر اُن کے کلام کی بنیاد ہے۔ تاکہ ان کی بے بسی پر زیادہ زوردار حجت قائم ہو۔

آیات کی اقسام: قرآنِ مجید کی آیات بنیادی طور پر دو قسم کی ہیں؛ محکمات اور متشابہات۔ یہ تقسیم آیت ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۷) سے معلوم ہوتی ہے۔ متشابہات میں سے بعض آیات تو وہ ہیں جن کا معنی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت معلوم نہیں ہوتی مثلاً:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝﴾ (۲۰/ طٰہٰ:۵)

''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔''

قسم دوم میں وہ آیات ہیں جن کا معنی بھی معلوم نہیں اور حقیقت بھی پوشیدہ ہے۔ انہیں حروفِ مقطعہ کہا جاتا ہے۔ یہ حروف باہم مل کر الفاظ (Words) تو نہیں بنتے البتہ آیات بن جاتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ کے شروع میں تو حروفِ مقطعہ پر مشتمل دو آیات ہیں۔ یہ حروف انتیس سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ (عربی کے حروف تہجی بھی انتیس ہیں)۔ سورۃ البقرۃ اور آل عمران کے علاوہ وہ سب سورتیں مکی ہیں جن کے شروع میں یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حروف آئے ہیں۔ درج ذیل حروف حروفِ مقطعہ کے طور پر قرآن میں وارد ہوئے ہیں:

الم، المص، الر، المر، کھیعص، طه، طسم، طس، یس، ص، حم، حم عسق، ق، ن

ان حروف کی تعداد مکررات کے بغیر چودہ رہ جاتی ہے جن کا مجموعہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

نص حکیم قاطع له سر (ن ص ح ک ی م ق ا ط ع ل ہ س ر)

حروفِ مقطعہ کی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے: راجح بات یہی ہے کہ ان حروف کی حقیقت اور معانی اللہ ہی کو معلوم ہیں کسی مخلوق کے جاننے کی قرآن وحدیث میں کوئی دلیل نہیں۔ ان حروف کے بارے میں حدیثِ نبوی سے صرف اتنی بات ثابت ہے:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ))

(ترمذی، فضائل القرآن، ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن، ح: ۲۹۱۰)

''جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے۔ اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حروفِ مقطعہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لله لكل كتاب سر و سره فی القرآن اوائل السور

''اللہ کی تمام کتب میں کوئی نہ کوئی راز پوشیدہ ہوتا ہے۔ قرآن میں اللہ کے اسرار سورتوں کی ابتدا میں آنے والے حروف (مقطعہ) ہیں۔'' (کبیر)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان لكل كتاب صفوة وصفوة هذا الكتاب حروف التهجی

''ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی چھانٹی ہوئی یا منتخب بات ہوتی ہے۔ اس کتاب (قرآن) کی ایسی باتیں حروفِ تہجی (الم، الر، الم وغیرہ) ہیں۔'' (ایضاً)

ان حروف کے معانی بیان کرنے کی بجائے اکثر صحابہ ان کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا چاہیے وہ اسے بیان کرتے ہیں۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ الم کے بارے میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انا الله اعلم (تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۱۴۸)

''میں ہی ہوں اللہ زیادہ جاننے والا۔'' (ابن کثیر)

آپ فرماتے ہیں: علماء ان حروف کے ادراک سے عاجز ہیں۔ (کبیر)

مشہور تابعی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ (ابوعمرو عامر بن شراحیل)، جنہیں سیکڑوں صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، ان حروف کے بارے میں فرماتے ہیں:

سر الله فلا تطلبوه

''یہ اللہ کے راز ہیں ان کے پیچھے مت پڑو۔'' (ایضاً)

نوٹ: مذکورہ بالا اقوال مفسرین کے ہاں معروف ہیں مگر انہوں نے ان کی اسناد ذکر نہیں کیں۔ یہاں ان کے زیادہ تر حوالہ جات تفسیر قرطبی اور تفسیر کبیر (رازی) سے نقل کیے گئے ہیں۔

ان حروف کے بارے میں سب سے راجح یہ بات ہے:

انها من المتشابه الذی لا یعلم تاویله الا الله

''یہ متشابہات میں سے ہیں جن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(قطف الازهار)

﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کے راز ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کا معنی ہوتا ہی نہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ہر چیز میں اللہ مالک کائنات کی حکمت نظر آتی ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ کا کلام لغو، بیہودہ، بیکار اور بے معنی الفاظ سے پاک ہے۔ جو جاہل لوگ کہتے ہیں کہ سرے سے ان حروف کے کچھ معنیٰ ہی نہیں وہ بالکل غلطی پر ہیں۔ ان کے کچھ نہ کچھ معنی یقیناً ہیں۔ اگر نبی ﷺ سے اس کے کچھ معنی ثابت ہوں تو ہم وہ معنی کریں گے اور سمجھیں گے ورنہ جہاں کہیں آپ نے کچھ معنی بیان نہیں کیے ہم بھی نہ کریں گے اور ایمان لائیں گے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ نبی ﷺ سے تو اس میں ہمیں کچھ نہیں ملا اور علماء کا اس میں بے حد اختلاف ہے۔ اگر کسی پر کسی قول کی دلیل کھل جائے تو خیر وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے مان لے ورنہ بہتر یہ ہے کہ ان حروف کے کلام اللہ ہونے پر ایمان لائے اور یہ جانے کہ ان کے معنی ضرور ہیں جو اللہ ہی کو معلوم ہیں اور ہمیں معلوم نہیں ہوئے۔"

نوٹ: ان حروف کو علیحدہ لکھ کر انہیں لوحِ قرآنی کہنے کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں۔ نیز لوحِ قرآنی میں اٰمیـــــن کا لفظ بھی لکھا ہوتا ہے جو علی الاتفاق قرآن نہیں۔ البتہ نبی ﷺ سورۃ الفاتحہ کے آخر میں آمین کہتے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو بھی اسی کا حکم دیا تھا۔

عہدِ نبوی میں عرب بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مزاج یہ نہیں تھا کہ وہ ہر بات کی کرید کریں۔ البتہ عجمی لوگ، جو بال کی کھال اتارتے ہیں، جب اسلام میں کثرت سے داخل ہوئے تو ان لوگوں نے صحابہ کرام سے ان حروف کے بارے میں سوالات کیے تو صحابہ نے لوگوں کو اِسلام سے مانوس رکھنے کے لیے ان حروف کا کوئی نہ کوئی مطلب بیان کر دیا۔ ان حروف کے بارے میں جو عقیدہ رکھنا چاہیے انہوں نے اکثر وہی بیان کیا۔ جن علماء نے حروف مقطعہ کے معانی ومطالب بیان کرنے کے لئے قیاس آرائیاں کی ہیں ان میں بھی شدید اختلافات اور تضادات پائے جاتے ہیں۔ نیز وہ اپنے بیان کردہ معانی پر غیر مطمئن بھی نظر آتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں درجِ ذیل حروف کے معانی ذکر کیے ہیں:

الم، ٓ، ل، م، الر، ص، س، طه، طسم، ح، ع، ق، ن، ی، یس، ك

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علوم مجھ پر الہام ہوئے ان میں سے ایک حروفِ مقطعات کا علم بھی ہے۔ ان حروف کے معانی کی بحث کو سمیٹتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مختصر یہ کہ حروف مقطعات کے مذکورہ معانی میرے دل پر القاء (Reveal) ہوئے ہیں۔ ان کا تعلق ذوق اور وجدان (Intution) سے ہے۔ ان معانی کو اَلفاظ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ ہم نے ان حروف کے معانی کو جن الفاظ سے بیان کر دیا ہے وہ الفاظ بھی اصل حقیقت کو پوری طرح ظاہر کرنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ کئی لحاظ سے اپنے حقیقی مفہوم کے ہی الٹ ہوں۔ (ص: ۱۸۰۔۱۹۰، ط: مکتبہ قرآنیات، لاہور)

اس بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے الفوز الکبیر کے مترجم لکھتے ہیں:

حروف مقطعات کی اس پوری تشریح سے مترجم کو شدید اختلاف ہے۔ کاش! شاہ صاحبؒ یہ فضول بحث لکھنے کی زحمت نہ فرماتے۔ (ایضاً)

ان حروف سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین اور علماء کا شدید اختلاف ہے۔ امام رازی نے اکیس اقوال ذکر کیے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ یہ سورتوں کے نام ہیں۔

۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے مختلف حصے ہیں۔

۴۔ یہ قرآن کے نام ہیں۔

۵۔ ان میں ہر ایک اللہ تعالیٰ کے کسی اسم اور صفت پر دلالت کرتا ہے، مثلاً ا سے احد، اول، ا خر، ل سے لطیف اور م سے ملک، مجید اور منان

۶۔ بعض اللہ کے اسمائے ذات پر اور بعض اسمائے صفات پر دلالت کرتے ہیں۔

۷۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت پر دلالت کرتا ہے۔

۸۔ بعض نام اللہ پر جبکہ بعض غیر اللہ کے اسماء پر دلالت کرتے ہیں۔

۹۔ ہر حرف کسی ایک فعل پر دلالت کرتا ہے۔

۱۰۔ اعجاز القرآن کو ظاہر کرنے کے لیے یہ حروف استعمال کیے گئے ہیں تاکہ کفار پر حجت قائم ہو۔

۱۱۔ حروف کی پہچان کے بعد مرکبات کی تعلیم دی گئی ہے۔

۱۲۔ قرآن سننے کی طرف متوجہ کرنے کے لیے سورتوں کے شروع میں یہ حروف استعمال کیے گئے ہیں۔

۱۳۔ ہر حرف کے ذریعے مختلف اقوام کے باقی رہنے کی مدت بیان کی گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ پہلے کلام کو منقطع کرنے اور نئے سرے سے سلسلہ شروع کرنے کے لئے یہ حروف استعمال ہوئے جیسا کہ عربوں کا دستور تھا۔

۱۵۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ثنا بیان کی ہے۔

۱۶۔ اللہ نے ان حروف کی قسم اٹھائی ہے کہ یہ وہی کتاب ہے جو لوحِ محفوظ میں ہے۔

۱۷۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو پیغمبر کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۸۔ یہ حروف شروع میں بیان کئے گئے ہیں تا کہ واضح ہو کہ قرآن قدیم نہیں ہے۔

۱۹۔ الم کا معنی ہے کہ یہ کتاب تم پر نازل کی گئی ہے جبریل ایک زائر کی طرح آتے۔

۲۰۔ الف اس بات کا اشارہ ہے کہ شریعت کی پاسداری کی جائے اور اس پر استقامت اختیار کی جائے۔

۲۱۔ الم میں الف حلق کے نچلے حصے سے ادا ہوتا ہے اور یہ حروف کا سب سے پہلا مخرج ہے۔ لام زبان کی ایک طرف سے ادا ہوتا ہے اور یہ مخارج کا وسط ہے، اور میم ہونٹ سے ادا ہوتا ہے اور یہ آخری مخرج ہے۔ جو اس طرف اشارہ ہے کہ اول، درمیان اور آخر سب موقعوں پر بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ﴾ (۵۱/ الذّٰریٰت: ۵۰)

"دوڑو اللہ کی طرف۔" (کبیر)

ان اقوال میں سے بعض تو صریحاً غلط ہیں۔ غلط ہونے کی نشاندہی حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے کی ہے۔ جو اَقوال بظاہر صحیح معلوم ہوتے ہیں ان کے لئے بھی کوئی ٹھوس اور فیصلہ کن دلیل موجود نہیں، بعض لوگوں نے اسے عربی زبان کا عام اسلوب قرار دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک حرف اللہ تعالیٰ کے کسی اسم سے ماخوذ ہے۔ یہ بات کہ کلمہ کے کسی جز پر اکتفا کر دیا جائے عربی زبان دانی میں ایک مشہور امر ہے، چنانچہ شاعر لکھتا ہے:

قلت لها قفي فقالت ق یعنی وقفت میں نے اس سے کہا کہ ٹھہر جاؤ تو اُس نے کہا: ق یعنی (میں ٹھہر گئی۔)

اور بالخیر خیراۃ وان شرا فا یعنی وان شرا فشر (اگر شر چاہو تو شر ہوگا۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا ارید الشر الا ان تا یعنی الا ان تشاء (لیکن تم اگر چاہو۔)

اور ایک شاعر کہتا ہے:

ناداھم الا الحمو الا تا قالوا جمیعا کلھم الا فا

اس الا فا اور الا تا سے الا ترکبون اور الا فارکبوا مراد ہے۔ (الاتقان)

اکثر علماء نے یہ موقف پسند کیا ہے کہ ان حروف کے ذریعے عربوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ دیکھو یہ قرآن اِنہی حروف سے جُڑ کر بنا ہے جو تم خود استعمال کرتے ہو، اگر تم کہتے ہو کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب قرآن خود بناتے ہیں تو تم بھی ان حروف کو جوڑ کر اِس جیسا فصیح و بلیغ کلام بنا لو جبکہ تم فصاحت و بلاغت کے اصولوں سے بھی خوب واقف ہو!

متشابہات (جن کا ایک حصہ حروفِ مقطعہ ہیں) کی قرآن میں موجودگی کے کئی ایک فوائد کی نشاندہی بھی بعض مفسرین نے کی ہے۔ ایک فائدہ یہ ہے کہ ایسے متشابہات کے ساتھ بندوں کی آزمائش کی گئی ہے تاکہ وہ ان کی حد پر آکر ٹھہر رہیں۔ ان کے بارے میں توقف کریں، ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اپنے قصورِ فہم کا اعتراف کرتے ہوئے احکامِ الٰہی کو تسلیم کر لیں اور تلاوت کی جہت سے ان کی قراءت ویسی ہی شمار کریں جیسی کہ منسوخ کی تلاوت داخلِ عبادت ہے گو اِس کا حکم نافذ نہیں۔ (ایضًا)

ان حروف کے ذریعے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے آنے والی ہر بات پر اٰمنا و صدقنا کہنے کی مشق بھی کروائی گئی ہے۔ اہلِ ایمان کو بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ درجِ ذیل حدیث سے بھی ایسی ہی تعلیم ملتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ ۗ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۸٤)

''اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو وہ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ، اللہ اس پر تمہارا محاسبہ کرے گا۔''

تو یہ آیت صحابہ پر بہت گراں گزری۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! ہمیں (بہت سے) اعمال کا مکلّف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(پابند) کیا گیا جن کی (ادائیگی کی) ہم طاقت رکھتے ہیں، (جیسے) نماز، جہاد، روزہ اور صدقہ۔ اور (اب) آپ پر یہ (مذکورہ) آیت نازل ہوئی ہے، یہ ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴿سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ بَلْ قُوْلُوْا: ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾))

''کیا تم اس طرح کہنا چاہتے ہو، جس طرح تم سے پہلے دو اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہا تھا: ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔ (٤/ النساء: ٤٦) بلکہ تم کہو: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ہمارے رب! ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف ہی پھرنا ہے۔'' (٢/ البقرة:٢٨٥)

جب لوگوں نے آپ کے بتلائے ہوئے کلمات پڑھے اور ان کے ساتھ ان کی زبانیں رواں ہوگئیں تو اللہ نے اس کے بعد یہ نازل کر دیا:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ .....﴾

(٢/ البقرة:٢٨٥)

''رسول اور مومنین اس وحی پر ایمان لائے جو رسول کی طرف نازل کی گئی۔ سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان (بھی) تفریق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا، ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

جب انہوں نے ایسا کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت (کے اس حصے) کو (جو اُن پر گراں گزر رہا تھا) منسوخ کر دیا اور (اس کی جگہ) یہ نازل کر دی:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ﴾ (٢/ البقرة:٢٨٦)

''اللہ کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو اچھے کام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا، اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو برے کام کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ ہمارے رب! ہماری بھول اور خطا پر ہماری گرفت نہ کرنا۔"

اللہ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

﴿ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ ﴾

(۲/ البقرۃ:۲۸۶)

"ہمارے رب! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈالنا جس طرح تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔"

اللہ نے فرمایا: ہاں۔

﴿ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۸۶)

"اور ہمیں معاف کر دے، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تُو ہی ہمارا کارساز ہے، پس تُو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں۔ (مسلم، الایمان، ح: ۱۲۵؛ مسند احمد ۲/ ۴۱۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

یہ ❶ وہ کتاب ہے ❷ جس میں ذرا سا بھی شک نہیں، ❸ یہ پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ ❹

---

❶ ذلك اور اسی طرح تلك اسم اشارہ بعید ہیں مگر کبھی کبھی ھذا اور ھذہ یعنی اسم اشارہ قریب کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں جیسا کہ درجِ ذیل آیات میں اسمِ اشارہ بعید کو اسمِ اشارہ قریب کے طور پر استعمال کیا گیا ہے:

﴿ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ ﴾ (٦٠/ الممتحنة: ١٠) مراد ہے: یہ اللہ کا حکم ہے.....

﴿ وَجَاۗءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ ﴾

(٥٠/ ق: ١٩)

﴿ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ ﴾

(٢/ البقرة: ٧٣)

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ ﴾ (٦/ الانعام: ٨٣)

﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ ﴾ (٢/ البقرة: ٢٥٢)

﴿ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (٢٠/ طٰہٰ: ١٧)

مذکورہ بالا آیات میں ذٰلِكَ اور تِلْكَ اسم اشارہ قریب کا مفہوم ادا کرتے ہیں، اسی طرح ذٰلِكَ الْكِتٰبُ بھی هٰذَا الْكِتٰب کے معنیٰ میں ہے۔

❷ ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ﴾ سے قرآن مراد ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں:

یہاں کتاب سے قرآن مراد ہونے پر مفسرین کا اتفاق ہے۔ الکتاب اسماء القرآن میں سے ایک نام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ﴾ (٧/ الاعراف: ٢)(کبیر)

یہاں الکتاب سے قرآنِ مجید مراد لینے کے بہت سے قرائن موجود ہیں۔ یہاں الکتاب سے شک کی نفی کی گئی ہے دوسرے مقامات پر اُس کتاب سے شک کی نفی کی گئی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو خاتم الانبیاء ﷺ پر نازل ہوئی ہے جیسا کہ ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ...... وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... ﴾ سے ظاہر ہے۔ پھر اسی کتاب کے تذکرے میں ﴿ ءَاَنْذَرْتَ ﴾ اور ﴿ اَمْ لَمْ تُنْذِرْ ﴾ حاضر کے صیغے صاحبِ قرآن سیدنا محمد ﷺ کے لئے استعمال کیے گئے ہیں۔ نیز مطلقاً اور بغیر کسی اضافت کے الکتاب کا لفظ قرآنِ مجید میں منزل من اللہ کتب میں سے قرآن کے لئے ہی استعمال کیا گیا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کتاب سے مراد قرآنِ مجید ہے جن لوگوں نے کہا ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ﴾ کا اشارہ تورات اور انجیل کی طرف ہے انہوں نے انتہائی بھول بھلیوں کا راستہ اختیار کیا، بڑی تکلیف اٹھائی اور خواہ مخواہ بلاوجہ وہ بات کہی جس کا انہیں علم نہیں۔ (ابن کثیر ۱/ ۱۵۲)

نکتہ: الکتاب کا مشار الیہ ہونا اور خود لفظ الکتاب عہدِ نبوی میں کتابتِ قرآن کی دلیل بھی ہے۔

3 ﴿ لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ایک معنی تو یہی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ الٓمّٓ ۚ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ ﴾

(۳۲/ السجدۃ: ۱۔۲)

”الم۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔“

شک کرنے والے اپنی کج فہمی اور کور ذوقی کی وجہ سے ہر زمانے میں شکوک وشبہات میں مبتلا رہے مگر اس کتاب کے جملہ مضامین مبنی برحقیقت ہیں۔ یہ کتاب فصاحت وبلاغت کے اس اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہے کہ عرب فصاحت کی آخری حدود کو چھونے کے باوجود اس کے مقابلے کی ایک چھوٹی سی سورت بھی نہ بنا سکے۔ کسی بھی عاقل کو زیب نہیں دیتا کہ وہ قرآن میں شک کرے۔ یہ کتاب ایسی ہے کہ عقل وخرد کو کام میں لانے والا شخص واللہ ما

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھذا قول البشر کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔
دوسرا مسئلہ وقف کا ہے۔ بعض قراء (نافع وعاصم) لَا رَیْبَ پر وقف کرتے ہیں اور ﴿فِیْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ کو الگ جملہ پڑھتے ہیں لیکن ﴿لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ﴾ پر ٹھہرنا بہت بہتر ہے کیونکہ یہی مضمون سورۃ السجدۃ (آیت: ۲) میں موجود ہے۔ (سورۃ السجدۃ میں لَا رَیْبَ پر وقف ہو ہی نہیں سکتا۔ مؤلف) اور اس میں بہ نسبت ﴿فِیْهِ هُدًى﴾ کے زیادہ مبالغہ ہے۔ (ابن کثیر: ۱/ ۱۵۳)
﴿لَا رَیْبَ ۛ فِیْهِ ۛ﴾ پر وقف کی صورت یہ کتاب فی نفسہ ہدایت قرار پاتی ہے۔ قرآن کو دوسرے مقامات پر جو نور اور ہدایت کہا گیا ہے وہ بھی اسی وقف کی تائید کرتے ہیں۔
4 تقویٰ کا لفظی مفہوم بچاؤ اختیار کرنا ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا ہے تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچ سکے نیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا بھی تقویٰ ہے تاکہ اطاعت گزار جہنم سے بچاؤ اختیار کرے۔ کئی صحابہ کرام نے تقویٰ کو کانٹے دار راستے کی مثال سے واضح کیا ہے۔ تقویٰ کا لفظ قرآنِ مجید میں مختلف معانی؛ نافرمانی سے بچنا (۲/ البقرۃ:۱۸۹)، عبادت (۱۶/ النحل:۵۲)، توحید (۴/ النساء: ۱۳۱، ۴۹/ الحجرات: ۳)، توبہ (۷/ الاعراف: ۹۶) اور اخلاص (۲۲/ الحج: ۳۲) وغیرہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔
﴿الْمُتَّقِیْنَ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عذابوں سے ڈر کر ہدایت نہیں چھوڑتے اور اس کی رحمت کی امید رکھ کر اُس کی طرف سے جو نازل ہوا اُسے سچا جانتے ہیں۔
سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال کیا گیا تھا، یہاں اس سوال کا جواب ہے کہ قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے۔

قرآن کن لوگوں کے لیے کتابِ ہدایت ہے؟

قرآنِ مجید اصلاً ہدایت تو تمام بنی آدم کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (۱۰/ یونس:۵۷)
”لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے اور راہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔"

مگر عملاً اس سے ہدایت لینے والے متقین ہیں۔ بہت سی آیات میں ہدایت کو محسنین، متقین اور مومنین کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی چند آیات درج ذیل ہیں:

﴿ الٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

(۳۱/ لقمٰن: ۱۔۳)

"الم۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں جو نیکو کاروں کے لیے رہبر اور (سراسر) رحمت ہے۔"

﴿ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ ﴾ (۴۱/ حم السجدۃ: ۴۴)

"اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گئیں! یہ کیا کہ عجمی کتاب اور عربی رسول؟ آپ کہہ دیجیے یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے۔"

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ ﴾ (۱۷/ بنی اسراء یل: ۸۲)

"یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔"

شیخ عبدالرحمٰن ناصر سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ کتاب فی نفسہ ہدایت تو تمام خلقت کے لئے ہے مگر اشقیاء (بدبختوں) نے اس طرف توجہ نہیں دی اور نہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا تو اُن پر حجت پوری ہوگئی، انہوں نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ البتہ متقین نے حصولِ ہدایت کا سب سے بڑا ذریعہ اختیار کیا وہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ اس چیز کو اختیار کیا جائے جو اُسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب سے بچائے، احکامِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کیا جائے اور منہیات سے اجتناب کیا جائے۔ تو ایسے لوگوں کے لئے قرآن ہدایت ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انہوں نے اس سے حقیقی استفادہ کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا ﴾

(۸/ الانفال:۲۹)

''ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا۔''

متقین ہی درحقیقت قرآنی اور کونی آیات سے فائدہ اٹھانے والے ہیں۔

(تیسیر الکریم الرحمن)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہاں ہدایت سے مراد خاص ہدایت مطلوب (منزلِ مقصود) تک پہنچانے کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ ﴾ (۵/ المائدۃ:۱۶)

''جس کے ذریعے سے اللہ انہیں، جو رضائے رب کے درپے ہوں، سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے۔''

'راستہ دکھانے' کے معنی میں قرآن ہر انسان کے لئے ہدایت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ هُدًى لِلنَّاسِ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۸۵)

''ہدایت ہے لوگوں کے لئے۔'' (تفسیر القرآن بکلام الرحمن)

نکتہ: امام رازی ﴿ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ﴾ اور ﴿ هُدًى لِلنَّاسِ ﴾ کی روشنی میں ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ متقین ہی دراصل انسان ہیں اور جو متقی نہ ہو گویا کہ وہ انسان ہی نہیں۔ (کبیر)

جو قرآن سے ہدایت نہ لے وہ انسان کہلوانے کا ہرگز حقدار نہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن میں ﴿ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۶) اور ﴿ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ ﴾ (۹/ التوبۃ:۱۲۵) فرمایا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ

جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، (1) نماز قائم رکھتے ہیں (2) اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (3)

---

(1) **ایمان**: لغت میں ایمان سے مراد تصدیق ہے۔ غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی خبر اللہ کے رسول ﷺ نے دی ہے اور اس تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ جیسے علاماتِ قیامت، عذابِ قبر، حشر نشر، پل صراط، وزنِ اعمال، جنت اور جہنم، ایمان کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے:

((اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ))

(مسلم، الایمان، بیان الایمان والاسلام.....ح:۸)

''(ایمان یہ ہے) کہ تُو ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یومِ آخرت پر، اور یہ کہ تُو ایمان لائے تقدیر کے خیر و شر پر۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لغت میں ایمان کہتے ہیں سچا مان لینے کو، قرآن میں بھی ایمان اس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (۹/ التوبۃ:۶۱)

''اللہ کو مانتے ہیں اور ایمان والوں کو سچا جانتے ہیں۔''

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا:

﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ (۱۲/ یوسف:۱۷)

''آپ ہم پر یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں۔''

اسی طرح ایمان جب اعمال کے ذکر کے ساتھ ملا ہوا ہو تو یقین کے معنیٰ میں آتا ہے۔ جیسے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ﴾ (۱۰۳/ العصر:۳)

ہاں جس وقت اس کا استعمال مطلق ہو تو ایمان شرعی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے وہ مراد ہوتا ہے جو اعتقاد، قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ (ابن کثیر ۱/ ۱۵٤)

قرآنِ مجید میں ایمان کی نسبت دل کی طرف کی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ﴾ (٤٩/ الحجرات:١٤)

''ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

﴿ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ﴾ (٥/ المائدة:٤١)

''انہوں نے اپنے منہ سے کہا کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔''

﴿ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ﴾ (١٦/ النحل:١٠٦)

''اور اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔''

﴿ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ ﴾ (٤٩/ الحجرات:٧)

''اور اس نے ایمان کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔''

ایمان کے لئے صرف زبان سے اقرار کافی نہیں اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ﴿ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ (۲/ البقرة:۸) کہا تھا ﴿ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴾ (۲/ البقرة:۸) (وہ قطعاً مومن نہیں) نہ فرماتے۔ اور نہ منافق ﴿ نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ﴾ (٦٣/ المنافقون:١) کہنے میں جھوٹے قرار پاتے۔ ایمان کے لئے زبان کے اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے تصدیق بھی ضروری ہے۔ ہاں دل کی تصدیق بھی کافی نہیں زبان سے اقرار بھی لازم ہے۔ اگر زبان سے اقرار ضروری قرار نہ دیا جائے تو فرعون اور آلِ فرعون کو مومن قرار دینا پڑے گا کیونکہ ان کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ﴾

(٢٧/ النمل:١٤)

''انہوں نے ظلم و سرکشی سے اُن (آیات) کا انکار کیا تھا مگر اُن کے دلوں کو اُن پر یقین تھا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ نبوی میں بھی بعض لوگ ایسے تھے جو آپ ﷺ کے دین کو سچا دین ماننے کے باوجود ایمان کی شہادت نہیں دیتے تھے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔

غیب پر ایمان: ہر وہ چیز جو نظروں سے اوجھل ہو غیب (Unseen) کہلاتی ہے۔ بالغیب کا ایک مفہوم تو وہ ہے جو ابو مسلم اصفہانی نے اختیار کیا ہے۔ یعنی متقین جس طرح حالت غیبی میں اللہ پر ایمان کا اعلان کرتے ہیں اسی طرح حالتِ حضوری میں بھی وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ کہ منافقین کی طرح کہ جن کی حالت یہ تھی:

﴿ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۖ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ ۙ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ ۙ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱٤)

''اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے۔ اور جب وہ اپنے شیطانوں (سرداروں) کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں تو (ان سے) کہتے ہیں: ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو (مسلمانوں کا) مذاق اڑانے والے ہیں۔''

بِالْغَيْبِ کا یہی مفہوم اس آیت میں ہے:

﴿ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ ﴾ (۱۲/ یوسف:۵۲)

''(عزیزِ مصر کی بیوی نے کہا) یہ اس لئے ہے تاکہ وہ جان لے کہ میں نے اس کی در پردہ خیانت نہیں کی۔'' (کبیر)

بِالْغَيْبِ کا اس جیسا مفہوم ان آیات سے بھی نکلتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ ﴾

(٦٧/ الملک:۱۲؛ ۳۵/ فاطر:۱۸؛ ۲۱/ الانبیاء:٤٩)

''جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں۔''

﴿ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ ﴾ (۵۰/ ق:۳۳)

''جو شخص اللہ سے در پردہ ڈرے۔''

اکثر صحابہ اور تابعین کے نزدیک غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیزیں ہیں جو نظروں سے اوجھل ہیں جیسے جنت دوزخ وغیرہ اور وہ امور جو قرآن میں مذکور ہیں۔ (ابن کثیر ۱/ ۱۵۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو لوگوں سے اوجھل ہیں یعنی اللہ تعالیٰ، فرشتے اور جنت کی نعمتیں، جس کی دلیل فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ ﴾ (۵۷/ الحدید:۳)

''وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔''

﴿ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ ﴾ (۲۵/ الفرقان:۲۲)

''اس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے۔''

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ ﴾ (۳۲/ السجدۃ:۱۷)

''کوئی شخص اسے نہیں جانتا جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے (جنت میں) چھپا کر رکھی گئی ہے۔'' (تفسیر القرآن بکلام الرحمن)

ایمان بالغیب متقین کی پہلی صفت ہے۔ غیب پر ایمان نہ لانے والا قرآنی ہدایت سے مستفید نہیں ہوسکتا۔

2 نماز قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟ اقامۃ الصلاۃ سے مراد نماز کو اُس کے ارکان، سنن، ہیئت کے ساتھ اس کے وقت پر ادا کرنا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کے مطابق الصلوۃ سے مراد پانچوں نمازیں ہیں۔

قرآنِ مجید (سورۃ الکوثر، العلق، القیامۃ اور النسآء وغیرہ سورتوں) میں نماز پڑھنے کا حکم اور تذکرہ بھی موجود ہے مگر قرآنِ حکیم میں زیادہ تر اقم، اقیموا، یقیمون اور المقیمی، المقیمین جیسے الفاظ نماز کی پابندی کے لئے استعمال کیے گئے ہیں۔ اقامۃ الصلاۃ سے مراد نماز کو تمام ارکان و شرائط اور آداب کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ نمازِ خوف کے ضمن میں ﴿ لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ ﴾ (۴/ النساء:۱۰۲) کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ (۴/ النساء:۱۰۳)

''پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اُٹھے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے رہو اور جب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطمینان پاؤ تو نماز قائم کرو! یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔''

نماز قائم کرنے کو نماز کی محافظت سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

(الانعام:۹۲؛ المؤمنون:۹؛ المعارج:۳٤ اور البقرة:۲۳۸)

تمام نمازوں کو وقت پر، باجماعت، تعدیلِ ارکان کے ساتھ، سنت کے مطابق اور ہمیشہ ادا کرنا اقامتِ صلوٰۃ ہے۔

اسی طرح نماز میں صفیں درست اور سیدھی کرنا اقامتِ صلوٰۃ کا حصہ ہے۔

(بخاری، الاذان، اقامة الصف.....ح:۷۲۳)

انس فرماتے ہیں: جب نبی ہمیں صفیں درست کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں ہر نمازی اپنا پاؤں اور کندھا ساتھ والے کے پاؤں اور کندھے کے ساتھ چپکا دیتا تھا۔

(ایضاً، الزاق المنکب.....ح:۷۲۵)

3 ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝﴾ سے مراد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک زکوٰۃ ہے۔ امام ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا حکم عام ہے۔ زکوٰۃ اور دیگر نفقات بھی اس میں شامل ہیں اور یہی بات حق ہے۔ رشتہ داروں اور دیگر لوگوں پر خرچ کرنے نیز فرض و نفل سب صدقات کو بلاتفریق شامل ہے۔ (جامع البیان: ۱/ ۱۹۵)

متقین کی ایک صفت انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ انفاق اپنے عموم کے اعتبار سے فرض و نفل سب کو شامل ہے۔ مگر قرآنِ مجید میں نماز کے بعد انفاق سے مراد زکوٰۃ ہوتی ہے۔ بہت سے مقامات پر صلوٰۃ کے بعد الفاظ بھی زکوٰۃ کے آئے ہیں۔

(الانفال:۲؛ البقرة: ٤۳، ۸۳۔۱۱۰، ۱۷۷، ۲۷۷؛ المائدة:۱۲، ۵۵؛ التوبة: ۵، ۱۱، ۱۸، ۷۱؛ مریم:۳۱، ۵۵؛ الحج:٤۱، ۷۸؛ النور: ۵٦؛ النمل:۳؛ لقمٰن:٤؛ الاحزاب:۳۳؛ المجادلة: ۱۳؛ المزمل:۲۰؛ البینة:۵؛ المؤمنون:۲۔٤)

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قرآنِ کریم میں اکثر جگہ نماز کا اور مال خرچ کرنے کا ذکر ملا جلا آتا ہے۔ اس لئے کہ نماز اللہ کا حق اور اس کی عبادت ہے جو اُس کی توحید، اس کی ثناء، اس کی بزرگی، اس کی طرف جھکنے، اس پر توکل کرنے، اس سے دعا کرنے کا نام ہے اور خرچ کرنا مخلوق کی طرف احسان ہے جس سے انہیں نفع پہنچے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے زیادہ حقدار اہل وعیال اور غلام ہیں۔ پھر دُور والے اجنبی۔ لہٰذا تمام واجب اخراجات اور فرض زکوٰۃ اس میں شامل ہے۔"

(تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۱۵۸)

خرچ کرنے کی تفصیلات بھی شریعت میں بیان کر دی گئی ہیں۔ یہاں ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ﴾ کی بجائے ﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ﴾ فرمایا۔ مِمَّا میں مِنْ (تبعیضیہ) اسراف و تبذیر سے بچنے کی علامت ہے۔ یعنی سارا مال خرچ نہیں کرتے بلکہ خرچ کرنے کے لئے کچھ مال مخصوص کر لیتے ہیں۔ (نیز دیکھیے سورۃ محمد: ۲۶۔۳۸)

رَزَقْنَا (ہم نے دیا) کہہ کر انفاق کو آسان کر دیا۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کر کے اجر بھی اللہ تعالیٰ سے لینے کی سوچ خرچ کرنے میں سہولت پیدا کر دیتی ہے۔

نکتہ: يُنْفِقُوْنَ سے کمیونسٹوں اور نجی ملکیت کے دیگر منکروں کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جس کی ذاتی ملکیت نہ ہو وہ خرچ کہاں سے کرے گا!

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا اور (اس پر) جو آپ سے پہلے اتارا گیا، [1] اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ [2]

---

[1] **وحی پر ایمان:** ﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں وہ اس میں آپ کو سچا مانتے ہیں۔ اور جو آپ سے پہلے پیغمبر لائے ہیں وہ اس کی بھی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ پیغمبروں میں (کسی کو مان کر اور کسی کا انکار کر کے) تفریق نہیں کرتے اور پیغمبر جو کچھ اپنے رب کی طرف سے لائے ہیں وہ ان کا انکار نہیں کرتے۔ (وہ رب کی سب باتوں کو مانتے ہیں۔)

اہلِ ایمان پہلے انبیاء ورسل پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آخری پیغمبر پر نازل شدہ وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں اس کا کئی مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ﴾ (۵/ المائدۃ:۵۹)

"آپ کہہ دیجیے! اے اہلِ کتاب! تم ہم سے صرف اس وجہ سے دشمنی کر رہے ہو کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری جانب نازل کیا گیا ہے اور جو کچھ اس سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں اور اس لئے بھی کہ تم میں اکثر فاسق ہیں۔"

اہلِ کتاب کی اکثریت گمراہ تھی البتہ قرآنِ مجید میں ان اہل کتاب کی تعریف کی گئی ہے جو پہلی شریعتوں پر ایمان لانے کے ساتھ شریعتِ محمدی پر بھی ایمان لے آئے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن:۱۹۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اہلِ کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور اس وحی پر جو تمہاری طرف نازل ہوئی اور اس وحی پر جو اِس سے پہلے ان کی طرف اتاری گئی، ایمان لاتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ (٢٨/ القصص:٥٢۔٥٤)

''جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت کی وہ تو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے، ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں۔ یہ اپنے کیے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا اَجر دیے جائیں گے۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

تین شخصوں کو دوہرا اَجر ملے گا: ایک وہ اہلِ کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لائیں اور مجھ پر بھی ایمان رکھیں.....

(بخاری، العلم، تعلیم الرجل امته واهله، ح:٩٧؛ مسلم، الایمان، وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ .....ح:١٥٤)

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ ﴾

(٤/ النساء:١٣٦)

''ایمان والو! اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اُس سے پہلے اس نے نازل کی ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان لاؤ! جو شخص اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کرے تو وہ تو بہت دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

گناہوں کی بخشش اور اصلاحِ احوال کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو ماننا ضروری ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ﴾

(٤٧/ محمد:٢)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد پر اتاری گئی ہے اور وراصل ان کے رب کی طرف سے حق بھی وہی ہے، اللہ نے ان کے گناہ دُور کر دیے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔''

(نیز دیکھیے العنکبوت:٤٦، المائدۃ:٦٨ اور البقرۃ:١٣٦، ٢٨٥)

عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی (م ١٣٧٥ھ) اپنی تفسیر میں ﴿ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن وسنت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (٤/ النساء:١١٣)

''اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا ہے۔''

نکتہ: ﴿ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ﴾ درحقیقت ﴿ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ ﴾ کو بھی شامل ہے مگر صراحت کے لئے ﴿ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ کا تذکرہ کیا گیا۔ ایمانیات کے بیان میں وَمَا يُنْزَلُ مِنْ بَعْدِكَ کا تذکرہ نہ کرنا محمد رسول اللہ ﷺ پر سلسلۂ وحی کے منقطع ہونے کا اشارہ ہے۔ بصورتِ دیگر بعدك کا تذکرہ انتہائی ضروری تھا۔

② آخرت پر ایمان: ﴿ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ کا معنی ہے کہ وہ بعث و قیامت، جنت وجہنم، حساب ومیزان الغرض آخرت سے متعلقہ تمام چیزوں پر بلا شک وشبہہ یقین رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی طرح نہیں جو آپ سے پہلے نازل کردہ وحی پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا اس کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو اِنسان کے لئے دارالعمل اور دارالامتحان بنایا ہے۔ موت و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیات کا یہ سلسلہ بے مقصد نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾

(۲۳/ المومنون:۱۱۵)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کر دیا اور تم ہمارے پاس نہ لوٹو گے؟''

منکرینِ آخرت اس دنیا کو بے مقصد سمجھتے ہیں، لہٰذا وہ ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

آخرت پر یقین اصلاحِ اعمال اور تعمیرِ کردار کا ضامن ہے۔ سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ متقین کی صفت ایمان بالآخرۃ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ صفت دنیا کو آخرت سے، آغاز کو انجام سے اور عمل کو جزا سے مربوط کر دیتی ہے۔ اس سے انسان میں شعور اجاگر ہوتا ہے کہ وہ پیدا کر کے بیکار نہیں چھوڑ دیا گیا، نہ اس کی تخلیق فضول اور بے مقصد ہے اور نہ اس کی زندگی بے نتیجہ۔ (فی ظلال القرآن)

اسی لئے تخلیقِ انسانی کے تذکرے کے بعد قرآنِ مجید میں اکثر آخرت کا تذکرہ کیا گیا ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ ﴾

(۸۰/ عبس: ۱۷-۲۲)

''انسان پر اللہ کی مار یہ کیسا ناشکرا ہے! اللہ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا۔ اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا، پھر اسے اندازہ پر رکھا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا۔ پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا۔ پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَفۡعَلُوۡنَ﴿۱۲﴾ (۸۲/ الانفطار:۶۔۱۲)

"انسان! تجھے اپنے ربِ کریم سے کس چیز نے بہکایا؟ جس (رب) نے تجھے پیدا کیا، پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر (درست اور) برابر بنایا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں بلکہ تم تو جزا و سزا کے دن کو جھٹلاتے ہو۔ یقیناً تم پر نگہبان معزز لکھنے والے مقرر ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔"

(نیز دیکھیے البروج :۱۳؛ الطارق:۵۔۱۰؛ التین؛ العلق :۱۔۸، اس طرح اور بھی بہت سی آیات ہیں۔)

نکتہ: یُوۡقِنُوۡنَ کی بجائے ھُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ کے اندازِ بیان (حصر) سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آخرت پر صحیح ایمان صرف مسلمانوں کا ہے جو مشرکین اور یہود کے عقیدہ شفاعت بالجاہ، عقیدہ کفارہ اور تناسخِ ارواح (آواگون رجونی چکر) پر یقین نہیں رکھتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے (ملی ہوئی) ہدایت پر ہیں [1] اور یہی ہیں فلاح پانے والے۔ [2]

---

[1] فطری ہدایت کافی نہیں: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ﴾ ان لوگوں کی حالت ہے جو تقویٰ، ایمان بالغیب اور فرائض کی ادائیگی وغیرہ سب کام کرتے ہیں۔ وہ اپنے رب کی طرف سے نور، دلیل، ثابت قدمی اور سچائی پر ہیں۔ یہ راست بازی اللہ تعالیٰ کی ان پر عنایت ہے اور اسی نے انہیں توفیق عطا کی۔

نکتہ ۱: مذکورہ بالا آیات اور اس آیت سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ فطری ہدایت کافی نہیں اور نہ محض اپنی عقل سے ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے بلکہ اللہ کی وحی ہی ہدایت کی ضامن ہے۔

نکتہ ۲: ﴿هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ﴾ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ہدایت صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی توفیق کے بغیر اگر ہدایت کا حصول ممکن ہوتا تو ﴿هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ﴾ کی بجائے ھدی من انفسھم کے الفاظ ہوتے۔

[2] فلاح کیا ہے؟ لغت میں فلح کا معنی پھاڑنا اور کاٹنا ہے، شاعر کہتا ہے۔

ان الحدید بالحدید یفلح

''لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔''

اسی سے فلاحة الارضین (کاشتکاری کے لئے زمین پر ہل چلانا) ہے۔ ابوعبید کہتے ہیں: اسی لئے کاشت کار کو فلاح کہتے ہیں۔ جس شخص کا نچلا ہونٹ واضح طور پر کٹا ہوا ہو اسے عربی میں افلح کہتے ہیں گویا کہ مفلح وہ ہے جس نے تمام دشواریوں کو عبور کر کے اپنا مقصود پالیا۔ لغت میں فلاح کا ایک معنی کامیابی اور بقا بھی ہے..... یعنی ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ کا مفہوم یہ ہے:

جنت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرنے والے اور اس میں باقی رہنے والے..... فلاح کا لفظ عرف میں مطلوب پانے اور مرہوب (جس سے آدمی ڈرتا ہے) سے بچنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۲۹۔۲۳۰)

بعض اہلِ لغت کہتے ہیں:

لیس فی کلام العرب کلمة اجمع للخیر من لفظ الفلاح

''کلام عرب میں خیر اور بھلائی کے لئے سب سے جامع لفظ ''فلاح'' ہے۔''

(قطف الازھار فی کشف الاسرار)

الْمُفْلِحُوْن سے مراد ہے جنت میں داخل ہونے والے اور دوزخ سے بچنے والے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝..... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ﴾ (۲۳/ المؤمنون:۱۔۱۱)

''مومن فلاح پا گئے.....یہی جنت الفردوس کے وارث ہیں۔''

(تفسیر القرآن بکلام الرحمن)

اہلِ ہدایت اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے کی وجہ سے نجات حاصل کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی ہر چاہت (Demand) پالینے والے ہیں۔

نکتہ۱: اُولٰٓئِكَ مکرر آنے سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح ہدایت ان (متقین) کے لئے مختص ہے اسی طرح فلاح بھی انہی کے ساتھ خاص ہے۔(قطف الازھار)

نکتہ۲: وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ کی بجائے اللہ تعالیٰ نے ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ فرمایا ہے، اس حصر کے بارے شیخ عبدالرحمٰن ناصر سعدی لکھتے ہیں:

فلاح کو اُن کے لئے خاص کیا گیا ہے کیونکہ ان کے راستے پر چلے بغیر فلاح کی کوئی سبیل نہیں۔اس راستے کے علاوہ تمام راستے بدبختی، ہلاکت اور خسارے کے راستے ہیں جو اپنے راہیوں کو تباہی و بربادی سے دوچار کرتے ہیں۔

(تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۝

بے شک وہ لوگ جنہوں نے انکار کر دیا، 1 آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں ان کے لئے یکساں ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ 2

---

1 کافر کون ہیں؟ حقیقی مومنوں کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ہدایت سے محرومی کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ انداز الایمان بین الخوف والرجاء کے نظریے کو اُجاگر کرنے کے لئے نہایت مفید ہے۔

جو لوگ نبی ﷺ کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی آیات بینات کے انکار پر اڑ گئے باوجود اس کے کہ ان پر حق واضح ہو چکا، شک دُور ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ آپ سچے ہیں، انہیں آپ کا ڈرانا ہرگز فائدہ نہیں دے گا کیونکہ وہ تو خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

کفر کا معنی پوشیدہ کرنا اور انکار کرنا ہے۔ حق چھپانے اور اس کا انکار کرنے والے ہدایت سے محروم ہی رہتے ہیں۔ مسلسل انکار، کتمانِ حق اور مخالفت پر کمربستہ رہنے کی وجہ سے قبولِ حق کی استعداد اور صلاحیت رفتہ رفتہ کم ہو کر بالکل ہی نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ حق سے کلیتاً محرومی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰیَةٍ حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۝ ﴾ (۱۰/ یونس:۹۶-۹۷)

''جن لوگوں پر اللہ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے اگرچہ ان کے پاس تمام آیتیں آ جائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھیں۔''

ایسے ہی سرکش اور ہٹ دھرم اہلِ کتاب کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَىِٕنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ ﴾

(۲/ البقرۃ:۱۴۵)

''ان اہلِ کتاب کے پاس اگرچہ تمام دلائل لے آؤ تاہم وہ تمہارے قبلے کو نہیں مانیں گے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو جو لوگ دلائلِ حق کے واضح ہو جانے کے بعد کفر جحود کا مظاہر کریں جیسے عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ اور ابولہب وغیرہ نے کیا تھا، ان جیسے مکدر دلوں والے ہدایتِ قرآنی سے کوسوں دُور رہتے ہیں۔ اس قماش کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ ۝ ﴾ (٤١/ حم السجدة: ٤-٥)

''پس اکثر لوگوں نے روگردانی کی پھر وہ سنتے ہی نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ ہے، اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے تو تُو اپنا کام کیے جا ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔''

2 ایسے لوگوں کے لیے انذار اور عدمِ انذار برابر ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ انہیں دعوت وارشاد نہ کیا جائے کیوں کہ منذِر (ڈرانے والے) کو دعوت وتبلیغ کا اجر وثواب ملتا رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ﴿ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ﴾ فرمایا ہے نہ کہ سواء علیك۔

نکتہ ۱: انذار کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے خلاف حجت پوری ہو جاتی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں روزِ قیامت وہ اپنا عذر بھی پیش نہیں کر سکیں گے۔ نیز منذِر اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

نکتہ ۲: یہاں انذار کا ذکر کیا گیا ہے، تبشیر (خوشخبری دینے) کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن کے لئے انذار مفید نہیں ان کے لئے تبشیر تو بدرجہ اولیٰ غیر مفید ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑ گیا) ہے، (1) اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ (2)

.....

(1) **دلوں اور کانوں پر مہر اور آنکھوں پر پردہ:** اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے لہٰذا وہ ہدایت کو نہیں دیکھتے، نہ وہ سنتے ہیں اور نہ سوچتے سمجھتے ہی ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

پے در پے گناہ دلوں پر غلاف ڈال دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان دلوں میں ایمان کے جانے اور کفر کے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن میں ران (المطففین:١٤)، طبع (النساء:١٥٥) اور اقفال (محمد:٢٤) کے الفاظ ہیں۔ ران طبع سے کم ہے اور طبع اقفال سے کم ہے، اقفال سب سے زیادہ ہے۔ پھر امام مجاہد نے اپنا ہاتھ دکھا کر کہا:

دل ہتھیلی کی طرح ہے اور بندے کے گناہ کی وجہ سے سمٹ جاتا ہے۔ پھر گناہ کیا تو دوسری انگلی بند ہو گئی یہاں تک کہ تمام انگلیاں بند ہو گئیں اور اب مٹھی بالکل بند ہو گئی جس میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح گناہوں سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ مہر لگ جاتی ہے پھر اس پر کسی طرح حق اثر نہیں کرتا۔ (ابن کثیر ١/ ١٦٣)

منکرین کے دلوں اور کانوں پر مہر کیوں لگائی گئی؟ اس اشکال کا جواب درج ذیل آیات سے مل جاتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ ﴾ (٦١/ الصف:٥)

"جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔"

﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝ ﴾ (٦/ الانعام:١١٠-١١١)

''ہم ان کے دلوں اور نگاہوں کو اُلٹ دیتے ہیں گویا کہ وہ سرے سے ایمان ہی نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی نازل کر دیتے اور ان سے مردے کلام بھی کرتے اور ہر چیز کو اُن کے سامنے لا اکٹھا کرتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ اللہ چاہتا (جبکہ جبری ایمان اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہیں) لیکن ان کی اکثریت جہالت کا مظاہرہ کرتی ہے۔''

﴿ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ ﴾ (٤/ النساء:١٥٥)

''بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان (دلوں) پر مہر لگا دی ہے۔''

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (٤٥/ الجاثية:٢٣)

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود علم (سمجھ بوجھ) کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟''

خواہش پرستوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے محروم کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ ﴾ (١٨/ الكهف:٢٨)

''اور اس کا کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے۔''

﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْفٰسِقُوْنَ﴾ (۵۹/ الحشر:۱۹)

''اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اس نے انہیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا اور ایسے لوگ ہی فاسق ہیں۔''

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً﴾

(۵/ المائدۃ:۱۳)

''پھر ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیے۔''

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا﴾

(۱۸/ الکہف:۵۷)

''اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے۔ بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ اسے نہ سمجھیں، اور ان کے کانوں میں گرانی ہے اگرچہ آپ انہیں ہدایت کی طرف بلاتے رہیں۔ لیکن یہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کے ارشاداتِ عالیہ کو خوب سمجھ لینے کے باوجود ہٹ دھرمی کرنے والے ضدی ہدایت نہیں پاتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (۷/ الاعراف:۱۰۰-۱۰۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور کیا ان لوگوں کو جو زمین کے وارث ہوئے وہاں کے لوگوں کی ہلاکت کے بعد (ان مذکورہ واقعات نے) یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے جرائم کے سبب انہیں ہلاک کر ڈالیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں، پس وہ نہ سن سکیں۔ ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے۔ تو جس چیز کو اُنہوں نے ابتدا میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اسے مان لیتے (ایسے ضدی نکلے)، اللہ اسی طرح کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔''

﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ ﴾

(٤٠/ المؤمن:٣٥)

''اللہ اسی طرح ہر ایک مغرور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

نکتہ: دل کے لئے آیت میں قلوب کا لفظ آیا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

القلب (دل) کے لئے کبھی الفؤاد اور الصدر کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾ (٢٥/ الفرقان: ٣٢)

''اسی طرح (قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا) تاکہ اس سے آپ کا دل مضبوط رکھیں۔''

﴿ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ ﴾ (٩٤/ الشرح:١)

''کیا ہم نے آپ کا سینہ (دل) کھول نہیں دیا۔''

دونوں آیات میں دل مراد ہے، کبھی قلب کا لفظ عقل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ ﴾ (٥٠/ ق:٣٧)

''اس میں ہر صاحبِ دل کے لئے عبرت ہے۔''

یہاں قلب سے مراد عقل ہے۔ کیونکہ قلب، بقول اکثر مفسرین، عقل کا محل (مرکز) ہے اور فواد قلب کا محل جبکہ صدر (سینہ) فواد کا محل ہے۔ واللہ اعلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۳۶)

((يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ))

(مسند احمد: ٤/ ١٨٢)

''دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔'' (آمین)

نکتہ۲: دلوں اور کانوں پر مہر جبکہ آنکھوں پر پردہ ڈالنے کا ذکر ہے۔ دل اور کان چونکہ تمام اطراف کا ادراک رکھتے ہیں اس لئے مہر (Seal) لگا کر ان کی صلاحیت کو سلب کر دیا گیا جبکہ آنکھوں پر صرف پردہ ہی ڈال دیا جائے تو اُن کا دیکھنے کا عمل رک جاتا ہے۔ اس لئے ہر عضو کے حسبِ حال الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تا کہ کلام علیٰ ما تعارف علیہ الناس ہو جائے۔

دل پر صرف پردہ ہو تو مقصود پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ اگر آنکھوں پر بھی مہر لگانے کا تذکرہ ہو تو سلبِ بصارت کی شدت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

﴿ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ ﴾

(١٦/ النحل: ١٠٨)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے۔''

نکتہ۳: غشاوۃٌ نکرہ ہے۔ اس کا نکرہ ہونا نوعیت کو ظاہر کرتا ہے یعنی یہ عجیب وغریب قسم کا پردہ ہے جس سے لوگ واقف نہیں ہیں کہ اس نے ایسی چیزوں کو ڈھانپ لیا جسے کوئی پردہ نہیں ڈھانپتا۔ (قطف الازھار)

2 آیت کے آخر میں کفار کے لئے عذاب عظیم کا ذکر ہے۔ عذاب وہ رنج والم ہے جو دنیوی راحتوں اور لذتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ عذاب کا لفظ نکرہ لایا جانا اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ یہ ایسا عذاب ہے جس کی حقیقت اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (٨)

اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں ہیں۔ (1)

---

(1) **ایمان کے دعویدار:** اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں پہلے حقیقی اہلِ ایمان کا تذکرہ کیا پھر ان کے بعد پکے کافروں کا۔ ازاں بعد منافقین کا تذکرہ کیا، جن کا شمار ان دونوں گروہوں میں سے کسی میں نہیں ہوتا بلکہ وہ تیسرا گروہ بن گئے۔ کیونکہ انہوں نے ظاہری طور پر پہلے گروہ (مومنین) کی موافقت کی لیکن باطنی طور پر انہوں نے دوسرے گروہ (منکرین) سے مطابقت کی۔

اس سورت کی ابتدائی پانچ آیات میں مخلص اہل ایمان کا تذکرہ تھا۔ آیت چھ اور سات میں پکے کفار کا بیان ہوا اور اب کفار کی ایک دوسری قسم منافقین کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ منافق ہوتے تو کافر ہی ہیں مگر وہ ایمان ظاہر کرتے ہیں، اس سے اس بد باطن گروہ کا مقصود دنیا پرستی اور فوائد و منافع کا حصول تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پریشان کرنے کے لئے سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے خفیہ جال بچھا دیے۔ یہ لوگ اسلام کی دن دگنی رات چوگنی ترقی کو دیکھ دیکھ کر حسد و بغض کی آگ میں جل رہے تھے۔ یہ اعتقادی منافق ہر وقت اسی ذہنی اذیت میں رہتے تھے کہ کہیں قرآن ان کے مخفی منصوبوں کو بے نقاب نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار ایسے حالات پیدا کیے تاکہ منافقین کی قلعی کھلتی رہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ﴾ (٩/ التوبة: ٦٤)

"منافقوں کو ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نازل نہ ہو جائے جو اُن کے دلوں کی باتیں انہیں (مسلمانوں کو) بتلا دے، کہہ دیجیے کہ تم مذاق اڑاتے رہو۔ یقیناً اللہ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔"

قرآن میں منافقین کی سزا کفار سے زیادہ سخت بیان ہوئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (٤/ النساء:١٤٥)

''منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔''

اس کی وجہ یہ ہے منافق تلبیس (حق و باطل کو خلط ملط کرنے) کا مرتکب ہوتا ہے۔ نیز کافر اپنے لئے جھوٹ کو پسند نہیں کرتا جبکہ منافق جھوٹ پسند کرتا ہے۔ علاوہ ازیں منافق دھوکا دہی کا مرتکب بھی ہوتا ہے جبکہ کافر کا کفر مخفی نہیں ہوتا۔

مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا میں مَنْ ایسا لفظ ہے جو واحد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ واحد کی مثال ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ﴾ اور جمع کی مثال ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ﴾ ہے۔ مَنْ لفظاً واحد جبکہ معنی کے اعتبار سے جمع ہوتا ہے۔ جب واحد استعمال ہوتا ہے تو مراد لفظ ہوتا ہے۔ جب جمع ہو تو مراد معنی ہوتا ہے۔ اس آیت ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا ..... ﴾ میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ کیونکہ فرمانِ الٰہی يَقُوْلُ واحد ہے جبکہ اٰمَنَّا جمع ہے۔ (کبیر)

﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ میں منافقین نے صرف دو ایمانیات پر ایمان لانے کا دعویٰ کیا ہے۔ ایمانیات میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ جس کا اللہ پر ایمان صحیح ہوگا وہ اس کی کتابوں اور رسولوں پر بھی ایمان لائے گا۔ اور جس کا آخرت پر ایمان ہوگا وہ اس کے لئے صالح اعمال کرے گا اور اصلاحِ احوال کے لئے فکرمند ہوگا۔

یہاں منافقین کے اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے کے دعویٰ کا ذکر ہے جبکہ ایک دوسرے مقام پر یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو رسول ماننے کی شہادت بھی منافقین نے دی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﴾

(٦٣/ المنافقون:١)

''منافق آپ کے پاس آ کر کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔''

شریعتِ مطہرہ میں ایمانیات پر جس طرح کا ایمان لانا مطلوب تھا ان کا ایمان اس طرح کا نہ تھا۔ منافقین کو اُن کے دعوئے ایمانی میں کاذب قرار دیا گیا کیونکہ وہ اقرار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باللسان تو کرتے تھے مگر تصدیق بالقلب سے عاری تھے۔

منافقین چونکہ قلبی تصدیق سے تہی دامن تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تاکیدی الفاظ سے ان کی تکذیب کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (۶۳/ المنفقون:۱)

''اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق بالیقین جھوٹے ہیں۔''

اور آیت مانحن فیہ میں فرمایا:

﴿ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

''وہ دراصل ایماندار نہیں۔''

نکتہ ۱: ﴿ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ میں قطعی طور پر ان کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ان کا ایمان تو دُور کی بات ہے ایمان نام کی کوئی شے سرے سے ان میں موجود ہی نہیں۔ ایسی ہی تاکیدی نفی اللہ کے اس فرمان میں بھی موجود ہے:

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ ﴾ (۵/ المائدۃ:۳۷)

''وہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں لیکن وہ ہرگز اس میں سے نہ نکل سکیں گے۔ ان کے لئے تو دوامی عذاب ہے۔''

نکتہ ۲: مذکورہ بالا آیت میں وما یخرجون منھا کی بجائے ﴿ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ﴾ فرمایا گیا جس میں زیادہ تاکیدی نفی موجود ہے۔ اسی طرح وما امنوا یا وما یؤمنون کی بجائے ﴿ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ فرمایا گیا۔

امام رازی نے ایک اشکال اور سوال کا جواب بھی دیا ہے۔ اشکال یہ تھا کہ منافقین اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے لیکن آپ ﷺ کی نبوت کے منکر تھے تو انہیں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ میں جھوٹا کیوں کہا گیا ہے؟ امام رازی لکھتے ہیں:

اگر ہم اس آیت کو مشرکین کے منافقین پر محمول کریں تو پھر تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ سے جاہل تھی اور قبروں سے جی اٹھنے کے منکر تھے۔ اگر ہم اہلِ کتاب کے منافقین پر، جو کہ یہودی تھے محمول کریں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے جھٹلایا ہے کہ یہودیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ایمان نہیں کہلاتا۔ کیونکہ وہ اسے ایک (مخلوقات کی مانند) جسم مانتے ہیں نیز انہوں نے کہا کہ عزیر علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ﴾

(۹/ التوبۃ:۳۰)

اسی طرح ان کا آخرت پر ایمان بھی ایمان نہیں کہلاتا۔ تو جب انہوں نے ﴿آمَنَّا بِاللَّهِ﴾ کہا تو اس میں ان کی خباثت دوگنا ہوگئی۔ کیونکہ بالقلب وہ باطل طریقے سے ایمان لاتے تھے اور مسلمانوں کو یہ باور کرواتے تھے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ پر تمہارے ایمان جیسا ایمان رکھتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ انہیں اس میں جھوٹا قرار دیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

(ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے) وہ اللہ اور اہلِ ایمان سے دھوکہ بازی کرتے ہیں حالانکہ وہ خود فریبی میں مبتلا ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ 1

---

1 **خود فریبی میں مبتلا لوگ**: جب ان منافقین نے اسے دھوکا دینا چاہا جسے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا تو گویا وہ خود فریبی میں مبتلا ہیں، دھوکا تو اس کے ساتھ ہوسکتا ہے جو پوشیدہ باتوں کو نہ جانتا ہو۔ اس کی وضاحت قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر یوں کی:

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ ﴾ (٤/ النساء:١٤٢)

''بے شک منافقین اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کی سزا دینے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً ان کے خفیہ منصوبوں اور تدبیروں کو بے نقاب کرتا رہتا:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝ ﴾ (٤٧/ محمد:٢٩۔٣٠)

''کیا ان لوگوں نے، جن کے دلوں میں بیماری ہے، یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ان کے کینے کو ظاہر ہی نہ کرے گا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان سب کو آپ کو دکھا دیتے پس آپ انہیں ان کے چہرے سے ہی پہچان لیتے، اور یقیناً آپ انہیں ان کی بات کے ڈھب سے پہچان لیں گے، اور تمہارے کام اللہ کو معلوم ہیں۔''

منافق لوگ اپنی منافقانہ روش سے اہلِ ایمان کو بھی زیادہ دیر تک جل نہیں دے سکتے۔ منافقت کا راز فاش ہونے پر ان کی رہی سہی عزت بھی خاک میں مل جاتی ہے۔ آخرت کی جو سزا ہے وہ تو ہے ہی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(٤١/ حم السجدة:٤٦؛ ٤٥/ الجاثية:١٥)

''جو نیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کے لئے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔''

ایک اور آیت میں ہے:

﴿ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ (٨/ الانفال:٧١)

''اور اگر وہ آپ سے خیانت کا سوچیں گے تو یہ تو اس سے پہلے اللہ کی خیانت کر چکے ہیں۔ آخر اس نے انہیں گرفتار کرادیا اور اللہ خوب علم وحکمت والا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴾ (٨/ الانفال:٦٢)

''اگر وہ آپ سے دغابازی کرنا چاہیں گے تو اللہ آپ کو کافی ہے۔ اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں کے ذریعے آپ کو تقویت دی ہے۔''

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی آیات سے ثابت کیا ہے کہ ان چالبازیوں کا نقصان ان چالبازوں کی طرف ہی پلٹتا ہے جیسا کہ

﴿ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ (٤/ النساء:٤٢)

﴿ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ (٢/ البقرة:١٥)

﴿ إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ ﴾ (٢/ البقرة:١٣)

﴿ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا ﴾ (٢٧/ النمل:٥٠)

﴿ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴾ (٨٦/ الطارق:١٦)

﴿ إِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ (٥/ المائدة:٣٣)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾ (٣٣/ الاحزاب:٥٧)

جیسی آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کا یہ فعل چاہے کسی کو دنیا میں دھوکہ دے بھی دے لیکن درحقیقت وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ اس میں اپنی بھلائی اور کامیابی چاہتے ہیں اور دراصل یہ سب ان کے لئے انتہائی برا عذاب اور غضبِ الٰہی ہوگا۔ جس کے سہنے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی۔ تو یہ دھوکا حقیقتاً ان پر خود وہاں ہوگا، وہ جس کام کا انجام اچھا جانتے ہیں وہ ان کے حق میں بہت برا ہوگا، ان کے کفر، شک اور تکذیب کی وجہ سے ان کا رب ان سے ناراض ہوگا لیکن افسوس! انہیں اس کا شعور ہی نہیں اور یہ اپنے اندھے پن میں ہی مست ہیں۔

(ابنِ کثیر: ۱/ ۱۶۷)

اسی مستی اور غفلت کی وجہ سے ان کے حواس محسوس چیزوں کا بھی شعور نہیں کرتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ (1) اللہ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دے (2) اور ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے لئے بہت تکلیف دہ عذاب ہے۔ (3)

---

(1) **دل کے مریض:** امراضِ قلب کی وجہ سے دل صحت واعتدال میں نہیں رہتا۔ یہ باطل شبہات اور مہلک شہوات ہیں۔ کفر، نفاق، شک اور بدعات سب شبہات کی بیماریاں ہیں۔ زنا، فحاشی، نافرمانی نیز ان افعال کا ارتکاب شہوات کی امراض ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ ﴾ (۳۳/ الاحزاب:۳۲)

''(کہیں ایسا نہ ہو) کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی بُرا خیال کرے۔''

(تیسیر الکریم الرحمن)

مسلم عورتوں کو جلباب (چادر) سے پردہ کرنے کا حکم دیا جس کا فائدہ ﴿ اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ ﴾ (۳۳/ الاحزاب:۵۹) بیان کیا۔ شہوات کے بیماروں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿ لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾

(۳۳/ الاحزاب:۶۰)

''اگر اب بھی یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ لوگ جو مدینے میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں، باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی تمہارے ساتھ اس (مبارک شہر) میں رہ سکیں گے۔''

منافقین کی مرض نفاق مشکل حالات میں عموماً زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔

(دیکھیے ۳۳/ الاحزاب:۱۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ اسلام کے غلبے سے انہیں سخت بے چینی ہوتی جس سے ان کی بیماری مخفی نہ رہتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ﴾ (۵/ المائدۃ:۵۲)

''آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ فتح دے دے۔ یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے۔ پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر (بے طرح) نادم ہونے لگیں گے۔''

2 اللہ کے رسول ﷺ پر نئی نئی نعمتیں ہونے اور بار بار اللہ تعالیٰ کے دنیوی اور دینی احسانات کی وجہ سے منافقین کی بیماری میں اضافہ ہوا۔ وہ شک وشبہہ کی زیادتی، یکے بعد دیگرے آنے والی حسرت وپشیمانی اور نفاق کی ترقی میں مبتلا ہو گئے۔

ظہورِ شوکتِ اسلام، ترقی ونصرت اہلِ اسلام اور احکامِ الٰہی کے یکے بعد دیگرے نزول کی وجہ سے ان کی کج بینی اور کج روی میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔ ان بیماروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ۝ أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝ ﴾ (۹/ التوبۃ:۱۲۵-۱۲۷)

''اور جن کے دلوں میں روگ ہے اس سورت نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھا دی اور وہ حالتِ کفر ہی میں مرے۔ اور کیا انہیں دکھلائی نہیں دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک بار یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں پھر بھی نہ توبہ کرتے اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔ اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تمہیں کوئی دیکھتا تو نہیں، پھر چل دیتے ہیں، اللہ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿هَآأَنْتُمْ أُولَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوٓا اٰمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۭ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾

(۳/ آل عمران:۱۱۹)

''(اگر عقلمند ہو تو غور کرو) ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، تم پوری کتاب کو مانتے ہو، (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟) یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصہ کے انگلیاں چباتے ہیں۔ کہہ دیجیے کہ اپنے غصے ہی میں مر جاؤ، اللہ دلوں کے راز کو بخوبی جانتا ہے۔''

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ﴿فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں:

یعنی قرآن ان کے کفر میں اضافے کا سبب بن گیا جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴾ (۱۷/ الاسراء: ۸۲)

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان اور کوئی اضافہ نہیں کرتا۔''

(تفسیر القرآن بکلام الرحمن)

منافقانہ حرکات سے نفاق میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی سزا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصّٰلِحِیْنَ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ۝ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۝ ﴾ (۹/ التوبة:۷۵۔۷۸)

’’ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم ضرور صدقہ وخیرات کریں گے اور ضرور نیکوکار ہو جائیں گے۔ لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا۔ پس اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اللہ سے ملنے کے دنوں تک، کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کا خلاف کیا اور اِس لیے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ اُن کے بھید اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور اللہ غیب کی تمام باتوں سے باخبر ہے۔‘‘

﴿ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ﴾ کو بعض نے انشائیہ جملہ قرار دیا ہے۔ اس صورت میں یہ منافقین کے لئے بددعا ہے۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ان کے لئے بددعا ہے، اس طرح آیت کا معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ ان کے شک ونفاق کو اُن کے کفر کے سبب زیادہ کرے۔

(الجامع لاحکام القرآن ۱/ ۲٤٤)

اسی طرح کی درجِ ذیل آیات بھی ہیں:

﴿ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ اِۨبْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ۝ ﴾ (۹/ التوبة:۳۰)

’’اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے۔ اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔‘‘

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ (٦٣/ المنٰفقون:٤)

''جب آپ انہیں دیکھ لیں تو ان کے جسم آپ کو خوشنما معلوم ہوں، یہ جب باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتوں پر (اپنا) کان لگائیں، گویا کہ یہ دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئیں لکڑیاں ہیں، ہر (سخت) آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی حقیقی دشمن ہیں ان سے بچو، اللہ انہیں غارت کرے کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر ہے:

﴿ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ ﴾ (٤/ النساء:١١٧۔١١٨)

''اور وہ تو سرکش شیطان کو ہی پکارتے ہیں اللہ اس پر لعنت نازل کرے۔''

ایک اور آیت میں ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (٩/ التوبة:٧٩)

''جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں، پس یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ بھی ان سے تمسخر کرے! انہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

﴿ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ﴾، ﴿ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ﴾ اور ﴿ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ ﴾ انشائیہ جملے ہیں۔

3 ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہوگا۔ عذاب کو الیم کہنے سے مقصود اس کی نوعیت اور شدت کو بیان کرنا ہے ورنہ سب عذاب تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

وہ ایمان کا دعویٰ تو کرتے تھے جبکہ درحقیقت وہ مومن نہیں تھے۔ یہ عذاب الیم ان کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کذب بیانی کی وجہ سے انہیں آخرت میں دیا جائے گا۔ منافقین مختلف مواقع پر دروغ گوئی سے کام لیتے تھے۔ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے۔

(۲/ البقرة:۸)

فسادی ہونے کے باوجود مصلح ہونے کا دعویٰ شدومد سے کرتے تھے۔ (ایضا:۱۱۔۱۲)

وہ مخلص اہلِ اسلام کو بیوقوف قرار دیتے حالانکہ منافقین خود بیوقوف تھے۔

(ایضاً:۱۳)

جب منافقین کے کرتوتوں کے سبب کوئی مصیبت آ پڑتی تو نبی اکرم ﷺ کے سامنے قسمیں کھا کر کہتے: ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی اور میل ملاپ ہی کا تھا۔ جبکہ ان کی دلی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی تھی۔ (٤/ النساء:٦٢۔٦٣)

فرمانبرداری کرنے کا اعلان کرتے مگر مشورے پیغمبر کے خلاف کرتے۔ (ایضاً:۸۱)

جہاد سے فرار کے لئے جھوٹ موٹ کہتے کہ اگر ہم صاحبِ استطاعت ہوتے تو ضرور اہلِ ایمان کے ساتھ مل کر جہاد کے لئے نکلتے۔ (۹/ التوبة:٤٢، ٩٠، ٩٤۔٩٦)

ڈرپوک ہونے کے سبب مسلمانوں سے قسمیہ کہتے کہ ہم تمہاری جماعت کے لوگ ہیں۔ (ایضاً:٥٦)

بُرے مقصد کے لئے انہوں نے مسجد ضرار بنائی مگر قسمیں اٹھا گئے کہ بجز بھلائی کے ہماری اور کوئی نیت نہیں۔ (ایضاً:۱۰۷)

اللہ و رسول کی باتوں کو مشکل حالات میں دھوکہ فریب کہتے۔ غزوہ احزاب میں لوگوں سے کہنے لگے چلو لوٹ چلو۔ اور کچھ یہ بہانہ کرنے لگے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ مگر منافقوں کا پختہ ارادہ فرار کا تھا۔ (۳۳/ الاحزاب:۱۲۔۱۳)

منافقین جھوٹ بولنے کے اس قدر عادی ہو گئے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹ بولنے لگیں گے مگر عذاب الیم، عذاب شدید اور عذاب مہین سے نہیں بچ سکیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ ﴾ (۵۸/ المجادلة:۱۴۔۱۸)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا؟ جنھوں نے اس قوم سے دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے، نہ یہ (منافق) تمہارے ہی ہیں نہ ان کے ہیں۔ باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں اللہ نے ان کے لیے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں بُرا کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، ان کے لیے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے ہاں کچھ کام نہ آئے گی۔ یہ تو جہنمی ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو اُٹھا کھڑا کرے گا تو یہ جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اس (اللہ) کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور سمجھیں گے کہ وہ بھی کسی چیز (دلیل) پر ہیں، یقین مانو کہ بے شک وہی جھوٹے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ ❶

....

❶ **فسادی**: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ منافقت، کفار کی دوستی، اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے سے برگشتہ کرکے فساد برپا نہ کرو، تمہارے ان افعال کی وجہ سے انسانوں کی ہلاکت اور گھروں کے اجڑنے کے سبب زمین کی ہر چیز فساد کا شکار ہو جاتی ہے۔

منافقین اپنے فسادی منصوبوں کی تکمیل کے دوران اپنے مصلح ہونے کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے تھے (کہ خواہ مخواہ اُن پر کسی کو شک گزرے) بلکہ باز پرس اور مؤاخذہ ہونے پر بڑی شد و مد سے اپنی صفائی پیش کرتے تھے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾﴾ (٤/ النساء:٦٢-٦٣)

"پھر کیا بات ہے کہ جب اُن پر اُن کے کرتوتوں کے باعث کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو پھر یہ آپ کے پاس آکر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف بھلائی اور میل ملاپ ہی کا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کا بھید اللہ پر بخوبی روشن ہے، آپ ان سے چشم پوشی کیجیے، انہیں نصیحت کرتے رہیے اور انہیں وہ بات کہیے جو اُن کے دلوں میں گھر کرنے والی ہو۔"

بعض دفعہ قسمیں کھا کر اپنی بات سے پھر جاتے تھے نیز اپنی قسموں کو ڈھال کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔

(دیکھیے التوبة:٧٤، ٩٤-٩٦، ١٠٧؛ المجادلة:١٤، ١٦، ١٨؛ المنٰفقون:٤)

عبداللہ بن ابی نے ایک غزوے میں نبی ﷺ اور مہاجرین کے بارے میں یاوہ گوئی کی جسے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن کر نبی ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ نے ابن ابی سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا مگر اللہ نے سورۃ المنافقون نازل کر کے اس کی خباثت کو طشت از بام کر دیا۔

(دیکھیے بخاری، تفسیر سورة المنافقون، ﴿اتَّخَذُوٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً﴾، ح:٤٩٠١)

منافقین زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے مگر ان کے دل میں کفر چھپا ہوتا۔ ظاہر و باطن کا تضاد بہت سی خرابیوں کا موجب ہے۔ جب بھی اللہ اور نبی ﷺ کی حکم عدولی ہوتی ہے تو فساد پھیلتا ہے۔ فساد کا سبب انسانوں کے اپنے اعمال ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ﴾

(٣٠/ الروم:٤١)

''خشکی اور تری میں لوگوں کی بدعملی کے باعث فساد پھیل گیا۔''

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی بھی فساد کا سبب ہے۔ شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝﴾ (٧/ الاعراف:٨٥-٨٦)

''میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں کم کر کے مت دو، اور روئے زمین میں، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ، یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔ اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والے کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو۔ اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا اور دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا!''

قرآن مجید نے کفار کی حمایت اور ان سے دوستی کرنے جبکہ اہلِ ایمان سے ترکِ موالات کو فسادِ کبیر کا باعث قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾ (۸/ الانفال:۷۳)

''کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۝۱۲ ﴾

سن لو! وہی تو فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں ۔ (1)

(1) جب اللہ نے انہیں فساد سے منع کیا تو اُنہوں نے اصلاح کرنے کی صفت کو صرف اپنے ساتھ مختص قرار دے لیا، اس پر اللہ نے ان کی سختی سے تردید کی۔ اہلِ حق کی دشمنی نیز انہیں اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے حقیقتاً وہی فسادی ہیں مگر جانتے نہیں ہیں۔

منافقین کی کذب بیانی اور شرارت اس حد تک بڑھ گئی کہ فساد کو اِصلاح کہنے لگے۔ انہوں نے ﴿ لَا تُفْسِدُوْا ﴾ (فساد نہ کرو) کے جواب میں لا نفسد (ہم فساد نہیں کرتے ہیں) نہیں کہا بلکہ کہنے لگے: ﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۝۱۱ ﴾ (ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔) اُنہوں نے ﴿ مُصْلِحُوْنَ ﴾ (Reformers) کہہ کر اِصلاح کرنے کی صفت کو اَپنی مستقل صفت کے طور پر بیان کیا۔ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہوں نے ﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۝۱۱ ﴾ کہہ کر اصلاح کرنے کو اَپنے لئے مختص کر لیا جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اہلِ ایمان اصلاح کرنے والے نہیں ہیں۔ اللہ نے ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ ﴾ سے ان کا دعویٰ الٹ دیا۔ اس شخص سے بڑا فسادی اور کون ہوگا جو آیاتِ الٰہی کا انکار کرے، اللہ کے راستے سے روکے، اللہ اور اس کے دوستوں سے دھوکا بازی کرے جبکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی کرے، مگر دعویٰ یہ کرے کہ یہ اصلاح ہے! تو کیا اس فساد سے بڑھ کر کوئی اور فساد بھی ہو سکتا ہے؟!! (تیسیر الکریم الرحمن)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی کئی تاکیدوں کے ساتھ حقیقتِ حال کو بذریعہ وحی واضح کیا۔

منافقین کے دعویٰ کی تردید کے لئے کلام کا آغاز حرف تنبیہ اَلَا سے کیا، شک کی نفی کے لئے اِنَّ (حرف مشبہ بالفعل) کا استعمال کیا، جملہ اسمیہ، خبر کا معرفہ ہونا اور پھر درمیان میں ضمیرِ فصل (ھم) کا لانا تاکید کے لئے ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ انہیں احساس اور شعور بھی نہیں۔ وہ اچھائی اور برائی کی تمیز کھو چکے ہیں نیز وہ اس حقیقت سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں کہ ان کی اس ''اصلاح'' کی قلعی کھل جائے گی اور انہیں اس کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ ایسے ایمان لاؤ جیسے دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بیوقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو! درحقیقت وہی بیوقوف ہیں لیکن جانتے نہیں۔ (1)

---

(1) **بے وقوف لوگ** : منافقین نے مومنوں کا مذاق اڑاتے ہوئے لوگوں کی نظروں سے گرانے کی خاطر انہیں بیوقوف قرار دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافقین کو بے وقوف کہا، اور بیوقوفی اور کم عقلی کو انہیں میں منحصر قرار دیا۔

منافقین کامل اہلِ ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف اس لئے کہتے تھے کہ ان کے نزدیک نفع ونقصان کا معیار دنیوی عیش وعشرت اور دنیوی مفاد ہی ہوتا ہے۔ اس کے حصول کے انہیں خواہ کتنے ہی پاپڑ کیوں نہ بیلنے پڑیں، وہ کہتے ''یہ کیا واہیات بات ہے کہ ایک ہی طرف جھک جائیں۔ آخر تا زیست آدمی کو ہر ایک سے ملنا ہے۔ کبھی کسی مسلمان سے معاملہ ہے کبھی کسی کافر سے مطلب۔ ایک ہی طرف ہو کر دوسروں کو چھوڑ دینا یہ تو سراسر نادانی ہے۔ اس لئے مخلص مومنوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ مگر ہوشیار رہو ان بدزبانوں کی چالاکیوں سے دبو نہیں۔ دراصل وہی بے وقوف ہیں جو قدرے دنیاوی فوائد کے لحاظ سے اپنے مولا کریم کو ناراض کرتے ہیں۔'' (تفسیر ثنائی)

یہ عقل ودانش سے بالکل عاری ہیں۔ عقلمند تو دراصل وہ ہیں جنہوں نے فانی دنیا پر باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دی اور اپنے ایمان کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار رہے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی قطعاً کوئی پروا نہ کی۔ ان مخلص مومنین کے راستے کو محض دنیوی مفادات کی خاطر چھوڑنے والے پرلے درجے کے احمق ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ ﴾

(۲/ البقرۃ:۱۳۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''دین ابراہیمی سے وہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہو۔''

﴿ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ فرما کر ان کی جہالت اور اندھا پن کو مزید عیاں کر دیا گیا۔ وہ دنیوی اغراض کی وجہ سے آخرت سے غافل ہو گئے۔ عارضی اور فانی زندگی کو ابدی اور باقی رہنے والی زندگی پر ترجیح دینا کس قدر حماقت ہے حالانکہ آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، اور مخلوقات سے ڈرنا اور خالقِ کائنات سے نہ ڈرنا، کہ جہاں کسی طرح کوئی اور پیش ہی نہ جا سکے، کتنی جہالت ہے۔ اور جس میں احکم الحاکمین اور اس کے نیک بندوں سے مخالفت کی جاتی ہے وہ صلحِ کل کیسے! مگر منافقین اس قدر غبی ہیں کہ ایسی موٹی بات بھی ان کی عقل میں نہیں آتی۔

نکتہ: اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ دیگر لوگوں کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور جب وہ ان سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر جب اپنے شیطانوں کے پاس علیحدگی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: درحقیقت ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم (ان سے) تو صرف مذاق کرنے والے ہیں۔ 1

---

1 **انسانی شیاطین:** شَيٰطِيْنِ سے مراد اُن کے سرداران کفر ہیں جو بُری تدابیر کرتے تھے۔ وہ کفر پر ثابت قدم رہنے والے تھے۔ وہ کہتے کہ اس موافقت سے ہم مسلمانوں سے استہزاء کرتے ہیں، ہم دلی طور پر ان سے اتفاق نہیں کرتے اور نہ ان کی طرف مائل ہیں۔

یہاں منافقین کی دوغلی پالیسی کا بیان ہو رہا ہے جو اہلِ ایمان کے سامنے ایمان لانے کا دعویٰ تو کرتے مگر کفر کے سرداروں سے بھی گہرے روابط رکھتے تھے۔ یہ اپنے سرداروں کو یقین دلاتے کہ ہم تو تمہارے ہی ہم مشرب ہیں۔

ان کے رؤسا کو شیاطین کہہ کر ان کی سرکشی کو نمایاں کیا گیا ہے۔ شیاطین الجن کی طرح شیاطین الانس بھی اپنے پیروکاروں کو گمراہی اور شیطنت کی طرف دھکیلتے ہیں۔ وہ لوگ جن کے خوف کی وجہ سے لوگ ان کے سامنے اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتے یا اقرارِ ایمان سے پھر جاتے ہیں ان کے شیاطین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

منافقین جب اپنے سرداروں کے پاس ہوتے تو مسلمانوں کو خوب برا بھلا کہتے، اپنے شیطانوں سے کہتے کہ ہم تو مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہیں، انہیں بے وقوف بنا کر ان سے فوائد حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ حقیقت میں ہم تمہارے ہی ہم نوالہ و ہم پیالہ ہیں اور اپنے مذہب یہودیت پر کاربند ہیں۔

نکتہ: منافقین کی مومنوں سے ملاقات کے لیے وَاِذَا لَقُوْا اور ان کی اپنے سرداروں سے ملاقات کے لیے وَاِذَا خَلَوْا کے الفاظ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اہلِ ایمان سے ملاقات سرسری اور رسمی ہوتی تھی جبکہ اپنے شیطانوں کے ساتھ اہتمام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ملتے، ان کے ساتھ خلوت اختیار کرتے اور اُنہیں اپنی حرکتوں سے آگاہ کرتے نیز اَنَّـــا اور اِنَّمَا کی تاکید اور حصر کے ساتھ اپنی حمایت کا یقین دلاتے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

اللہ ان سے مذاق کرتا ہے (1) اور ان کی سرکشی بڑھا دیتا ہے تو وہ اندھے ہو رہے ہیں۔ (2)

---

(1) اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان پر ذلت وحقارت ڈال دے گا اور ان سے انتقام لے گا اور وہ اپنے بندوں کی خاطر خود بدلہ لیتے ہوئے ان (مذاق اڑانے والوں) کی تحقیر کرے گا۔

نکتہ: ﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ کے بعد اور ﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ سے پہلے حرف عطف کو نہیں لایا گیا جس کا مقصد یہ ظاہر کرنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے استہزاء کے مقابلے میں منافقین کا استہزاء کالعدم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے استہزاء سے مراد منافقین کو اُن کے استہزاء کی سزا دینا ہے۔ علم البدیع کے اسلوبِ مشاکلت کے مطابق استہزاء کی سزا کو بھی استہزا کہا گیا۔ یہ مشاکلت کلامِ عرب میں عام موجود ہے۔ مثلاً عمرو بن کلثوم نے کہا تھا ؎

الا لا یجھلن احد علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا

''خبردار! ہمارے خلاف کوئی بھی جہالت کا مظاہرہ نہ کرے ورنہ ہم جہلاء سے بڑھ کر جہالت کا مظاہرہ کریں گے۔''

اس سے مراد جہالت کا مزا چکھانا اور بدلہ لینا ہے ورنہ جہالت پر کوئی بھی عقلمند فخر نہیں کرتا۔ (الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۵۳)

قرآنِ مجید میں بھی مشاکلت کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً آیت ﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ (۴۲/ الشوریٰ: ۴۰) میں برائی کی سزا کو بھی سَیِّئَة کہا گیا ہے حالانکہ برائی کا بدلہ سَیِّئَة نہیں بلکہ عین انصاف ہے۔ اسی طرح ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ ﴾ (۲/ البقرۃ: ۱۹۴) میں زیادتی کا بدلہ لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر مشاکلت کے اسلوب کے مطابق اعتداء کی سزا یا بدلے کو بھی اعتداء کہا گیا ہے۔ ﴿ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ ﴾ (۵/ المائدۃ: ۱۱۶) میں بھی مشاکلت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائی جاتی ہے۔ ﴿ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ﴾ سے ولا اعلم ما عندك (جو تیرے پاس ہے میں اسے نہیں جانتا ہوں) مراد ہے۔ بالکل اسی طرح ﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ فرمایا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار کرے گا۔ یہ ذلت دنیا میں بھی ہوگی مثلاً منافقین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ (٦٣/ المنفقون:٤)

''جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے جسم آپ کو خوشنما معلوم ہوں، یہ جب باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتوں پر کان لگائیں، گویا کہ یہ دیوار کے سہارے سے لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، ہر (سخت) آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی حقیقی دشمن ہیں، ان سے بچو، اللہ انہیں غارت کرے کہاں پھرے جاتے ہیں!''

اسی طرح آخرت میں بھی انہیں سزا دی جائے گی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِىَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ (٥٧/ الحدید:١٣۔١٥)

''اس دن منافق مرد و عورت ایمان داروں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں! جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا۔ اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ چلاّ چلاّ کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے! وہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں پھنسا رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک وشبہہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے والے نے دھوکے میں ہی رکھا۔ الغرض، آج نہ تم سے فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے، تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

استہزاء کی سزا کی ایک شکل منافقین کو مہلت اور ڈھیل دینا بھی ہے جس کا تذکرہ ﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ کے متصل بعد کیا گیا۔

2 وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے کفر میں سرکشی کرتے ہیں۔ نظائرِ قرآنی اور لغتِ عرب کے مطابق ﴿ فِيْ طُغْيَانِهِمْ ﴾ فعل ﴿ يَمُدُّ ﴾ سے متعلق ہے۔ ﴿ يَعْمَهُوْنَ ۝ ﴾ سے متعلق نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ انہیں سرکشی میں بڑھا دیتا ہے۔ ﴿ يَعْمَهُوْنَ ۝ ﴾ علیحدہ جملہ ہے۔ ﴿ فِيْ طُغْيَانِهِمْ ﴾ کو فعل ﴿ يَمُدُّ ﴾ سے متعلق ماننے کی صورت میں ہی ﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ کی سزا واضح ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی (1) تو اُن کی تجارت نفع بخش نہ ہوئی (2) اور نہ وہ ہدایت لینے والے ہی تھے۔ (3)

---

(1) **گمراہی کے طلبگار**: انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی لے لی۔ ضلالة سے مراد سرگرداں پھرنا، راہِ حق سے کنارہ کشی کرنا اور ہدایت کو کھونا ہے۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ﴾ کے الفاظ سے یہ بات بتانا مقصود ہے کہ گویا ہدایت ان کے ہاتھ میں تھی۔ اگر چاہتے تو اسے چھوڑ کر گمراہی میں نہ پڑتے۔ دوسری بات یہ کہ فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں میں ہدایت قبول کرنے کا داعیہ رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ہر پیدا ہونے والے بچے کو فطرتِ اسلام پر پیدا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید فطری ہدایت کے بارے میں کہتا ہے:

﴿ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴾ (۲۰/ طه:۵۰)

''ہمارا رب تو وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت عطا کی اور ہدایت سے نوازا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ ﴾ (۷٦/ الدهر:۳)

''ہم نے انسان کو راہ دکھلا دی ہے۔''

منافقین نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت ترک کر کے گمراہی اپنا لی۔ ہدایت کی بجائے انہوں نے گمراہی کو پسند کیا۔ قومِ ثمود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ ﴾

(٤١/ حم السجدة:۱۷)

''باوجود اس کے ہم نے ثمود کو ہدایت سے روشناس کر دیا مگر پھر بھی انہوں نے ہدایت کی جگہ اندھے پن کو پسند کیا۔''

یہی حال ہدایت فروش منافقین کا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 ایمان کی بجائے کفر کی اتباع سے انہیں ان کی تجارت میں کوئی نفع نہ ہوا۔

﴿ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ ﴾ میں علم البلاغۃ کی ایک اصطلاح استعارہ مرشحہ کا استعمال ہوا ہے۔ جو مال تجارت (ضلالۃ) انہوں نے حاصل کیا تھا وہ نفع بخش نہ ہوا کیونکہ انہوں نے اعلیٰ کی بجائے ادنیٰ کو اختیار کیا۔

3 ایمان کے بدلے کفر خریدنے، ہدایت سے نکل کر گمراہی میں جانے، جماعت سے افتراق کی طرف، امن سے خوف کی طرف اور سنت سے بدعت کی طرف جانے میں وہ راہِ راست پر نہ تھے۔

منافقین نے جو سودا کیا اس میں انہوں نے سمجھداری سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے سودا کرنے کا صحیح ڈھب اور معقول سلیقہ اختیار نہ کیا۔ انہوں نے گھاٹے کا سودا کیا۔ کیونکہ انہوں نے دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کر لی:

﴿ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ ﴾

(۱۳/ الرعد:۲۶)

''اور وہ تو دنیا کی زندگی میں مست ہو گئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں نہایت معمولی چیز ہے۔''

نکتہ: ﴿ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ ﴾ سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو خود ہی ہدایت اختیار نہ کرنا چاہتا ہو وہ کبھی راہِ راست پر نہیں آ سکتا۔ ہدایت یافتہ وہ ہوگا جو ﴿ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ﴾ کی بجائے اشتروا الهدى بالضللة کا قائل و فاعل ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ

ان کی مثال اس شخص کی مثال کی مانند ہے جس نے آگ جلائی 1 تو جب اس (آگ) نے اس کے گردونواح کو (خوب) روشن کر دیا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا، وہ دیکھتے نہیں ہیں۔ 2

....

1 منافقین کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اندھیرے میں ہو، پھر آگ جلا کر روشنی حاصل کرے اور آس پاس کی تکلیف دہ چیزیں اسے دکھائی دینے لگیں تو اسے معلوم ہو گیا کہ اس نے کس چیز سے بچاؤ کرنا ہے کہ اچانک آگ بجھ گئی، اب یہ معلوم نہیں کہ وہ تکلیف دہ چیزوں سے کیسے بچے۔ اسی طرح منافق اندھیرے میں تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہیں حلال وحرام اور خیر وشر کی پہچان ہو گئی۔ مگر پھر کافر ہو گئے اور انہیں حلال وحرام اور نیکی بدی میں کوئی تمیز نہ رہی۔

غیر مرئی اور غیر محسوس اشیاء کو فہم کے قریب کرنے کے لئے مرئی اور محسوس صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس مثال میں کئی افراد کی مثال ایک فرد سے دی گئی ہے۔ قرآنِ مجید میں جمع کی واحد سے دی جانے والی بہت سی مثالیں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً

﴿ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ ﴾ (۳۳/ الاحزاب:۱۹)

”آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف آنکھیں پھیر پھیر کر اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ شخص جو سکرات موت میں ہو۔“

﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ ۗ ﴾ (۳۱/ لقمٰن:۲۸)

”تم سب کو پیدا کرنا اور مار ڈالنے کے بعد پھر زندہ کر دینا ایسا ہی ہے جیسے ایک جان کو دوبارہ زندہ کرنا۔“

قرآنِ مجید میں ایک جگہ بہت سے لوگوں کی تشبیہ گدھے سے دی گئی ہے۔ جنہوں نے تورات اٹھانے کی ذمہ داری نہ نبھائی، ارشادِ ربانی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (٦٢/ الجمعة:٥)

''جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر بہت سی کتابیں لادی گئی ہوں۔ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بہت بری مثال ہے اور اللہ (ایسی) ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

﴿ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ﴾ میں ایک جماعت کی مثال ایک شخص سے دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آگ جلانے والا ایک ہی ہوتا ہے۔ البتہ باقی لوگ بعض دفعہ اس کی معاونت کرتے ہیں۔ انہیں بھی اس کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے نُوْرِهِمْ، تَرَكَهُمْ وغیرہ میں جمع کی ضمائر استعمال ہوئی ہیں۔

﴿ اسْتَوْقَدَ نَارًا ﴾ کا معنی اکثر مفسرین نے اوقد (اس نے جلائی) ہی بیان کیا ہے۔ جیسے استجاب کا معنی اجاب ہوتا ہے۔ مگر بعض نے باب استفعال کا خاصہ طلب بھی ملحوظ رکھا ہے۔ اس طرح ﴿ اسْتَوْقَدَ نَارًا ﴾ کا معنی بنتا ہے: اس نے آگ جلوائی یعنی کسی اور سے کہا کہ وہ آگ جلائے۔

اس مثال کی وضاحت میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان کی تمثیل بالکل اس شخص کی طرح ہے جس نے کسی جنگل میں، جہاں بہت سخت اندھیرا ہو، اُجالا کرنے کے لیے آگ جلائی۔ پھر جب اس آگ نے اس کا اردگرد روشن کیا تو اس شخص نے جانا کہ بس اب مجھے اس آگ کی کچھ حاجت نہیں، آگ سے مستغنی ہو گیا پھر جب اٹھ کر راہ چلنے لگا اور اندھیرے کے سبب تکلیف ہوئی تو اس آگ کی قدر معلوم کی۔ یہی حال ان دنیا دار منافقوں کا ہے، جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے سمجھا کہ بس اب تو جو مطلب ہمیں مسلمان ہونے سے تھا حاصل ہو گیا کہ مسلمانوں میں ہمارا اعتبار پیدا ہوا۔ اب ہم اسلام کو کیا کریں گے چلو اب جدھر سے فائدہ ملے ادھر کی راہ لیں، جھٹ کافروں سے جا ملے مگر یاد رکھیں جیسی حالت اس آگ والے کی ہوئی تھی کہ کوچ کے وقت اندھیرے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پریشان تھا اسی طرح ان کی ہوگی، اس لئے کہ ان کا بھی نورِ باطنی اللہ تعالیٰ نے چھین لیا ہے اور انہیں سخت گمراہی کے اندھیروں میں چھوڑ رکھا ہے۔ اس گمراہی کی ساری ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے خود ہی نورِ حق کو چھوڑ کر باطل میں بھٹکنے کو پسند کیا۔

نکتہ ۱: ﴿ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ ﴾ میں ﴿ بِنُوْرِهِمْ ﴾ فرمایا بضوء هم نہیں فرمایا حالانکہ ضوء هم ﴿ اَضَآءَتْ ﴾ (اس نے خوب روشن کیا) کے مطابق تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں نُور لے جانے میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ضوء میں روشنی کے تیز ہونے کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے۔ اگر ذهب الله بضوء هم ہوتا تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ تیز روشنی تو ختم ہوگئی البتہ جسے نور کہا جاسکتا تھا وہ باقی رہا۔ جبکہ یہاں مقصود روشنی کا مکمل خاتمہ وازالہ ہے۔ اس لئے اس کے بعد ﴿ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ فرمایا۔

نکتہ ۲: نور کا لفظ مدھم اور تیز دونوں قسم کی روشنی کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ ضوء تیز روشنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

نکتہ ۳: ظلمة کی بجائے ظلمات کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے سلبِ نور کی مزید تاکید ہوتی ہے۔ جب ان پر موت حملہ آور ہوئی تو اس نور سے فائدہ اٹھانا موقوف ہوگیا اور انہیں ہر طرح کی پریشانی، غم اور عذاب لاحق ہوا۔ قبر کا اندھیرا، کفر کا اندھیرا، نفاق کا اندھیرا، نافرمانیوں کے متنوع اندھیرے اور ان کے بعد آگ کا اندھیرا اُن کا مقدر ہوگا۔

نکتہ ۴: ﴿ ظُلُمٰتٍ ﴾ جمع لانے کے بعد تاکید مزید کے طور پر ﴿ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ (وہ دیکھتے نہیں ہیں) فرمایا گیا۔ یعنی یہ نہیں کہ شاید انہیں اندھیرے میں کچھ نہ کچھ راستہ دکھائی دیتا ہو۔ پھر ﴿ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ ﴾ کے فعل کا مفعول بھی ذکر نہیں کیا گیا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ وہ کیا چیز نہیں دیکھتے۔ مفعول کے عدم ذکر سے یہ نکتہ مستنبط ہوتا ہے کہ ان پر اس قدر اندھیرے چھا گئے کہ انہیں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝

بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، وہ (اب) نہیں لوٹیں گے۔ [1]

---

[1] **بہرے، گونگے اور اندھے**: یہ روشن آگ والے آگ بجھنے کے بعد بہرے ہو گئے کہ کسی منادی کی آواز نہیں سنتے۔ گونگے ہیں کہ راستے کے بارے میں پوچھ بھی نہیں سکتے، اندھے ہیں کہ راستہ دیکھتے نہیں لہٰذا اپنے راستے پر واپس آنے کی ان میں ہمت نہیں۔ اسی طرح وہ منافق ہیں جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔

اس قسم کے لوگوں کی حق سے محرومی کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ عقل و تدبر اور غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (۲/ البقرۃ:۱۷۱)

''بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، لہٰذا وہ عقل نہیں کرتے۔''

انہیں اپنے حواس سے جو کام لینا چاہیے تھا وہ نہیں لیا۔ بعض دیگر اقوام کی بھی یہی کیفیت رہی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ (۴۶/ الاحقاف:۲۶)

''اور ہم نے انہیں کان، آنکھیں اور دل دیے، تاہم نہ ان کے کان، نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل ہی ان کے کسی کام آئے، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انہیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

جو شخص جہالت کی وجہ سے گمراہی میں پڑا ہو اُس کے راہِ راست پر آنے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ بہ نسبت ان کے جن پر حق واضح ہو چکا ہو مگر وہ اسے قبول نہ کریں یا تسلیم کرنے کے بعد چھوڑ دیں۔ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ان لوگوں کی کیفیت لایرجعون والی ہوتی ہے۔

ان بہروں، گونگوں اور اندھوں کا تذکرہ قرآنِ حکیم مختلف اسالیب سے کرتا ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ ﴾ (۲۷/ النمل: ۸۰۔۸۱)

''بے شک آپ نہ مُردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ پھیرے روگرداں جا رہے ہوں۔ اور نہ آپ اندھوں کو اُن کی گمراہی سے ہٹا کر راہنمائی کر سکتے ہیں آپ تو صرف انہیں سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔''

یہی دونوں آیات سورۃ الروم (۵۲۔۵۳) میں بھی موجود ہیں، صرف آغاز میں اِنَّكَ کی بجائے فَاِنَّكَ ہے۔

راہِ حق سے محروم اور نہ سوچنے سمجھنے والے تو اندھے بہرے ہوتے ہیں جبکہ عباد الرحمٰن آیاتِ الٰہی میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان کا اثر قبول کرتے ہیں:

﴿ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ ﴾ (۲۵/ الفرقان: ۷۳)

''وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔''

حق سے بہروں گونگوں کو قرآن نے بدترین چوپائے کہا ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۭ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ ﴾

(۸/ الانفال: ۲۰۔۲۳)

''ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور سنتے جانتے ہوئے اس (اطاعت کرنے) سے رُوگردانی مت کرو۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے (سناتے کچھ) نہیں۔ بے شک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو بہرے ہیں، گونگے ہیں، جو نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ ان میں کوئی خوبی دیکھتا تو انہیں سننے کی توفیق دے دیتا اور اگر انہیں اب سنا دے تو بے رخی کرتے ہوئے ضرور رُوگردانی کریں گے۔''

نکتہ: ان کا یہ بہرا پن، گونگا پن اور اندھا پن روحانی اعتبار سے تھا۔ بعض مقامات پر صراحت بھی ہے۔ مثلاً اندھا پن کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾

(۲۲/ الحج:٤٦)

''آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ اندھے تو وہ دل ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ أَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝

یا ان کی مثال آسمان سے آنے والی تیز بارش کی ہے [1] جس میں کئی اندھیرے، گرج اور چمک ہو۔ وہ کڑکنے والی بجلیوں کے باعث موت کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں [2] جبکہ اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ [3]

---

[1] **بارش کی مثال:** صیب سے بارش مراد ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی مثال بیان کی ہے۔ اس میں ان چیزوں کا نزول ہوتا ہے جن سے منافق خوف کھاتے ہیں۔ ﴿فِيهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ﴾ سے قرآن کی تنبیہات مراد ہیں۔

صیب موسلا دھار بارش کو کہا جاتا ہے پھر اسے نکرہ لا کر مبالغہ کیا گیا ہے اور اس کی عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ﴿مِّنَ السَّمَآءِ﴾ فرما کر بارش کے نزول کی منظر کشی کی گئی ہے جس کی تمثیلات میں بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ ﴿مِّنَ السَّمَآءِ﴾ میں قرآنِ حکیم کے آسمان سے نازل ہونے کا لطیف اشارہ بھی موجود ہے نیز بارش آسمان کے کسی ایک حصے سے نہیں بلکہ جمیع آفاق سے نازل ہو رہی ہے وہ کسی ایک علاقے کو سیراب نہیں کر رہی ہے بلکہ پوری کائنات ارضی اس سے مستفید ہو رہی ہے۔ (کیونکہ قرآن ﴿ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ اور ﴿لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ کی شان رکھتا ہے۔)

[2] وہ خطرات سے ڈرتے ہیں مگر ڈر انہیں موت سے نہیں بچا سکتا۔ اسی طرح منافقین کا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ وہ قرآن سننے سے اپنے کانوں کو بہرہ کر لیں۔

نکتہ: یہاں اصابع کو بعض مفسرین نے مجاز قرار دیا ہے۔ (کل بول کر جز مراد لیا گیا ہے) یعنی اصابع (انگلیوں) سے یہاں انامل (پور) مراد ہیں۔ کیونکہ پوری انگلیاں تو کانوں میں ٹھونسی نہیں جا سکتیں۔ انامل کی بجائے اصابع کا لفظ استعمال کرنے میں یہ نکتہ ہے کہ وہ معمول سے ہٹ کر زور سے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونستے ہیں گویا کہ ڈر کی وجہ سے ساری انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منافقین موت کے خوف سے اپنے کانوں میں زور سے انگلیاں دیتے ہیں تا کہ ایسا نہ ہو کہ آواز کی شدت سے ان کی جان ہی نکل جائے۔ ایک طرف شرعی احکام ہیں دوسری طرف ان کے دنیوی مصالح اور اغراض ومقاصد ہیں۔ قرآنی اعلانات، تنبیہات اور تہدیدات کی وجہ سے منافقین عجیب کشمکش، گومگو کیفیت اور خوف و پریشانی کا شکار ہیں۔ مگر کسی بھی تدبیر سے وہ موت سے فرار اختیار نہیں کر سکتے۔

(3) احاطہ سے مراد تمام سمتوں سے اس طرح قابو کر لینا ہے کہ جسے گھیرا گیا ہو وہ کسی طرح بھی کسی طرف سے نہ نکل سکے۔

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جمیع مخلوقات کو محیط ہے یعنی سب اس کے قبضہ (مٹھی) میں اور اس کے غلبہ وقہر کے تحت ہیں۔ جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (۳۹/ الزمر:٦٧)

''اور قیامت کے دن زمین ساری کی ساری اس کی مٹھی میں ہوگی۔''

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ ان سے آگاہ ہے۔ جس کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ (٦٥/ الطلاق:١٢)

''اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔''

﴿ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ انہیں ہلاک کرنے والا اور جمع کرنے والا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ﴾ (۱۲/ یوسف:٦٦)

''الّا یہ کہ تم گھیر ہی لئے جاؤ۔''

(مفسر کے استدلال کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا) ''الّا یہ کہ تم سب ہلاک کر دیے جاؤ۔''

کافروں کو محیط ہونے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا کہ اوپر آیت میں ان کا تذکرہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم (الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲٦٥)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيهِ ۖ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾

قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی نگاہیں اچک لے، جب کبھی وہ ان کے لئے اجالا کرتی ہے تو وہ اس میں چل پڑتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔ (1) اگر اللہ چاہتا تو ان کی قوتِ سماعت و بصارت سلب کر لیتا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ (2)

---

(1) **چڑھتے سورج کی پجاری:** ﴿يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ﴾ سے مراد ہے کہ قریب ہے کہ قرآن منافقین کے راز فاش کر دے۔

جب ان کے اموال و اولاد کی کثرت ہو جاتی ہے، انہیں مالِ غنیمت ملتا ہے اور فتح حاصل ہوتی ہے تو اس میں چل پڑتے ہیں اور تب تو کہتے ہیں کہ دینِ محمد (ﷺ) حق ہے۔ پھر وہ اس پر ڈٹے رہتے ہیں۔

جب ان کے مال تباہ ہو جاتے ہیں اور ان پر آزمائش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ دینِ محمد (ﷺ) کی وجہ سے ہے لہٰذا وہ کافر ہو جاتے ہیں۔

منافقین کی حالت یہ ہے کہ جب ایمان ان پر ظاہر ہوتا ہے تو اسلام کی پیروی کرنے لگتے ہیں جب شکوک و شبہات کی حالت میں ہوتے ہیں تو بھونچکے ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یا یہ کہ اسلام کو ذرا عروج ملا اور مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوئیں نیز ان فتوحات کے نتیجے میں مالِ غنیمت ملا تو انہیں قدرے اطمینان ملا، بصورت دیگر الٹے پاؤں کفر کی طرف پلٹنے لگے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾﴾ (۲۲/ الحج:۱۱)

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایک کنارے پر (کھڑے) ہو کر اللہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادت کرتے ہیں۔ اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی آفت آ گئی تو اسی وقت منہ پھیر لیتے ہیں، انہوں نے دونوں جہان کا نقصان اٹھالیا۔ واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔"

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کا روشنی میں چلنا حق کو جان کر کلمۂ اسلام پڑھنا ہے اور اندھیرے میں ٹھہر جانا کفر کی طرف لوٹ جانا ہے۔ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دیگر بہت سے مفسرین کا بھی یہی قول ہے اور زیادہ صحیح اور ظاہر بھی یہی قول ہے۔ روزِ قیامت بھی منافقین نور کی جھلک دیکھیں گے اور پھر اندھیروں میں گم ہو جائیں گے۔

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

روزِ قیامت بھی ان کا یہی حال رہے گا کہ جب لوگوں کو اُن کے ایمان کے اندازے کے مطابق نور ملے گا بعض کو کئی کئی میلوں تک کا، بعض کو اُس سے بھی زیادہ، کسی کو اُس سے کم، یہاں تک کہ کسی کو اِتنا نور ملے گا کہ کبھی روشنی ہو اور کبھی اندھیرا، کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ذرا سی دُور چل سکیں گے پھر ٹھہر جائیں گے پھر ذرا سی دُور کا نور ملے گا پھر بجھ جائے گا اور بعض وہ بے نصیب بھی ہوں گے کہ ان کا نور بالکل بجھ جائے گا یہ پورے منافق ہوں گے جن کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ ﴾ (۵۷/ الحدید:۱۳)

"جس دن منافق مرد و عورت ایمان والوں سے کہیں گے ذرا رکو! تا کہ ہم بھی تمہارے نُور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں! کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور نُور ڈھونڈ لاؤ۔"

مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ (۵۷/ الحدید: ۱۲)

"اس دن آپ دیکھیں گے کہ مومن مرد اور عورتوں کے آگے آگے اور دائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب نُور ہوگا اور کہا جائے گا تمہیں آج اُن جنتوں کی خوشخبری دی جاتی ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (٦٦/ التحريم:٨)

"جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نُور ان کے آگے اور دائیں ہوگا۔ وہ کہہ رہے ہوں گے: ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارا نُور پورا کر اور ہماری مغفرت کر دے! یقیناً تُو ہر چیز پر پُوری طرح قادر ہے۔" (تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۱۷۷)

2 ﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ﴾ میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ اللہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ جو لوگ اللہ کے منع کردہ کاموں سے باز نہیں آتے اللہ تعالیٰ انہیں اندھے بہرے بھی کر سکتا ہے۔ وہی ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

نکتہ: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ میں آنے والا لفظ کل نیز دیگر مقامات پر جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ اس کی عمومیت کا تعین سیاق وسباق اور دیگر قرائن وشواہد اور دلائل سے کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں کل کی عمومیت میں خود اللہ تعالیٰ شامل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ازلی ہے۔ اسی طرح بعض کام ایسے ہوتے ہیں جو اس کی شان کے خلاف ہوتے ہیں اس لئے وہ انہیں سرانجام نہیں دیتا مثلاً جھوٹ بولنا، ظلم کرنا وغیرہ وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾

لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے 1 (حکمِ عبادت اس لیے دیا) تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ 2

---

1 خالق ہی معبود ہے : ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ کا خطاب اکثر مکی دور میں کیا گیا ہے جبکہ مدنی دور میں خطاب اکثر ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ کے الفاظ سے کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر موضوع کا تقاضا ہو تو مدنی سورتوں میں بھی ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ کا اندازِ تخاطب آ جاتا ہے۔ مثلاً تخلیقِ انسانی کا ذکر اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم۔ یہ چیز چونکہ اہلِ ایمان کا خاصہ نہیں اس لئے ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ کے الفاظ سے خطاب کیا گیا کیونکہ تمام انسانوں کو عبادتِ الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ ﴾ (٥١/ الذاريات: ٥٦) سے ظاہر ہے۔ تخلیق انسانی کے تذکرے کے وقت مدنی سورتوں میں بھی ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ ﴾ کے الفاظ سے اللہ تعالیٰ مخاطب ہوئے ہیں مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾

(٤/ النساء: ١)

''لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔''

اسی طرح مدنی سورت سورۃ الحجرات (آیت: ١٣) میں فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى ﴾

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔''

''آیت زیرِ بحث میں النَّاسُ سے بعض مفسرین نے کفار مراد لیے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی عبادت نہیں کی۔ اس کی دلیل ﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ ﴾ (٢/ البقرة: ٢٣) (کا خطاب) ہے۔ اس کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب سب انسانوں کے لئے عام ہے۔ مومنوں کو اس خطاب سے دوامِ عبادت اور کافروں کو عبادت کی ابتداء کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ توجیہ بہت اچھی ہے۔'' (الجامع لاحکام القرآن ١/ ٢٦٩)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سوال یہ ہے کہ کیا کفار عبادتِ الٰہی یا شرعی احکام کے مکلف ہیں یا کیا کفار کو عبادت کرنے کا فائدہ ہوتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ کافر ہونا وجوبِ عبادت میں رکاوٹ نہیں ہے البتہ وہ قبول اسی وقت ہوتی ہے جب اس کے لئے مطلوبہ شرائط (ایمان، حسنِ نیت، موافقتِ سنت اور رزقِ حلال) پوری ہوتی ہوں۔

یہاں پیدا کرنے کی نعمت کو خصوصاً ذکر کیا اور انہیں اپنا یہ احسان یاد کروایا کیونکہ سب نعمتوں کا دارومدار اسی پر ہے۔ یہ ایسی بنیاد ہے کہ اس کے بغیر کوئی بھی نعمت پائی نہیں جاسکتی۔ اور اس لیے بھی کہ کفار اس بات کے اقراری تھے کہ اللہ ہی خالق ہے ﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ (۴۳/ الزخرف:۸۷): (اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔) تو اللہ تعالیٰ نے وہی نعمت یاد دلائی جس کا وہ اعتراف کرتے تھے اور انکار نہیں کرتے تھے۔

ان کے تذکرۂ تخلیق کے ساتھ ساتھ ان سے پہلے پیدا کردہ انسانوں کا تذکرہ بھی کیا گیا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کلام سے تنبیہ وتذکیر مقصود ہے تاکہ (پہلے لوگوں کے تذکرے سے) زیادہ نمایاں انداز میں نصیحت حاصل ہو۔ انہیں پہلے لوگ بھی یاد دلائے تاکہ لوگ جان لیں کہ جس نے پہلوں کو موت سے ہمکنار کیا اسی نے انہیں بھی پیدا کیا ہے وہ انہیں بھی موت سے دوچار کرے گا۔ تاکہ وہ ان گزرے ہوئے لوگوں کی حالت پر غور کریں اور یہ سوچیں کہ ہلاک شدگان کی ہلاکت کا باعث کیا تھا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ وہ بھی اسی میں مبتلا کر دیے جائیں گے جس میں پہلے مبتلا ہوئے۔ واللہ اعلم۔

(الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۶۹)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ ﴿ رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

خالق کی طرف میلان رکھو، اس کی طرف میلان نہ کرو جس نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾ (۱۶/ النحل:۱۷)

"تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کرسکتا؟ کیا تم سوچتے نہیں؟"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن)

2 زیر تفسیر آیت کے آخر میں عبادت کی غرض وغایت ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ سے بیان کی گئی۔ لعل کا لفظ لام کی (تاکہ) کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے تو اس طرح لعلکم کا معنی یہ ہوگا: تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ لعل ترجیّ (امید) اور توقع کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور ترجی وتوقع انسان کے دائرہ اختیار میں ہے گویا کہ لوگوں سے کہا گیا کہ یہ (عبادت) تم عقل وفکر، عبرت ونصیحت اور تقویٰ کی امید اور طمع سے کرو۔ یہ سیبویہ اور سرکردہ اہل لغت کا قول ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝﴾ (۲۰/ طٰہٰ:۴۳-۴۴) کے بارے میں سیبویہ کہتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ تم دونوں (موسیٰ وہارون علیہما السلام) اس طمع اور امید کے ساتھ (فرعون کے پاس) جاؤ کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔

(الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۷۰)

﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ جب تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے تو اِس عبادت کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب سے بچ جاؤ گے کیونکہ تم نے بچاؤ کا ذریعہ اختیار کیا ہے۔

اس کا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے تو تم متقین میں شمار ہو گے۔ یہ دونوں مفہوم درست اور لازم وملزوم ہیں۔ جو عبادتِ کامل کا عامل ہے وہ متقین میں شمار ہوگا اور جو متقین میں سے ہوگا اسے اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضی سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ (تیسیر الکریم الرحمن)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(وہ رب) جس نے زمین کو تمہارے لیے فرش 1 اور آسمان کو چھت بنایا، 2 اور آسمان سے پانی برسایا۔ 3 جس کے ذریعے سے اس نے تمہارے رزق کی خاطر طرح طرح کی پیداوار پیدا کی 4 لہٰذا اللہ کے شریک نہ بناؤ، جبکہ تم جانتے ہو۔ 5

---

1 زمین کے فرش اور بچھونا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ارتعاش (Vibration) کو روک دیا ورنہ اس پر زندگی ممکن نہ تھی۔ مگر اب لوگ اس پر استقرار اختیار کرتے ہیں۔ زمین کے ساکن ہونے کا بھی یہی مطلب ہے۔ اس کی تائید وتفسیر اُس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں زمین کے لئے لفظ قَرَارًا استعمال کیا گیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا ﴾ (٤٠/ المؤمن:٦٤)

''اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنا دیا۔''

2 آسمان کو ایسی چھت بنایا جو قبے کی طرح ان پر ڈال دی گئی ہے۔ جس طرح کہ اس گھر کی چھت ہوتی ہے جس میں وہ سکونت اختیار کرتے ہیں۔

بناء اگرچہ عمارت کو بھی کہا جاتا ہے مگر یہاں اس سے مراد چھت ہے۔ ایک اور آیت میں آنے والا لفظ ''سَقْفًا'' بناء کے معنی کی توضیح وتحدید کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ﴾ (٢١/ الانبیاء:٣٢)

''اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔''

3 اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسانے کی نعمت یاد دلائی ہے۔ پانی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے بغیر مخلوقات کی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ (٢١/ الانبیاء:٣٠)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا۔ کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟"

ایک اور مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴾

(٦٧/ الملك: ٣٠)

"کہہ دیجیے! کہ اچھا یہ تو بتاؤ اگر تمہارا (استعمال کا) پانی خشک ہو جائے (یا بہت گہرائی میں چلا جائے) تو کون ہے جو تمہارے لیے نتھرا ہوا پانی لائے؟"

بہت سے مفسرین نے ﴿ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ﴾ میں السماء سے السحاب (بادل) مراد لیا ہے، یہی معنی مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ جس کی تائید و تفسیر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ﴾ (٢٤/ النور: ٤٣)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر انہیں ملاتا ہے، پھر انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش برستی ہے۔" (تفسیر القرآن بکلام الرحمن)

4 ہم نے ان کے لیے کئی رنگوں کی پیداوار اور طرح طرح کی نباتات پیدا کی ہے، تا کہ ایک وقت تک ان کے سبب سے تمہاری ضروریات پوری ہوں۔

الثمرات کا ترجمہ اکثر مترجمین "پھل" کے لفظ سے کرتے ہیں جس کا اُردو قارئین کے متبادر الی الذھن معنی فروٹ (Fruit) ہے۔ جبکہ عربی زبان میں تمام قسم کی پیداوار کو الثمرات کہا جاتا ہے۔ اسے قرآن میں ﴿ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴾ (٢٠/ طٰہٰ: ٥٣) (مختلف قسم کی پیداوار) کہا گیا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طَلْعُهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (٦/ الانعام:٩٩)

''اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا، پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی پھر اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے پھل کے گچھے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں۔ اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کے، بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ اور کچھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو۔ ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت اور نعمت میں غور و فکر کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ ﴾

(٨٠/ عبس:٢٤-٣٢)

''انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کو دیکھے کہ ہم نے خوب پانی برسایا، پھر زمین کو اچھی طرح پھاڑا، پھر اس میں سے اناج اگایا، پھر انگور اور ترکاری پھر زیتون اور کھجور پھر گنجان باغات اور میوہ اور (گھاس) چارہ (بھی) اُگایا، تمہارے استعمال و فائدہ کے لیے اور چوپایوں کے لیے۔''

5 اللہ کے شریک نہ بناؤ کہ ان کی تم عبادت کرو جیسے تم اللہ کی عبادت کرتے ہو۔ ندّ شریک و سہیم، ہمسر اور مثل و نظیر کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بھی قسم کا کوئی ند نہیں۔ ایک آدمی نے اللہ کے رسول ﷺ سے کہا: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔ آپ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا)) ''کیا آپ مجھے اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔''

یوں کہیں: ((مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ)) ''جو اللہ اکیلا چاہے۔''

(مسند احمد: ۱/ ۲۱٤، ۳۳۹؛ نیز دیکھیے ابن ماجة، الکفارات، النهی عن، یقال ما شاء الله وشئت، ح:۲۱۱۸)

تم جانتے ہو کہ ان شریکوں نے تمہیں پیدا نہیں کیا، نہ انہوں نے زمین کو فرش بنایا اور نہ آسمان کو چھت، اور نہ انہوں نے تمہارے لئے نباتات کو ہی نکالا ہے۔

تم یہ جانتے ہو کہ یہ شرکاء کسی چیز پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔ نیز یہ بھی جانتے ہو کہ اس کا شریک ٹھہرانے کی اجازت نہیں۔ یہ علم بالخصوص اس وقت اجاگر ہوتا جب مشرکین مشکل میں ہوتے۔ اس بارے میں بہت سی آیات ہیں۔ ایک آیت یہ ہے:

﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (۲۹/ العنکبوت:٦٥)

''تو جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے، تو جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اُسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔''

وہ یہ مانتے تھے کہ اللہ ہی خالق ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ کا ثبوت

مفسرین نے توحید کے کثیر دلائل جمع کر دیے ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وجودِ الٰہ العالمین کے اثبات میں لکھتے ہیں:

فی الواقع یہ آیت اللہ تعالیٰ کے وجود پر بہت بڑی دلیل ہے۔ زمین اور آسمان کی مختلف شکل وصورت، مختلف رنگ، مختلف مزاج اور مختلف نفع کی موجودات، ان میں سے ہر ایک کا نفع بخش ہونا اور خاص حکمت کا حامل ہونا، ان کے خالق کے وجود کا اور اس کی عظیم الشان قدرت، حکمت، زبردست سطوت اور سلطنت کا ثبوت ہے۔ کسی بدوی سے پوچھا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی موجودگی کی کیا دلیل ہے؟ تو اُس نے کہا:

یاسبحان الله ان البحر لیدل علی البعیر وان اثر الاقدام لیدل علی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المسیر فسماء ذات ابراج وارض ذات فجاج وبحار ذات امواج الا یدل ذالك علی وجود اللطیف الخبیر یعنی مینگنی سے اونٹ معلوم ہو سکے اور پاؤں کے نشان زمین پر دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی گیا ہے تو کیا یہ برجوں والا آسمان، یہ راستوں والی زمین، یہ موجیں مارنے والے سمندر اللہ باریک بین اور باخبر کے وجود پر دلیل نہیں ہو سکتے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون الرشید نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا: زبانوں کا مختلف ہونا، آوازوں کا جداگانہ ہونا اور نغموں کا الگ ہونا ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ چھوڑو میں کسی اور سوچ میں ہوں۔ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک بہت بڑی کشتی جس میں طرح طرح کی تجارتی چیزیں ہیں، نہ کوئی اس کا نگہبان ہے نہ چلانے والا ہے۔ باوجود اس کے وہ برابر آ جا رہی ہے اور بڑی بڑی موجوں کو خود بخود چیرتی پھاڑتی گزر جاتی ہے۔ ٹھہرنے کی جگہ پر ٹھہر جاتی ہے، چلنے کی جگہ چلتی رہتی ہے۔ نہ اس کا کوئی ملاح ہے نہ منتظم۔ سوال کرنے والے دہریوں نے کہا آپ کس سوچ میں پڑ گئے؟ کوئی عقلمند ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ اتنی بڑی کشتی اتنے بڑے نظام کے ساتھ تلاطم خیز سمندر میں آ جائے اور کوئی اس کا چلانے والا نہ ہو۔ آپ نے کہا: افسوس تمہاری عقلوں پر ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے نہ چل سکے لیکن یہ ساری دنیا آسمان و زمین کی سب چیزیں ٹھیک اپنے کام پر لگی رہیں اور ان کا مالک حاکم خالق کوئی نہ ہو؟ یہ جواب سن کر وہ لوگ ہکا بکا رہ گئے اور حق معلوم کر کے مسلمان ہو گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ توت کے پتے ایک ہی ہیں، ایک ہی ذائقہ کے ہیں کیڑے اور شہد کی مکھی اور گائیں بکریاں ہرن وغیرہ سب اسے چباتے، کھاتے اور چرتے چگتے ہیں۔ اسی کو کھا کر ریشم کا کیڑا ریشم تیار کرتا ہے، مکھی شہد بناتی ہے، ہرن میں مشک پیدا ہوتا ہے اور گائیں بکریاں مینگنیاں دیتی ہیں۔ کیا یہ اس امر کی صاف دلیل نہیں کہ ایک پتے میں یہ مختلف خواص پیدا کرنے والا کوئی ہے؟ اور اسی کو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ مانتے ہیں۔ وہی موجد اور صانع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک مرتبہ وجود باری تعالیٰ پر دلیل طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا: سنو یہاں ایک مضبوط قلعہ ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں، نہ کوئی راستہ ہے بلکہ سوراخ تک نہیں، باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے اوپر نیچے دائیں بائیں چاروں طرف سے بالکل بند ہے، ہوا تک اس میں نہیں جاسکتی۔ اچانک اس کی ایک دیوار گرتی اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا خوبصورت شکل اور پیاری بولی والا چلتا پھرتا نکل آتا ہے۔ بتاؤ اس بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے پھر اس میں خالق رب یکتا جاندار بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ یہی دلیل ہے اللہ کے وجود اور اس کی توحید پر۔

ابونواس سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: آسمان سے بارش برسنا، اس سے درختوں کا پیدا ہونا اور ان ہری ہری شاخوں پر خوش ذائقہ میووں کا لگنا ہی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی کافی دلیل ہے۔ ابن معتز فرماتے ہیں: افسوس! اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں اور اس کی تکذیب پر لوگ کیسے دلیر ہو جاتے ہیں حالانکہ ہر چیز اس پروردگار کی موجودگی اور لاشریک ہونے پر گواہ ہے۔

بزرگوں کا مقولہ ہے کہ آسمانوں کو دیکھو ان کی بلندی ان کی وسعت، ان کے چھوٹے بڑے چمکیلے اور روشن ستاروں پر نظریں ڈالو۔ ان کے چمکنے دمکنے ان کے چلنے پھرنے، ٹھہر جانے، ظاہر ہونے اور چھپ جانے کا مطالعہ کرو۔ سمندروں کو دیکھو، جو موجیں مارتے ہوئے زمین کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اونچے نیچے مضبوط پہاڑوں کو دیکھو جو زمین میں گڑے ہوئے ہیں اور اسے ہلنے نہیں دیتے، جن کے رنگ اور صورتیں مختلف ہیں۔ قسم قسم کی دوسری مخلوقات پر نظر ڈالو، اِدھر سے اُدھر پھر جانے والی کھیتیوں اور باغوں کو شاداب کرنے والی خوشنما نہروں کو دیکھو۔ کھیتوں، باغوں کی سبزیوں اور ان کے طرح طرح کے پھل پھول مزے مزے کے میووں پر غور کرو۔ زمین ایک، پانی ایک، لیکن شکلیں صورتیں، خوشبوئیں، رنگ، ذائقہ اور فائدہ الگ الگ۔ کیا یہ تمام مصنوعات تمہیں نہیں بتاتیں کہ ان کا صانع کوئی ہے؟ کیا یہ تمام موجودات با آواز بلند نہیں کہہ رہیں کہ ان کا موجد کوئی ہے؟ کیا یہ ساری مخلوق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے خالق کی ہستی اس کی ذات اور اس کی توحید پر دلالت نہیں کرتی۔ یہ ہیں وہ زوردار دلائل جو اللہ جل وعلا نے اپنی ذات کے منوانے کے لئے ہر نگاہ کے سامنے پیش کر دیے ہیں جو اُس کی زبردست قدرتوں، اس کی پُرزور حکمتوں، اس کی لاثانی رحمتوں، اس کے بے نظیر انعاموں اور اُس کے لازوال احسانوں پر دلالت کرنے کے لئے کافی وافی ہیں۔

ہم اقرار کرتے ہیں کہ نہ اس کے سوا کوئی پالنے والا ہے، نہ اس کے سوا کوئی پیدا کرنے اور حفاظت کرنے والا ہے، نہ اس کے سوا کوئی معبود برحق ہے، نہ اس کے سوا کوئی مسجود لاشک۔ ہاں دنیا کے لوگو! سن لو میرا توکل اور بھروسا اسی پر ہے، میری انابت اور التجا اسی کی طرف ہے، میرا جھکنا اور پست ہونا اسی کے سامنے ہے، میری تمناؤں کا مرکز، میری امیدوں کا آسرا، میرا ماویٰ، ملجا وہی ایک ہے اس کے دست رحمت کو تکتا ہوں اور اسی کا نام جپتا ہوں۔ (تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۱۸۳۔۱۸۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں کسی شک میں ہو (1) جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے (2) تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ، اور اللہ کے سوا اپنے ہم نواؤں کو بھی بلا لو، (3) اگر تم سچے ہو۔ (4)

---

(1) **نزول قرآن اور اعجاز قرآن:** اس سورت کے شروع سے ہی قرآنِ مجید کا بیان چل رہا ہے۔ دوسری آیت ﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ﴾ میں قرآن سے ہر قسم کے شک کی نفی کی گئی۔ پھر اس کتاب ہدایت سے ہدایت لینے والوں اور اس سے محروم رہنے والوں کا تذکرہ ہوا۔ اس بیان کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمہیں شک ہو.....

(2) اس سے مراد قرآن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر بتدریج نازل کیا۔ ﴿عَبْدِنَا﴾ سے مراد نبی آخر الزمان محمد ﷺ ہیں۔ بندے کا مقامِ عبدیت پر قائم رہنا ہی باعثِ عز و شرف ہے۔ وحدتِ وجود، وحدتِ شہود اور حلول جیسے عقائد و نظریات عبدیت کے مقام و مرتبے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

انزلنا کی بجائے لفظ نَزَّلْنَا (باب تفعیل سے کہ جس کا ایک خاصہ تدریج بھی ہے) استعمال کیا گیا۔ جس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ قرآن نبی اکرم ﷺ پر ﴿جُمْلَةً وَّاحِدَةً﴾ (یکبارگی) نازل نہیں کیا گیا بلکہ حالات و واقعات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا ہے۔

(3) انہیں چیلنج کیا گیا ہے کہ قرآن کی کسی بھی سورت، خواہ وہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہو، کی مانند کوئی سورت لے آئیں۔

ایسے لوگوں کو بھی بلا لو جو تمہارے حق میں گواہی دیں کہ جو کچھ تم نے پیش کیا ہے وہ قرآن کی مثل ہے۔

اسی قسم کی تحدّی (Challenge) کو قرآنِ کریم میں کئی انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی چند آیات یہ ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ (۱۷/ الاسراء:۸۸)

''فرما دیجیے! اگر تمام انسان اور جن اس پر جمع ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔''

سورہ ھود (۱۱:۱۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾

''کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو خود اس (پیغمبر) نے گھڑ لیا ہے! آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم سچے ہو تو سب مل کر اور اللہ کے سوا جنہیں تم بلا سکتے ہو بلا کر اس جیسی دس سورتیں ہی بنا لاؤ۔''

سورہ یونس (۱۰:۳۷۔۳۸) میں ہے:

﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾

''اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا گھڑ لیا جائے بلکہ یہ اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا اور کتاب تفصیل ہے جس کے اللہ کا کلام ہونے میں کوئی شک نہیں جو رب العالمین کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ اسے اس (نبی) کا خود ساختہ کہتے ہیں ان سے کہیں کہ اللہ کے سوا جنہیں تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

ان آیات کریمہ میں ﴿ بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ ﴾ اور ﴿ مِّثْلِهٖ ﴾ کے الفاظ اعجازِ قرآن کو اجاگر کرنے کے لئے توجہ چاہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اُوٹ پٹانگ کلام یا سورت بنا لے تو بھی ﴿ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ ﴾ کا دعویٰ بدستور اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ عہدِ نبوی میں بعض لوگ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

قرآن کا معارضہ ومقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کر چکے ہیں۔ بدنامِ زمانہ متنبی مسیلمہ کذاب نے اپنے سُوقیانہ (بازاری) کلام کو قرآن کے مقابلے میں پیش کیا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب وفد میں شامل مسیلمہ کذاب کے پاس گئے (تب یہ خود بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) تو مسیلمہ نے ان سے پوچھا کہ تم مکہ سے آرہے ہو بتاؤ تو آج کل کوئی تازہ وحی بھی نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ابھی ابھی ایک مختصر سی سورت نازل ہوئی ہے جو بے حد فصیح وبلیغ اور جامع اور مانع ہے۔ پھر سورۃ العصر پڑھ کر سنائی تو مسیلمہ نے کچھ دیر سوچ کر اس کے مقابلہ میں کہا: مجھ پر بھی ایک ایسی ہی سورت نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا: ہاں تم بھی سناؤ تو اس نے کہا:

یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرك حقر فقر

''جنگلی چوہے! جنگلی چوہے! تیرا وجود دو کانوں اور سینے کے سوا کچھ بھی نہیں، باقی تو سراسر بالکل ناچیز ہے۔''

پھر فخریہ کہنے لگا: کہو اے عمرو! کیسی کہی؟

انہوں نے کہا: مجھ سے کیا پوچھتا ہے تُو خود جانتا ہے کہ یہ سراسر کذب وبہتان ہے بھلا کہاں یہ فضول کلام اور کہاں حکمتوں سے بھرپُور وہ کلام؟ (تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۱۸۹)

مسیلمہ کذاب، جس کا کلام زیادہ تر حیوانی سطح کا ہے، اسلوبِ قرآن اور الفاظِ قرآن کو چراتے ہوئے ہاتھی کے بارے میں کہتا ہے:

الفیل؟ماالفیل؟ وما ادرك ماالفیل؟ له ذنب وبیل وخرطوم طویل

''ہاتھی! کیا ہے ہاتھی؟ آپ کو کیا معلوم کہ کیا ہے ہاتھی؟ اس کی موٹی دم اور لمبی سی سونڈ ہوتی ہے۔''

ایسی ہی سعی لاحاصل عصرِ حاضر کے بعض ملعون امریکیوں نے بھی کی ہے۔ The True Furqan کے نام سے جو کتاب انہوں نے تیار کروائی ہے وہ مجموعہ تضادات ہونے کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب وافکار کا ملغوبہ (Mixture) ہے۔ نیز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان وادب کے اعتبار سے بھی اگر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ کتاب اغلاط کا پلندہ دکھائی دیتی ہے۔ وہ کتاب جسے قرآن کے متبادل یا مقابل کے طور پر پیش کیا گیا اس کی ''بسم اللہ'' بھی غلط ہے۔

جبکہ قرآن کا طرزِ بیان ہی معجزانہ ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مثل فی البلاغۃ کا موقف اختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کفارِ عرب کا جواب پر آمادہ ہونا اور ﴿لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝﴾ (۸/ الانفال:۳۱) کہنا صاف جتلاتا ہے کہ وہ اس کے طرز بیان کی نسبت معارضہ سمجھتے تھے ورنہ یہ نہ کہتے اور ساتھ ہی اس کے اس آمادگی اور استعداد کی وجہ بھی بتانا کہ ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝﴾ بالکل واضح کر رہا ہے کہ مثل سے مراد مثل فی الھدایۃ نہیں۔ ورنہ ایسی مستعدی نہ بتلاتے بلکہ بجائے اس کے یہ کہتے کہ ہم تو اس قرآن کو اس کے مثل ہادی بتانے کو بھی کفر جانیں۔ سونکن کے ساڑے اپنی ناک تھوڑی ہی کٹوانی ہے۔ نیز اس موقع پر کفارِ عرب کا کہنا کہ قرآن کا بنانا کیا مشکل ہے یہ تو پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں، قابل غور ہے اس لئے کہ ہدایت کی وجہ سے تو اسے وہ بالکل نیا سمجھتے تھے۔ ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ۝﴾ (۳۸/ ص:۷) صاف مظہر ہے کہ قرآن کو باعتبار ہادی ہونے کے ایک نئی چیز جانتے تھے بلکہ باعتبار ہادی ہونے کے موجب نفرت کہتے تھے پس ان دونوں آیتوں کو ملانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کفارِ عرب خود اس معارضہ کو باعتبارِ ہدایت نہیں جانتے تھے بلکہ باعتبار طرز بیان سمجھتے تھے۔

(تفسیر ثنائی)

مولانا موصوف ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

قرآن کی مثل سے مراد فصاحت بلاغت اور طرزِ بیان میں مثل ہے کہ مقدمات یقینیہ سے نتیجہ نکالنا اور ایسے طرز پر نتیجہ نکالنا کہ ہر مرتبہ کا آدمی اس سے مستفید ہو۔ ذرا سورۃ قیامۃ پر ہی غور کیجئے: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى۝﴾ دعویٰ ہے۔ ﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۙ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى۝﴾ دلیل بیان فرما کر نتیجہ پر اطلاع دیتے ہیں ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَوْتٰى﴾ (۷۵/ القیامۃ:۳۶۔۴۰) اس دلیل پر جس مرتبہ کا آدمی غور کرتا ہے اپنی طبیعت کے موافق نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ ایسا باریک مسئلہ انسانی پیدائش اور معاد کا جس میں بڑے بڑے حکماء حیران پریشان ہیں ایسے سہل اور نرم الفاظ میں بیان کر دیا کہ جس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں۔ یہی قرآن کی اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے اور یہی اس کی فلاسفی۔ (ایضًا)

قرآنِ کریم کی فصاحت و بلاغت کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس کا ایک ایک لفظ فصاحت و بلاغت سے، دین و دنیا کے نفع سے اور خیر و برکت سے پُر ہے۔ پھر کلام کی ترتیب و تہذیب، الفاظ کی بندش، عبارت کی روانی، معانی کی نورانیت، مضمون کی پاکیزگی سونے پر سہاگہ ہے۔ اس کی خبروں کی حلاوت، اس کے بیان کردہ واقعات کی سلاست، مردہ دلوں کی زندگی ہے۔ اس کا اختصار کمال کا اعلیٰ نمونہ اور اس کی تفصیل معجزے کی جان ہے، اس کا کسی چیز کو دہرانا قندمکرر کا مزہ دیتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے گویا سچے موتیوں کی بارش برس رہی ہے۔ بار بار پڑھو دل نہ اکتائے، مزے لیتے جاؤ اور ہر وقت نیا مزہ پاؤ۔ مضامین سمجھتے جاؤ اور ختم نہ ہوں۔ یہ قرآنِ پاک کا ہی خاصہ ہے اس چاشنی کا ذائقہ، اس مٹھاس کا مزہ، کوئی اس سے پوچھے جنہیں عقل و حواس علم و فضل کا کچھ حصہ قدرت نے عطا کیا۔ اس کی تنذیر، دھمکاوا، تعذیب اور پکڑ دھکڑ کا بیان مضبوط پہاڑوں کو ہلا دے انسانی دل کیا ہیں! اس کے وعدے اور خوشخبریاں، نعمتوں اور رحمتوں کا بیان دلوں کی پژمردہ کلی کو کھلا دینے والا، شوق و تمنا کے دبے جذبات کو ابھار دینے والا، جنتوں اور راحتوں کے پیارے پیارے مناظر کو آنکھوں کے سامنے لانے والا ہے۔ دل کھل جاتے ہیں، کان لگ جاتے ہیں اور آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۱۸۶)

آیت زیر بحث ﴿اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ میں آنے والے لفظ مِّثْلِهٖ کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں مفسرین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کا مرجع مَا نَزَّلْنَا اور بعض نے عَبْدِنَا قرار دیا ہے۔ مَا نَزَّلْنَا کو مرجع قرار دینے سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس قرآن جیسی کوئی سورت لے آؤ۔ عَبْدِنَا کو مرجع ٹھہرانے سے یہ معنی نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی اُمی ایسا ہو ہی نہیں سکتا جو اُمّی ہو کر ایسا کلام کہے جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز و درماندہ ہو۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ پہلے قول کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجیح دیتے ہیں۔(تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۱۸۸)

اکثر محققین نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے اور اسی کی صراحت قرآنِ مجید کے دیگر مقامات سے بھی ہوتی ہے۔ آیت ﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ (۱۷/ الاسراء: ۸۸) میں ضمیر کے مرجع کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے۔ اسی میں معجزے کا کمال اور زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ ایک مقام پر دس سورتیں لانے کا مطالبہ کیا اور پھر اس کی مثل نہ لا سکنے کی پیش گوئی کی۔(۱۱/ ھود:۱۸) جو اِس بات کی دلیل ہے کہ مثلہ سے مراد مثل القرآن ہے نہ کہ مثلِ محمد ﷺ۔

نیز یہاں بحث قرآن سے متعلق ہو رہی ہے نہ کہ صاحبِ قرآن کے بارے میں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ انسی وغیر انسی سب قرآن کی مثل لانے سے عاجز ہیں۔

آیت زیر بحث کے آخر میں ﴿ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہیں قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شک ہو یا تم یہ کہتے ہو کہ اسے محمد ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے اور اس کام میں دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے یا تم اس جیسا کلام بنا سکنے کا دعویٰ کرنے میں سچے ہو تو اس جیسی سورت ہی بنا لاؤ۔ مگر مشیت کے دعویٰ کو توڑنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ وللہ الحمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

پھر اگر تم نے یہ نہ کیا اور نہ تم ایسا کر ہی سکو گے (1) تو اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں (2) جو کہ کفار کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (3)

---

(1) **مشرکین کی بے بسی:** اگر تم میں یہ ہمت نہ ہو اور تمہاری بے بسی ظاہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لا کر، اس کے فرائض کی بجا آوری اور اس کے منع کردہ امور سے پرہیز کر کے جہنم سے بچ جاؤ۔ یہ اطلاع ان غیوب میں سے ہے جن کے بارے میں قرآنِ مجید نے ان کے ظہور سے پیشتر ہی بتا دیا ہے۔ اس کا مقابلہ نہ عہدِ نبوی میں اور نہ اس کے بعد آج تک کوئی کر سکا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَامِنْ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ أُوْتِيْتُهُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللّٰهُ إِلَيَّ فَأَرْجُوْا أَنْ أَكُوْنَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

(بخاری، فضائل القرآن، کیف نزل الوحی واول مانزل، ح:۴۹۸۱؛ مسلم، الایمان، وجوب الایمان برسالة نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ..... ح: ۱۵۲)

''ہر نبی کو ایسے معجزے دیے گئے جنہیں دیکھ کر لوگ ان پر ایمان لائے اور میرا معجزہ اللہ کی وحی (قرآن) ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ روزِ قیامت میرے پیروکار بہ نسبت دیگر نبیوں کے (تابعداروں کے) زیادہ ہوں گے۔''

قرآنِ مجید کی یہ پیش گوئی بھی دیگر پیش گوئیوں کی طرح سچ ثابت ہوئی ہے۔ دنیا آج تک اس قرآن کا مثل پیش نہیں کر سکی اور نہ کبھی کر ہی سکے گی، یہی ﴿لَنْ تَفْعَلُوْا﴾ کا اعلان ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگ اسے نقل در نقل کرتے بالخصوص جب یہ بات واضح ہے کہ قرآن کے مخالفین کی تعداد اس کے حمایتوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ مگر قرآن کے مقابل و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثل کوئی کلام پیش نہیں کیا جا سکا۔ یہ قرآن کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(2) وقود سے مراد ایندھن (Fuel) ہے۔ یعنی اس آگ کا ایندھن لوگ اور پتھر بنیں گے تو جس چیز کو آگ سے جلانا مقصود ہوگا وہی اس کا ایندھن بنے گی۔

جہنم کی آگ کی شدت وحدت کو قرآنِ مجید میں بہت سے مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ چیزیں جن سے آگ بجھ جاتی ہے (پتھر، انسانی جسم وغیرہ) وہی اس آگ کا ایندھن ہوں گی۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ ﴾ (٦٦/ التحريم:٦)

''ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔''

اس آگ کو جہنمیوں پر لمبے لمبے ستونوں میں بند کیا گیا ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ ﴾ (١٠٤/ الهمزة:٦-٩)

''وہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی اور ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔''

احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری، بدء الخلق، صفة النار و انها مخلوقة، ح:٣٢٦٥)

اس آگ کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ظالم انسان جنہیں جلانا مقصود ہوگا وہ خود ایندھن کے طور پر استعمال ہو رہے ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ ﴾ (٧٢/ الجن:١٥)

''ظالم لوگ جہنم کی لکڑیاں ہیں۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ۝ لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا ۖ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۱/ الانبیاء:۹۸۔۹۹)

''یقیناً تم اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنو گے، تم اس میں جانے والے ہو۔ اگر یہ سچے معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، اور سب کے سب اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

کفار و مشرکین کے معبود جب ان کے سامنے جہنم میں جلیں گے تو اُن کی حسرت وافسوس میں اضافہ ہو جائے گا۔

مشرکین نے جن احجار واشجار کو معبود بنایا تھا انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سونا چاندی جمع کرنے والوں اور ان کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کے بارے میں قرآنِ مجید میں ہے کہ سونا چاندی تپا کر انہیں عذاب دیا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ ﴾ (۹/ التوبۃ:۳۴۔۳۵)

''اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری پہنچا دیجیے۔ جس دن اس خزانے کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پشتیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا۔ پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔''

یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ مشرکین جن نیک لوگوں کی پوجا کرتے رہے ہوں گے وہ (صالحین) اس حصب سے مستثنیٰ ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ ﴾

(۲۱/ الانبیاء:۱۰۱)

''یقیناً جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے وہ سب جہنم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دُور ہی رکھے جائیں گے۔"

جیسے عیسیٰ وعزیز علیہما السلام اور دیگر صالحین۔

زیرِ بحث آیت میں جن پتھروں کا ذکر کیا گیا ہے وہ پتھر گندھک کے بھی ہو سکتے ہیں۔ان معدنی پتھروں سے آگ کی تپش میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔مگر امام رازی لکھتے ہیں:

وهو تخصيص بغير دليل

"اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔"

البتہ یہ بات قرآنِ مجید سے ثابت ہے کہ کفار کا لباس گندھک کا ہوگا جس سے ان کا پورا جسم بری طرح آگ کی لپیٹ میں ہوگا جس سے وہ جھلس رہے ہوں گے اور ان کے چمڑے پگھل رہے ہوں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝ ﴾ (١٤/ ابراهيم: ٤٩۔٥٠)

"آپ اس دن مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ زنجیروں میں ملے جلے ایک جگہ جکڑے ہوئے ہوں گے۔ان کے لباس گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر چھائی ہوئی ہوگی۔"

3 ﴿ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم پیدا کی جا چکی ہے اور وہ اب بھی موجود ہے۔اس کی ایک دلیل تو یہی لفظ ﴿ أُعِدَّتْ ﴾ ہے۔اس کے علاوہ بہت سی احادیث بھی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ جہنم اب بھی موجود ہے۔

(دیکھیے بخاری، ح:٥٣٧، ١٠٥٢، ٤٨٥٠؛ مسلم، الجنة، ح:٢٨٤٦، ٢٩٤٤، المساجد، استحباب الابراد بالظهر...... ح:٦١٧، الكسوف، ما عرض على النبی ﷺ فی صلوة الكسوف...... ح:٩٠٧)

تفسیر قرطبی اور ابن کثیر و دیگر بہت سی تفاسیر میں ایسی احادیث جمع کر دی گئی ہیں۔تفصیل کے طالب ان تفاسیر کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

نکتہ: ﴿ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ ﴾ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کفار کے لئے تیار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گئی ہے۔ مگر اس بات سے اس چیز کی نفی نہیں ہوتی کہ کبائر کے مرتکب اہلِ ایمان کو بھی جہنم میں عارضی سزا دینے کے لئے داخل کیا جائے گا۔ کیونکہ بہت سارے گناہ ایسے ہیں جن کے مرتکبین کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ احادیث میں تو اس بات کی صراحت ہے کہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب مومن دائمی جہنمی نہیں ہیں۔ (اگر وہ بھی ابدی جہنمی ہوتے تو جہنم اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ نہ ہوتی۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں خوشخبری سنادو 1 کہ ان کے لیے ایسی جنتیں ہیں 2 جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، 3 جب کبھی انہیں ان (جنتوں) سے کوئی پھل کھانے کے لئے دیا جائے گا 4 تو وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اِس سے پہلے بھی ہمیں دیا گیا۔ 5 حالانکہ انہیں اس سے ملتا جلتا دیا گیا تھا۔ 6 ان کے لئے ان (جنتوں) میں پاک کردہ بیویاں ہیں 7 اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ 8

---

1 **جنت کا وجود:** ﴿اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ پر کفار کا بیان ختم ہوگیا تو اِس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کا تذکرہ شروع کر دیا تا کہ ترہیب کے ساتھ ساتھ ترغیب کا بیان بھی ہو۔ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

چونکہ پہلے کافروں اور دشمنانِ دین کی سزا عذاب اور رسوائی کا ذکر ہوا تھا اس لئے یہاں ایمانداروں اور نیک صالح لوگوں کی جزا ثواب اور سرخروئی کا بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کے مثانی ہونے کے ایک معنی یہ بھی ہیں جو صحیح تر قول بھی ہے کہ اس میں ہر مضمون تقابلی جائزے کے ساتھ بیان ہوا ہے..... مطلب یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ ہی کفر کا، کفر کے ساتھ ایمان کا، نیکوں کے ساتھ بدوں کا، اور بدوں کے ساتھ نیکوں کا ذکر آتا ہے، جس چیز کا بیان ہوتا ہے اس کے مقابلہ کی چیز کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے چاہے معنی میں متشابہ ہوں، یہ دونوں لفظ قرآن کے اوصاف میں وارد ہوئے ہیں۔ اسے مثانی بھی کہا گیا ہے اور متشابہ بھی فرمایا گیا ہے۔ (ابن کثیر: ۱/ ۱۸۹)

خوشخبری سے مراد ایسی چیز کی اطلاع ہے جس کا اثر خوشی کی وجہ سے انسانی جلد کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوپر والے حصے پر ظاہر ہو جائے۔

خوشخبری سنانے کے سبب اعمالِ صالحہ کی ادائیگی آسان محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے خوشخبری سنانے کی تلقین کی گئی ہے۔

اس خوشخبری والی آیت میں چار امور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مفسرِ قرآن عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس آیتِ کریمہ میں مبشِّر (خوشخبری دینے والے) مبشَّر (جسے خوشخبری دی گئی)، المبشَّر بہ (جس کی خوشخبری دی گئی) اور اس خوشخبری تک پہنچنے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ خوشخبری سنانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا جو بھی آپ کی امت میں سے یہ ذمہ داری ادا کرے، خوشخبری پانے والے وہ اہلِ ایمان ہیں جو نیک اعمال بجالاتے ہیں۔ جس چیز کی خوشخبری دی گئی ہے وہ بیان کردہ صفات والی جنات ہیں، اس خوشخبری تک پہنچنے کا ذریعہ ایمان اور عملِ صالح ہے۔ ان کے بغیر یہ بشارت کسی طرح بھی حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ عظیم ترین خوشخبری افضل ترین مخلوق کی زبان سے بہترین اسباب کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ (تیسیر الکریم الرحمن)

صالحات سے مراد سیدھے اور درست اعمال ہیں، ان سے مراد فرض اعمال ہیں۔ یا وہ اعمال ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ترغیب دلائی ہے۔ جنت ایمان اور نیک اعمال سے ہی ملتی ہے۔

قرآنِ مجید میں چالیس سے زائد مقامات ایسے ہیں جہاں ﴿اٰمَنُوْا﴾ کے بعد ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی فلاح کا دارومدار ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ قرآنِ مجید کی ایک چھوٹی سی سورت (العصر) میں نقصان سے بچنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۧ﴾

"مگر وہ لوگ (گھاٹے میں نہیں) جو ایمان لائے، انہوں نے نیک اعمال کیے، ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور آپس میں صبر کی نصیحت کی۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں کے دلوں میں محبت والفت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا والے ان کے بارے میں خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا ﴾

(۱۹/ مریم:۹۶)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کیے ہیں ان کے لئے رحمٰن محبت پیدا کر دے گا۔''

2 جنات باغات کو کہا جاتا ہے اور اس سے ثواب کا سارا گھر مراد ہے۔ یہ گھر بہت سے باغات پر مشتمل ہے۔

جنّت صرف باغات ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ بے شمار ایسی اشیاء پر مشتمل ہیں جو اِس دنیا میں رہتے ہوئے انسان کے وہم وگمان اور تصور میں بھی نہیں آسکتیں۔ البتہ باغات کی کثرت کی وجہ سے دارالثواب کو جنات کہا گیا ہے۔ ورنہ حدیثِ نبوی کے مطابق جنتوں میں تو ایسی ایسی نعمتیں ہیں:

((مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ))

(بخاری، التفسیر، تفسیر سورة السجدة، قوله ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم﴾، ح:۴۷۷۹)

''نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا، نہ کسی کان نے ان کی بابت سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا گمان ہی گزرا۔''

ارشادِ نبوی ہے:

((مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا))

(ایضًا، الرقاق، مثل الدنیا فی الاخرة، ح:۶۴۱۵)

''دنیا میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

قرآنِ مجید کے سیکڑوں مقامات پر جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(آیت زیرِ بحث کے علاوہ دیکھیے قرآن کے یہ مقامات: الاعراف:۴۳؛ یونس:۲۶؛ الرعد:۲۳۔۲۴؛ الحجر:۴۸؛ طٰہٰ:۱۱۸۔۱۱۹؛ السجدة:۱۷؛ الصّٰفّٰت:۴۱۔۴۸؛ ص:۴۹۔۵۴؛ الزخرف: ۷۰۔۷۳؛ الدخان: ۵۱۔۵۷؛ محمد: ۱۵؛ الطور: ۲۱۔۲۴؛ الرحمن:۴۶۔۷۸؛ الواقعة: ۲۷۔۳۹؛

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدھر ۵۔۶، ۱۱۔۲۲؛ النبأ:۳۱۔۳۶؛ الغاشیة:۸۔۱۶)

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت پیدا کر دی گئی ہے اور اس وقت موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۱۳۳)

''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

﴿ اُعِدَّتْ ﴾ سے جنت کے موجود ہونے کی صراحت ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ آیات جن میں حضرات حوا اور آدم علیہما السلام کے جنت میں ٹھہرائے جانے کا بیان ہے وہ بھی جنت کی موجودگی کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

(دیکھیے البقرۃ:۳۵۔۳۶؛ الاعراف: ۱۹۔۲۲، ۲۷؛ طٰہٰ: ۱۱۷۔۱۲۱، ۱۲۳)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث نبوی ہے:

((اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ))

(مسلم، الصیام، فضل شهر رمضان، ح:۱۰۷۹)

''جب رمضان (کا مہینہ) آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔''

اس حدیث سے جنت کے دروازوں کے ساتھ ساتھ جنت کا ثبوت بھی نکلتا ہے۔

اسی طرح ارشادِ نبوی ہے:

((اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَاِنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ))

(بخاری، بدء الخلق، ماجاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، ح:۳۲۴۰)

''جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اسے صبح وشام اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہو تو جنت میں اور اگر جہنمی ہو تو جہنم میں (اس کا ٹھکانہ دکھایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔)''

3 باغات کے درختوں اور گھروں کے نیچے سے نہریں رواں دواں ہیں۔ یہ نہریں کئی قسم کی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۖ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۖ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۖ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ﴾ (٤٧/ محمد: ١٥)

''متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہیں صاف ستھرے پانی کی، ایسے دودھ کی جس کا ذائقہ نہ بدلا ہو، ایسی شراب (غیر نشہ آور) کی جو کہ پینے والوں کے لیے لذیذ ہو اور ایسے شہد کی جو کہ صاف شفاف ہو۔''

ان بڑی بڑی نہروں سے، جو دریاؤں کی مانند ہوں گی، اہلِ جنت چھوٹی چھوٹی نہریں، جس طرف سے چاہیں گے، نکال لیں گے۔ ایک صحیح حدیثِ نبوی میں ہے:

((إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ ثُمَّ تُشَقَّقُ الْأَنْهَارُ بَعْدُ))

(ترمذی، صفة الجنة، ماجاء فی صفة انهار الجنة، ح:٢٥٧١)

''جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب (بے نشہ) کے دریا ہیں اور پھر ان دریاؤں سے نہریں نکالی جائیں گی۔''

نہر کوثر اور نہر حیات وغیرہ بھی جنت کی نہریں ہیں۔

نوٹ: جنت کی نہریں دنیا کی نہروں کی طرح کھدائی کر کے نہیں بنائی گئی ہوں گی بلکہ اللہ کی قدرت سے جنت کی سطح پر، پانی بکھیرے بغیر ('پانی اپنی سطح ہموار رکھتا ہے' کے اصول کے برعکس) اسی طرف کو چلیں گی جدھر کو جنتی چاہیں گے، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وروی ان انهار الجنة ليست فی اخاديد، انما تجری علی سطح الجنة منضبطة بالقدرة حيث شاء اهلها۔

(الجامع لاحكام القرآن: ١/ ٢٨١)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ نہریں بہتی ہیں لیکن ان میں گڑھا نہیں ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۱۸۹)

4 پھلوں کی بہت سی انواع میں سے ایک قسم جب انہیں دی جائے گی۔ جنت میں مختلف انواع واقسام کے بکثرت پھل ہوں گے جو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ اہلِ جنت جہاں کہیں بھی ہوں گے انہیں ان کی خواہش کے مطابق پھل باسہولت دستیاب ہوں گے۔ اس سلسلے میں درج ذیل آیات اور احادیث قابلِ غور ہیں:

﴿ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ﴾ (٤٧/ محمد:١٥)

''اس میں اہلِ جنت کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں گے۔''

﴿ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ۝ ﴾

(٥٦/ الواقعة:٣٢-٣٣)

''اور بکثرت پھلوں میں جو کبھی ختم نہ ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے ہوں گے۔''

﴿ أُكُلُهَا دَآئِمٌ ﴾ (١٣/ الرعد:٣٥)

''جنت کے پھل سدا بہار ہوں گے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا نَزَعَ ثَمَرَةً مِّنَ الْجَنَّةِ عَادَتْ مَكَانَهَا أُخْرٰى))

(مجمع الزوائد، اهل الجنة، فيما اعده الله سبحانه و تعالى لاهل الجنة، ح:١٨٧٣١)

''جب کوئی شخص جنت کا کوئی پھل اتارے گا تو اُس کی جگہ اور پھل لگ جائے گا۔''

﴿ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ ﴾ (٧٧/ المرسلت:٤٢)

''اور پھل جو وہ (متقین) چاہیں گے۔''

﴿ وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ ﴾ (٧٦/ الدهر:١٤)

''اور اس کے (پھلوں کے) گچھے خوب نیچے لٹکائے گئے ہوں گے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ مجید میں جنت کے بعض اُن پھلوں کا تذکرہ نام لے کر کیا گیا ہے جن سے قرآن کے اولین مخاطب متعارف تھے، مثلاً کھجور (الرحمن:٦٨)، انار (ایضاً)، انگور (النبأ:٣٢)، بیر (الواقعة:٢٨)، کیلا (ایضاً:٢٩)

5 یہ اسی سے ملتی جلتی، اسی کی نظیر اور اسی کی جنس سے ہے۔ یہ اس طرح کہ اس کا رنگ اس کے رنگ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اگرچہ حجم، ذائقے اور خوشبو میں فرق ہے۔ جب وہ کھائیں گے تو اُس کا ذائقہ پہلے پھل کے ذائقہ سے مختلف ہوگا۔

اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پھل ہمیں دنیا میں دیے گئے تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کی ایک نظیر پیش کرتے ہوئے یہ تفسیر کی ہے۔ اہلِ جنت کہیں گے:

﴿ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴾ (٥٢/ الطور:٢٨)

''ہم اس سے پہلے ہی اس کی عبادت کیا کرتے تھے بے شک وہ محسن اور مہربان ہے۔'' (دیکھیے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن)

یہاں مِنْ قَبْلُ سے مراد دنیا ہے کیونکہ دنیا میں ہی انسان اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور اس کی عبادت کرنے کا مکلّف ہے۔ اسی عبادت کا صلہ اہلِ جنت کو جنت میں ملے گا۔

مِنْ قَبْلُ سے مراد جنت میں بھی ہوسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں انہیں جب یکے بعد دیگرے پھل دیے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ پھل تو ہم نے پہلے بھی کھایا ہے۔ مگر وہ پھل شکل وصورت میں پہلے پھل سے ملتا جلتا ہوگا لیکن ذائقے اور چاشنی کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔

(مِنْ قَبْلُ کے مذکورہ بالا اور اس مفہوم کے لیے دیکھیے تفسیر قرطبی: ١/ ٢٨١)

6 عمدگی میں ملتے جلتے ہوں گے، ان میں کوئی بھی کچا گرا ہوا پھل نہیں ہوگا۔ وہ پھل ان کے لئے نامانوس نہ ہوں گے۔ یہ پھل صرف صورت اور ناموں کی حد تک دنیوی پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے جنت کی کوئی چیز دنیا کی کسی چیز سے مشابہ نہیں۔ ارشادِ نبوی ہے:

((لَيْسَ فِي الْجَنَّةِ شَيْءٌ يَشْبَهُ مَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا الْأَسْمَاءَ))

(سلسلة الاحاديث الصحيحة، ح:٢١٨٨)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جنت کی کوئی چیز بھی دنیوی چیزوں سے مشابہ نہیں، سوائے ناموں کے۔''

اس مشابہت کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے شہید کے خون سے متعلق احادیث پر غور کیا جاسکتا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

((لَوْنُهُ لَوْنُ الدَّمِ وَرِيْحُهُ مِسْكٌ))

(مسلم، الامارة، فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله، ح: ١٨٧٦)

''اس کا رنگ (روزِ قیامت) خون جیسا اور خوشبو کستوری جیسی ہوگی۔''

دوسری حدیث میں ہے:

((مَا مِنْ مَكْلُوْمٍ يُكْلَمُ فِي اللّٰهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلْمُهُ يُدْمِي، اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ))

(بخاری، الذبائح، المسك، ح: ٥٥٣٣)

''جو زخمی بھی اللہ کے راستے میں زخمی ہوگیا، وہ قیامت کے دن اس طرح سے آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون جاری ہوگا، اس کی رنگت خون ہی جیسی ہوگی مگر خوشبو مشک جیسی۔''

جہاد فی سبیل اللہ میں زخمی ہونے والے سے متعلق ایک اور حدیث میں ہے:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهِ، إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ))

(بخاری، الجهاد، من یجرح فی سبیل الله عزوجل، ح: ٢٨٠٣)

''اُس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو شخص بھی اللہ کے راستے میں زخمی ہوا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کے راستے میں کون زخمی ہوا ہے، وہ قیامت کے دن اس طرح سے آئے گا کہ (اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا) اس کے خون کی رنگت خون جیسی ہوگی مگر خوشبو کستوری جیسی۔''

7 بیویوں کی تطہیر سے مراد یہ ہے کہ انہیں عورتوں کو لاحق ہونے والی حیض ونفاس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نجاست لاحق نہیں ہوگی۔ وہ ہر قسم کی میل کچیل سے پاک ہوں گی۔

نکتہ ۱: ﴿ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ کا معنی پاک کردہ بیویاں ہیں۔ لفظ مُطَهَّرَةٌ لغت میں طاھرۃ سے زیادہ جامعیت اور بلاغت رکھتا ہے کیونکہ اس میں یہ پہلو بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی پاک کرنے والے نے انہیں پاک کیا۔ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (قطف الازھار)

جسے اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہو اُس کی ظاہری و باطنی پاکیزگی کے کیا ہی کہنے!

نکتہ ۲: اللہ تعالیٰ نے ﴿ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ﴾ فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ مطھرۃ من العیب الفلانی ''وہ فلاں عیب سے پاک کی گئی ہیں۔'' یہ اس لئے ہے تاکہ وہ طہارت کی تمام انواع پر مشتمل ہو، جنتی عورتیں پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ جسم والی ہوں گی۔

(تیسیر الکریم الرحمن)

جنتی عورتیں بد خُلقی اور کج خُلقی سے پاک ہوں گی، وہ حسن و جمال اور حسنِ سیرت والی ہوں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴾ (۵۵/ الرحمن: ۷۰)

''جنت میں خوب سیرت اور خوبصورت بیویاں ہوں گی۔''

حدیثِ نبوی ہے کہ جنتی حوریں یہ کہیں گی:

((نَحْنُ الْحُوْرُ الْحِسَانُ خُبِئْنَا لِاَزْوَاجٍ كِرَامٍ))

(صحیح الجامع الصغیر، ح: ۱۵۹۸)

''ہم خوبصورت اور نیک سیرت حوریں اپنے معزز شوہروں کے لئے محفوظ کی گئی ہیں۔''

8 خلود سے مراد ایسی زندگی ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ خُلود کے بارے میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

خلود سے مراد بقا ہے۔ اسی سے جنة الخلد (ہمیشگی کی جنت) کہا جاتا ہے۔ مجازی طور پر یہ لفظ لمبی مدت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ عرب دعا کے موقع پر بولتے ہیں: خلد اللہ ملکه یعنی اللہ تعالیٰ اس کی حکومت مدت مدید تک رکھے..... لیکن یہاں آیت کریمہ میں حقیقی معنی ''ہمیشہ'' مراد ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۸۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کے معانی کے تعین کا اصول بھی یہی ہے کہ جب حقیقی معنی متعذر ہو تو تب مجازی معنی مراد لیا جاتا ہے ورنہ حقیقی معنی کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ احادیث سے بھی اسی حقیقی معنی کی تائید وتصویب ہوتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

((اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِيْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ، ثُمَّ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَامَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ، فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حَزَنًا اِلٰى حَزَنِهِمْ))

(بخاری، الرقاق، یدخل الجنة سبعون الفابغیر حساب، ح:٦٥٤٨)

''جب اہلِ جنت جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمہیں اب موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو! تمہیں بھی اب موت نہیں آئے گی۔ اس بات سے جنتی اور زیادہ خوش ہو جائیں گے اور جہنمی اور زیادہ غمگین ہو جائیں گے۔''

ظاہر ہے کہ جب انہیں موت نہیں آئے گی تو وہ ہمیشہ رہیں گے۔ دیگر احادیث میں جنت میں ہمیشہ رہنے کی صراحت بھی موجود ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

((يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْمُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ يَا اَهْلَ النَّارِ لَامَوْتَ، وَيَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ خُلُوْدٌ))

(ایضاً، ح:٦٥٤٤)

''اہلِ جنت جنت میں اور اہلِ جہنم جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا ان کے درمیان میں کھڑا ہو کر پکارے گا کہ اے جہنم والو! اب تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جنت والو! تمہیں بھی موت نہیں آئے گی بلکہ ہمیشہ رہو گے۔''

اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتیں بیان کرتے ہوئے ان کے ابدی ہونے کو بیان کیا تا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِن نعمتوں کے زوال کا خوف ختم کر کے اُن کا لطف وسرور دوبالا کیا جائے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اہلِ جنت کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ (۹/ التوبة:۲۱-۲۲)

''انہیں ان کا رب اپنی رحمت، رضامندی اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے۔ ان کے لئے جنتوں میں دوامی نعمتیں ہیں۔ وہاں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِۦٓ أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝

یقیناً اللہ اس بات سے نہیں ہچکچاتا کہ کوئی بھی مثال بیان کرے ① (مثال) مچھر کی ہو خواہ اس سے بھی ہلکی چیز کی ② تو جو لوگ ایمان لائے وہ تو کہتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ البتہ جنہوں نے کفر کیا تو وہ کہتے ہیں کہ یہ مثال دینے سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے؟ وہ اس کے ساتھ بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسی کے باعث بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے ③ اور اس کے ساتھ گمراہ تو فاسقوں کو ہی کرتا ہے۔ ④

---

① **قرنی مثالیں:** پچھلی آیات میں قرآنِ مجید کے کتابِ ہدایت ہونے اور اعجاز کا تذکرہ ہوا نیز ہدایتِ قرآنی سے محروم ہونے والوں کا تذکرہ مثالوں کے ذریعے کیا گیا۔ یہاں منکرین کے اس شبہے کا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب میں حقیر اور چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں کیوں بیان کرتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے ایسی مثالیں بیان کرنے سے کوئی رکاوٹ نہیں، وہ کسی سے ڈرتا نہیں، اسے کسی مخالفت کا کوئی خوف نہیں۔ وہ اظہارِ حق کے لئے چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ حیی (بہت زیادہ شرم وحیا والا) ہے مگر یہ حیا حق بیانی میں رکاوٹ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِۦ مِنَ الْحَقِّ ﴾ (۳۳/ الاحزاب:۵۳)

حقیقت یہ ہے کہ چھوٹی چیزوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔

اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے کفار کی تردید میں نازل کیا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اللہ مثالیں بیان کرنے سے بلند و برتر ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن میں شہد کی مکھی، مکڑی اور چیونٹیوں کا ذکر ہوا اور ان اشیاء کا ذکر فصحاء کے کلام میں مناسب نہیں ہوتا۔

مگر یہ بات درست نہیں کہ فصحاء کے کلام میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائی جاتیں۔قرآنِ مجید میں، جو فصیح و بلیغ کلام ہے،مختلف مثالیں بیان کے حسبِ حال پیش کی گئی ہیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو۔قرآنی مثالوں پر علماء نے مستقل کتابیں بھی تالیف کی ہیں جن میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب امثال القرآن بہت اہم ہے۔مچھر کی مثال کے علاوہ قرآنِ مجید کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ مثل حبة (دانے کی مثال)

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (۲/ البقرة: ۲٦۱)

''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر دے اور اللہ کشادگی والا اور خوب علم والا ہے۔''

۲۔ مثل صفوان (پتھر کی مثال)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

(۲/ البقرة: ۲٦٤)

''ایمان والو! اپنے خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ قیامت پر، اس کی مثال اس پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار بارش برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے، ان ریاکاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ کافروں کی قوم کو (سیدھی) راہ نہیں دکھاتا۔''

۳۔ مثل جنة (باغ کی مثال)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ﴾

(۲/ البقرة: ۲٦٥)

''ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی رضا مندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور زوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل دوگنا لائے اور اگر اس پر بارش نہ بھی برسے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔''

۴۔ مثل عیسی (عیسیٰ علیہ السلام کی مثال)

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن: ۵۹)

''اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ہو بہو آدم کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔''

۵۔ مثل ریح (تند ہوا کی مثال)

﴿ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن: ۱۱۷)

''یہ کفار جو خرچ کرتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک تند ہوا چلی جس میں ٹھنڈک تھی جو ظالموں کی کھیتی پر پڑی اور اسے تہس نہس کر دیا، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

٦۔ مثل الکلب (کتے کی مثال)

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَلْهَثْ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۷۶﴾ ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۷۵-۱۷۶)

''اور ان لوگوں کو اُس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا تو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا تو اُس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تُو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، تو آپ اس حال کو بیان کر دیجیے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔''

۷۔ مثل الرماد (راکھ کی مثال)

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ﴿۱۸﴾ ﴾ (۱۴/ ابراهيم: ۱۸)

''ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اپنے رب سے کفر کیا، ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے۔ جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، یہی دُور کی گمراہی ہے۔''

۸۔ مثل الشجرة (درخت کی مثال)

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ ﴾

(۱۴/ ابراهيم: ۲۴-۲۶)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمے کی مثال کس طرح دی، مثل ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی ٹہنیاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آسمان میں ہیں جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے اور اللہ لوگوں کے سامنے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ناپاک بات کی مثال گندے درخت جیسی ہے جو زمین کے کچھ ہی اوپر سے اکھاڑ لیا گیا، اسے کچھ ثبات تو ہے نہیں۔''

۹۔ مثل عبد مملوك (مملوکہ غلام کی مثال)

﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (۱۶/ النحل: ۷۵)

''اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے، ایک غلام ہے دوسرے کی ملکیت کا جو کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا اور ایک اور شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے معقول روزی دے رکھی ہے جس میں سے وہ چھپے کھلے خرچ کرتا ہے، کیا یہ سب برابر ہو سکتے ہیں؟ اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔''

۱۰۔ مثل الرجلين (دو آدمیوں کی مثال)

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰي مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (۱۶/ النحل: ۷۶)

''اللہ دو شخصوں کی ایک مثال بیان کرتا ہے جن میں سے ایک تو گونگا ہے اور کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے، کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا، کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں؟''

۱۱۔ مثل الذباب (مکھی کی مثال)

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۖ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴾ (۲۲/ الحج: ۷۳)

''لوگو! ایک مثال بیان کی جارہی ہے ذرا کان لگا کر سن لو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اسے بھی اس سے چھین نہیں سکتے، بڑا بودا ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جارہا ہے۔''

۱۲۔ مثل العنکبوت (مکڑی کی مثال)

﴿ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ ۖ اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ (۲۹/ العنکبوت: ۴۱)

''جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ (بھی) ایک گھر بنا لیتی ہے حالانکہ تمام گھروں سے بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے، کاش! وہ جان لیتے۔''

۱۳۔ مثل من انفسکم (انسانوں کی مثال)

﴿ ضَرَبَ لَكُم مَّثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَل لَّكُم مِّن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾ (۳۰/ الروم: ۲۸)

''اللہ نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان کی۔ جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو اور تم ان کا ایسا خطرہ رکھتے جیسا خود اپنوں کا، ہم عقل رکھنے والوں کے لئے اسی طرح کھول کھول کر آیتیں بیان کر دیتے ہیں۔''

۱۴۔ مثل رجل (ایک آدمی کی مثال)

﴿ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ ﴾

(۳۹/ الزمر: ۲۹)

’’اللہ مثال بیان کر رہا ہے، ایک وہ شخص جس میں بہت سے باہم ضدر کھنے والے ساجھی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں؟ اللہ کے لئے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔‘‘

۱۵۔ مثل الحمار (گدھے کی مثال)

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ ﴾ (٦٢/ الجمعة: ٥)

’’جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو۔ اللہ کی باتیں جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اور اللہ (ایسی) ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔‘‘

2 اس سے مراد چھوٹا ہونے میں اوپر ہونا ہے جیسے مچھر کا پَر، یہ بھی ممکن ہے فوقھا سے کسی بڑی چیز کو مراد لیا جائے۔

مثال کی اس چیز سے مناسبت ضروری ہوتی ہے جس کی وہ مثال ہوتی ہے تا کہ بات کی وضاحت ہو سکے۔ مثال دینے والے سے اس مثال کی مناسبت ہونا زیر بحث ہی نہیں ہوتا۔ مچھر یا اس سے بھی کسی چھوٹی چیز کی مثال دینے سے اگر بات کی تفہیم زیادہ ہوتی ہو تو وہی مثال پیش کرنا موزوں ترین ہوتا ہے۔ کسی چیز کے بے وقعت اور کمزور ہونے کو تارِ عنکبوت سے تشبیہ دینا ہی مناسب ترین ہے۔ ظاہر ہے ایسے موقع پر ہاتھی، اونٹ یا گھوڑے وغیرہ کی مثال بیان کرنا تو مناسب حال نہیں ہوتا۔

3 اس مثال کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرنے اور باقیوں کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مطلب یہ ہے انہوں نے فسق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تو اللہ نے انہیں ان کے فسق کے سبب گمراہ کر دیا، انہوں نے اپنے رب کے کلام کی تحقیر کی۔

قرآنِ مجید سے کوئی شخص بھی لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ جو قرآن پر ایمان لاتا ہے اور اس سے راہنمائی لیتا ہے قرآن اس کے لئے ھـــدًی ہے۔ مگر حق واضح ہو جانے کے بعد بھی انکار کرنے والے اس حق سے محروم ہی رہتے ہیں۔ گمراہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اس کتاب کو مضبوطی سے تھامنے کی وجہ سے عروج جبکہ اسے چھوڑنے کی وجہ سے زوال آتا ہے۔ اللہ نے تو ہدایت و گمراہی کو نمایاں کر دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ (۲/ البقرة: ۲۵۶)

''یقیناً ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔''

ہدایت سے انکار مزید گمراہی کا باعث ہے۔ اسے قرآن نے ﴿ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ﴾ (۹/ التوبة: ۱۲۵) کے الفاظ سے بیان کیا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ (۱۷/ بنی اسراء یل: ۸۲)

''یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی اضافہ نہیں کرتا۔''

انکار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ روحانی طور پر اندھا اور بہرہ کر دیتا ہے۔ انہیں اپنی رحمت سے دُور کر دیتا ہے، درجِ ذیل آیات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے:

﴿ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (۹/ التوبة: ۲۶)

﴿ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۗ ﴾ (۱۴/ ابراهيم: ۲۷)

﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴾ (۴۰/ المؤمن: ۳۴)

﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (۴۰/ المؤمن: ۷۴)

ان آیات میں ہدایت سے محرومی کے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک سنہری اصول اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ﴾ (۹/ التوبة: ۱۱۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے جب تک ان کے لئے وہ کچھ واضح نہ کر دے جس سے انہیں بچنا چاہیے۔''

﴿ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ﴾ کے مفہوم کی بعض علماء نے درج ذیل مثال کے ذریعے وضاحت کی ہے:

کسی طبیب نے عینک کے بہت سے شیشے تراش کر رکھے کہ اپنے کمزور نظر والے مریضوں کو تقسیم کرے، جو دیکھنے میں معاون ہوں گے۔ ان مریضوں میں سے ایک جاہل نے وہ شیشے اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں میں چبھونے شروع کئے جس سے اس کی آنکھیں پھوٹ گئیں اور اس نے یہ کہنا شروع کیا کہ چشمے تو کسی کام کے ہی نہیں بلکہ یہ شیشے کے ٹکڑے آنکھ پھوڑ دیتے ہیں۔ طبیب نے اسے سمجھایا کہ یہ مریض کے کام کے ہیں مگر پھر بھی وہ اپنی ہی رٹ لگائے جاتا ہے اور جان بوجھ کر طبیب کی ضد میں یہی پوچھے جاتا ہے کہ صاحب ان شیشوں کے بنانے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ اس صورت میں اس جاہل کو یہی جواب دیا جائے گا کہ ان شیشوں سے مطلب یہی ہے کہ دوسروں کی آنکھوں کی روشنی بڑھا دیں اور تیری آنکھیں پھوڑ دیں حالانکہ غرضِ اصلی صرف روشنی ہی ہے اور جو اثر اس مریض پر ظاہر ہوا یہ اس کے غلط استعمال کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح مقصودِ اصلی یہاں صرف ہدایت ہی ہے جس کے لیے قرآن نازل ہوا مگر یہ دوسرا نتیجہ اس جاہل کی ہٹ دھرمی کا جواب ہے۔

4 عرفِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے کو فسق کہا جاتا ہے تو جو شخص کفر کی وجہ سے اطاعت سے نکل جائے اس کے لئے فاسق کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور جو شخص نافرمانی کے سبب اطاعت سے نکل جائے اس پر بھی اسی لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

بنیادی مفہوم تو اس لفظ کا یہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے خروج کرتا ہے وہ فاسق کہلاتا ہے۔ اس خروج کے درجات مختلف ہیں۔ ان درجات کے مطابق ہی فاسق کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے، ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی بات ماننے سے جو انکار کیا تھا اس کے لئے فسق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ ﴾ (۱۸/ الکھف: ۵۰)

''وہ جنات میں سے تھا پس اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝

جو اللہ کے عہد کو، اس کے پختہ ہو جانے کے بعد، توڑ ڈالتے ہیں [1] اور جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے جوڑا جائے وہ اسے کاٹ دیتے ہیں [2] اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، [3] یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ [4]

---

[1] **زیاں کار**: یہ وہ عہد ہے جو اُن سے قرآن میں لیا گیا اور اس کا انہوں نے اقرار بھی کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے معاہدات اور وعدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ ﴾ (۵/ المائدۃ: ۱)

''ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔''

عہد کی خلاف ورزی کرنے والے ہدایت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دُور کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ ﴾ (۵/ المائدۃ: ۱۳)

''ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیے کہ وہ کلام کو اُس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے۔''

نصیحت قبول کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ ﴾ (۱۳/ الرعد: ۱۹۔۲۰)

''کیا وہ شخص جو یہ علم رکھتا ہو کہ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے جو اُتارا گیا وہ حق ہے، اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھا ہو۔ نصیحت تو وہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہوں، جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور قول واقرار کو توڑتے نہیں۔"

2 اللہ تعالیٰ نے رشتے ناطے جوڑنے کا حکم دیا۔ مشہور اور متبادر الی الذھن تفسیر وہی ہے جس میں ﴿ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ ﴾ سے صلہ رحمی مراد لی گئی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ لَهٗ: مَهْ۔ قَالَتْ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ۔ قَالَ: اَلَا تَرْضِيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى يَا رَبِّ، قَالَ: فَذَاكِ))، قال ابو هريرة: اقرؤوا ان شئتم: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ﴾

(بخاری، التفسیر، سورة محمد، ﴿وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ﴾، ح: ۴۸۳۰)

"اللہ نے مخلوق پیدا کی، جب وہ اس کی پیدائش سے فارغ ہوا تو "رحم" (رشتہ داری) نے کھڑے ہو کر رحم کرنے والے اللہ کے دامن میں پناہ لی۔ اللہ نے اس سے فرمایا: کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں بھی اسے جوڑوں اور جو تجھے توڑے میں بھی اسے توڑوں۔ رحم نے عرض کیا: ہاں میرے رب! اللہ نے فرمایا: پھر ایسا ہی ہوگا۔ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو: "اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تمہیں یہ احتمال بھی ہے کہ تم لوگ دین میں فساد مچا دو گے اور آپس میں قطع تعلق کر لو گے۔"

﴿ يُّوْصَلَ ﴾ کے وسیع مفہوم میں وہ تمام امور داخل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ صلہ رحمی ہو یا قول کے ساتھ عمل کو جوڑنا یعنی قول و فعل کا تضاد نہ ہونا وغیرہ۔ ہدایت قبول کرنے والے عقلمند وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ (۱۳/ الرعد: ۲۱)

"اور اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا وہ انہیں جوڑتے ہیں اور وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں۔"

3 زمین میں نافرمانی والے کام کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو زمین پر خرابی پیدا ہوتی ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بھائیوں وغیرہ میں اصلاح کروانے کا جو نظامِ عالم کا تقاضا ہے وہ اس کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴾ (۲/ البقرة: ۲۰۵)

"جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ہے۔"

فساد کا سبب انسانوں کے اپنے برے اعمال ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (۳۰/ الروم: ۴۱)

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا اس لئے کہ انہیں ان کی بعض کرتوتوں کا پھل اللہ چکھا دے ممکن ہے وہ باز آجائیں۔"

4 یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ ایسا نہیں ہے جیسا وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ عہد توڑ کر مصلحتیں تلاش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا سب سے بڑی مصلحت ہے جبکہ وہ اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فاسقوں کو اِن بری حرکات کا نقصان دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ ہدایت سے محروم ہونے کے نتیجے میں ان کا اصل خسارہ آخرت میں ہوگا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴾ (۳۹/ الزمر: ۱۵)

"تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو! کہہ دیجیے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اپنے آپ کو اور اہل کو یوم قیامت نقصان میں ڈال دیں گے، یاد رکھو کہ کھلم کھلا نقصان یہی ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴾ (۱۳/ الرعد:۲۵)

''اور جو اللہ کے عہد کو اُس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے برا گھر ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

کیونکر تم اللہ کا انکار کرتے ہو 1 حالانکہ تم (پیدا ہونے سے پہلے) مردہ (بے جان) تھے اس نے تمہیں زندہ کیا 2 پھر تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ 3

---

1 **موت وحیات کا مالک:** اس (كَيْفَ) میں منکرین کی تردید کی گئی، گویا کہا گیا کہ تم کیوں کفر کرتے ہو؟ جبکہ تم اس قصہ کو ابتداء سے انتہا تک خوب جاننے والے ہو۔ یہاں ان کی اس حالت پر تعجب اور حیرانگی کا اظہار کیا گیا نیز لفظ كَيْفَ سے ان کی سرزنش کی گئی ہے جبکہ ان کے پاس اس کفر کی کوئی وجہ نہیں، یہ بلا دلیل ہی خالقِ حقیقی کا انکار کر رہے ہیں۔ تعجب ہے ان کی اس روش پر!

مذکورہ بالا آیات میں تمام لوگوں کو ایک معبودِ حقیقی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک گروہ قرآنِ مجید کو لاریب کتاب تسلیم کرتے ہوئے ایمان اور عمل صالح کی روش اختیار کرتا ہے جبکہ دوسرا گروہ بدعقیدگی اور بدعملی کی وجہ سے نقصان اٹھاتا ہے۔

2 احیا، یحی اور یمیت کی ضمیر مستتر ہوگی، مرجع لفظ ''اللہ'' ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت اور زندگی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ موت وحیات پر صرف اس کا اختیار ہے جبکہ دہریہ اور بعض دیگر فرقے صانع وخالق اور مدبرِ حقیقی کو محیی اور ممیت ماننے کی بجائے موت وحیات کے سلسلے کو محض گردشِ زمانہ قرار دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (٤٥/ الجاثية: ٢٤۔٢٦)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''انہوں نے کہا کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے، (دراصل) انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں۔ یہ تو صرف (قیاس اور) اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے ہماری واضح اور روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے، تو اُن کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ۔ آپ کہہ دیجیے! اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں مار ڈالتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔''

نیست سے ہست اور ہست سے نیست پر اختیار رکھنے والے رب کا تعارف ابراھیم علیہ السلام نے یوں پیش کیا:

﴿ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ﴾ (۲/ البقرة: ۲۵۸)

''میرا رب تو وہ ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت سے ہمکنار کرتا ہے۔''

موت و حیات پر اختیار کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴾ (۵۳/ النجم: ٤٤)

''اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔''

③ تمہاری عمر پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا۔ پھر قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا۔ تم حشر کے میدان کی طرف اللہ تعالیٰ کے پاس جمع کیے جاؤ گے تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔

﴿ وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا ﴾ میں انسان کی عدم کی حالت اور اس میں روح پھونکے جانے سے پہلے کا زمانہ مراد ہے۔ حالتِ عدم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ﴾

(۷۶/ الدهر: ۱)

''یقیناً انسان پر وہ وقت بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز بھی نہ تھا۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۝ ﴾ (۱۹/ مریم: ٦٦-٦٧)

''اور انسان کہتا ہے کہ جب مَیں مر گیا تو کیا واقعی مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟ تو کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ ہم ہی نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا جبکہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔''

یہ حالت عدم وجود عام انسانوں کے علاوہ انبیاء و رسل علیہم السلام پر بھی جاری ہوئی، زکریا علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝ ﴾ (۱۹/ مریم: ۹)

''اور یقیناً مَیں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا جب کہ تُو کچھ بھی نہ تھا۔''

﴿ فَاَحْيَاكُمْ ﴾ سے مراد انسانوں کی دنیوی زندگی ہے۔ ﴿ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ﴾ سے دنیوی زندگی کو ختم کرنے والی موت مراد ہے۔ ﴿ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ﴾ سے مراد روزِ قیامت قبروں سے اٹھنا ہے جس کے بعد تمام انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔ اس آیت میں نوعِ انسانی کی مختلف حالتوں کی ایک سریع جھلک دکھائی گئی ہے۔ موت سے زندگی، زندگی سے موت اور پھر موت سے زندگی کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے۔ کفار و مشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ ﴾ (٤٠/ المؤمن: ۱۱)

''وہ کہیں گے: ہمارے رب تُو نے ہمیں دو بار مارا اور دو بار ہی زندہ کیا، اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟''

حسن بصری رحمہ اللہ ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا ﴾ میں بیان ہونے والی دو موتوں اور دو زندگیوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس سے لوگوں کی اکثریت مراد ہے جبکہ بعض وہ بھی ہیں جنہیں اللہ نے تین مرتبہ موت سے دوچار کیا جیسا کہ درجِ ذیل آیات میں بیان کردہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ ﴾

(۲/ البقرة: ۲۵۹)

''یا اس شخص کی مانند کہ جس کا گزر اُس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا: اس کی موت کے بعد اللہ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے سو سال کے لیے موت دے دی، پھر اُسے اٹھایا۔''

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ ﴾ (۲/ البقرة: ۲۴۳)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے، اللہ نے انہیں فرمایا کہ مرجاؤ، پھر انہیں زندہ کر دیا۔''

﴿ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (۲/ البقرة: ۵۵-۵۶)

''جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! جب تک ہم اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں ہرگز ایمان نہ لائیں گے تو تم پر تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے بجلی گری۔ پھر ہم نے تمہاری موت کے بعد تمہیں زندہ کر دیا تاکہ تم شکر گزاری کرو۔''

گائے کے ذبح والے واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی ﴾ (۲/ البقرة: ۷۳)

''تو ہم نے کہا کہ اس (گائے) کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم کو لگاؤ (وہ زندہ ہوجائے گا۔) اسی طرح اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا۔'' (تفسیر کبیر)

ان آیات میں بَعَثَہ، اَحْیَاھُم اور بَعَثْنٰکُمْ سے اس دنیا میں زندہ کرنا مراد ہے۔

آیت زیرِ مطالعہ میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہاں زندگیوں اور موتوں کا حصر مقصود نہیں کیونکہ قرآن و حدیث کے دیگر دلائل سے کئی موتوں اور کئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگیوں کا ثبوت ملتا ہے۔

قرآن وحدیث کے دلائل سے پانچ موتوں اور پانچ زندگیوں کا ثبوت بھی ملتا ہے بلکہ امتِ محمدی کے بعض نافرمان اہلِ ایمان کی، جو جہنم میں جائیں گے، چھ چھ موتوں اور چھ چھ زندگیوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث (مسلم، ح:۱۸۵) میں ان کے لئے ((فَأَمَاتَهُمُ اللّٰهُ إِمَاتَةً حَتّٰى إِذَا كَانُوْا فُحْمًا)) کے الفاظ آئے ہیں۔ ((فَأَمَاتَهُمُ اللّٰهُ)) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں موت دے گا اور وہ جل جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر انہیں زندہ کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (تفصیلی بحث کے لئے دیکھیے تفسیر قرطبی: ۱/ ۲۹۰)

آیت زیرِ بحث میں حیاتِ برزخ اور ﴿ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ کے بعد کی حالت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا کیونکہ یہ دونوں مواقع اعمال کی جزا وسزا کے ہیں۔ عالمِ برزخ میں بھی کچھ نہ کچھ جزا وسزا دی جائے گی جس کے بہت سے دلائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ جبکہ مکمل اور شدید عذاب وثواب ﴿ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ کے بعد ہوگا۔

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ برزخی زندگی میں غالب اثرات موت کے ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ معروف معنی میں زندگی نہیں ہے کہ اس کے عدمِ ذکر سے عذابِ قبر کا انکار لازم آئے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ عدمِ ذکر عدمِ شی کو مستلزم نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

وہی ہے جس نے زمین کی تمام کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے پیدا کیا (1) پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ کی (2) تو انہیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا (3) اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

---

(1) اس سے پہلی آیت میں انسان کی موت وحیات کے مختلف مراحل کا ذکر کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ صرف انسان کا ہی خالق نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے۔ ان تمام اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی منفعت اور مصلحت کے لئے بنایا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کے لئے مسخر کیا ورنہ اسے ان اشیاء کی کوئی حاجت نہیں۔

﴿ خَلَقَ لَكُمْ ﴾ سے معلوم ہوا کہ چیزوں میں بنیادی طور پر حلت واباحت ہے۔ البتہ وہ خبائث اشیاء یا جن میں ضرر کا پہلو غالب ہے وہ ممنوع الاستعمال ہیں۔

ارضی اشیاء اور نعمتیں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ آگ، پانی، ہوا، حیوانات، نباتات، پہاڑ، کانیں، دریا و ندی نالے اور بے شمار ماکولات ومشروبات اور ملبوسات انعاماتِ الٰہی ہیں۔ مگر انسان ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتا اور نہ کوئی عبرت حاصل کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ؕ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ ﴾ (۸۰/ عبس: ۱۷۔۳۲)

”انسان پر اللہ کی مار کیسا ناشکرا ہے! اسے اللہ نے کس چیز سے پیدا کیا۔ (اسے) ایک نطفہ سے پیدا کیا، پھر اسے اندازے پر رکھا۔ پھر اس کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ آسان کیا۔ پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا۔ پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا۔ ہر گز نہیں، اس نے اب تک اللہ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کو دیکھے۔ کہ ہم نے خوب پانی برسایا۔ پھر زمین کو اچھی طرح پھاڑا۔ پھر اس میں سے اناج اگائے۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجور۔ اور گنجان باغات۔ اور میوہ اور (گھاس) چارہ (بھی اگایا)۔ تمہارے استعمال و فائدہ کے لئے اور تمہارے چوپایوں کے لئے۔"

آیت زیر مطالعہ میں ایک سبق یہ بھی ہے کہ تمام ارضی اشیاء انسانوں کی منفعت کے لئے پیدا کی گئی ہیں لہٰذا انہیں چاہیے کہ وہ اپنا مقام پہچانیں اور مخلوق پرستی کی وجہ سے اپنے چہرے پر پڑنے والی رسوائی کی گرد صاف کر کے صرف خالق حقیقی کی بندگی اختیار کریں۔

2 اسْتَوٰی کا معنی کسی چیز پر چڑھنا یا بلند ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾

(۲۳/ المؤمنون: ۲۸)

"پھر جب آپ اور جو آپ کے ساتھ ہیں کشتی پر چڑھ جائیں تو کہنا کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔"

اسْتَوٰی مختلف حروف کے ساتھ مل کر کئی معانی دیتا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی رحمۃ اللہ علیہ اسْتَوٰی کے معانی کے بارے لکھتے ہیں:

یہ قرآن میں تین معنی میں آیا ہے؛ جب یہ کسی حرف کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا تو اس وقت اس کا معنی کمال اور تمام ہوتا ہے جیسا کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوٰى ﴾ (۲۸/ القصص: ۱٤)

"اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے۔"

کبھی یہ اونچا اور بلند ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہ معنی اس وقت دیتا ہے جب یہ "علٰی" کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ (۷/ الاعراف: ٥٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔''

﴿ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ﴾ (٤٣/ الزخرف: ١٣)

''تا کہ تم ان کی پشت پر جم کر سوار ہوا کرو۔''

کبھی یہ قصد کے معنی میں استعمال ہوتا اس وقت یہ ''الی'' کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسا کہ اس (زیر بحث) آیت میں ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کر لیا تو آسمانوں کو پیدا کرنے کا قصد کیا۔(تیسیر الکریم الرحمن)

نکتہ: ﴿ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ کے بعد ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ سے معلوم ہوا کہ زمین اور ارضی اشیاء کو آسمانوں سے پہلے پیدا کیا گیا۔تاہم سورۃ النّٰزعٰت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو بچھایا بعد میں گیا۔

③ ان کی تخلیق میں تناسب پیدا کیا، ان میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى کے بعد فَسَوّٰىهُنَّ میں ضمیر جمع لائی گئی ہے جس سے متعلق اہل علم نے تین توجیہات پیش کی ہیں:

ضمیر کو جمع اس لئے لایا گیا کہ السماء جنس کا معنی دیتا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ السماء سمائة کی جمع ہے(السمٰوٰت السماء کی جمع ہے۔راقم) زمخشری نے اسے ضمیر مبہم قرار دیا ہے جس کی تفسیر ﴿ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ ہے۔(قطف الازھار)

اور مبہم کو جب واضح کیا جاتا ہے تو اس کی شان وشوکت اور عظمت کا زیادہ اظہار ہوتا ہے جس سے سننے والوں کو ایک خاص قسم کا سُرور حاصل ہوتا ہے۔﴿ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ کے بارے میں قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دو دِنوں میں بنایا گیا اور ان کی تدبیر کی گئی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ ﴾

(٤١/ حم السجدة: ١١-١٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں (سا) تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے۔ دونوں نے عرض کیا: ہم بخوشی حاضر ہیں۔ پس دو دن میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کے لئے مناسب احکام کی وحی کی۔ اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی، یہ تدبیر اللہ غالب و دانا کی ہے۔''

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سات ہیں۔

(اس کے علاوہ دیکھیے بنی اسراء یل: ٤٤؛ المؤمنون: ٨٦؛ حم السجدة: ١٢؛ الطلاق: ١٢؛ الملك: ٣؛ نوح: ١٥؛ النبأ: ١٢)

اس سے آسمانوں کے حسی وجود کا پتہ چلتا ہے۔ کئی احادیث میں بھی آسمانوں کا زیادہ ہونا اور ان کی مذکورہ تعداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا میں تمہیں نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے نام وصیت نہ بتاؤں؟

صحابہ نے عرض کیا ضرور بتائیں تو آپ نے فرمایا:

((اَوْصٰى نُوْحٌ ابْنَهٗ يَا بُنَيَّ اِنِّيْ اُوْصِيْكَ بِاثْنَيْنِ وَاَنْهَاكَ عَنِ اثْنَيْنِ اُوْصِيْكَ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنَّهَا لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كَفَّةٍ وَوُضِعَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ فِيْ كَفَّةٍ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ))

(مسند بزار: ٤/ ٧؛ حاکم ١/ ٤٩؛ صحیح الترغیب والترهیب، ح: ١٥٣٠)

''نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: میرے پیارے بیٹے! میں تمہیں دو کاموں کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں؛ میں تمہیں لا الہ الا اللہ کہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ کلمہ ایک پلڑے میں اور سب آسمانوں اور زمین کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان سے وزنی ہو جائے گا۔''

نکتہ: آیت کو ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ کے الفاظ پر ختم کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائناتِ ارضی کی ہر ہر چیز اور سات آسمان بنانے والا اپنی اشیائے مخلوقہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلی علم بھی رکھتا ہے۔﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ (٦٧/ الملك: ١٤)
''کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے ،کامل خبر رکھنے والا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ یقیناً مَیں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، (1) انہوں نے کہا کیا تُو اِس میں اسے بنائے گا جو اِس میں فساد کرے گا (2) اور خون بہائے گا (3) جبکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری تقدیس بولتے ہیں۔ (4) اُس نے فرمایا: جو مَیں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (5)

---

(1) **خلیفہ سے کیا مراد ہے؟** اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا تذکرہ کیا گیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا تذکرہ ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافتِ ارضی عطا کی۔

خلیفة سے مراد وہ ہے جو اپنے سے پہلے والوں یعنی فرشتوں کا جانشین بنا۔ انسانوں میں پہلے اس کائناتِ ارضی وسماوی میں جنات اور فرشتوں کا عمل دخل تھا، فرشتوں اور جنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے زمین میں بسایا۔ جو پہلوں کا جانشین بنتا ہے اسے عربی میں خلیفہ کہا جاتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے انسان مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض واحکام کی تعمیل اور اس کے نفاذ کی ذمہ داری اب اسی خلیفہ پر ہے۔

نکتہ: فرشتے اور انسان دو علیحدہ علیحدہ مخلوقات ہیں (فرشتوں کا مادہ تخلیق نُور جبکہ انسان کا مادہ تخلیق مٹی ہے۔) لہٰذا نیک انسانوں اور نیکی کی قوتوں کو فرشتے قرار دینا درست نہیں۔ نیز انسانوں پر ایمان لانا ایمانیات میں داخل نہیں جبکہ فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کا ایک رکن ہے۔ (بخاری، الایمان، سؤال جبریل النبی ﷺ ..... ح: ۵۰)

(2) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تاکہ وہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ ان سے مشورہ کرنا مقصود نہ تھا۔ مخلوقات سے مشورہ کی اللہ کو احتیاج نہیں، ﴿ وَاِذْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ سے مقصود رائے معلوم کرنا نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا کامل و اکمل اور پیشگی علم رکھنے والا ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی بھی چیز مخفی نہیں۔

فرشتوں کا کہنا یہ تھا کہ انسان زمین میں فساد برپا کر دے گا، وہ خون بہائے گا۔ انہوں نے یہ بات کسی نہ کسی اعتبار سے اللہ کے عطا کردہ علم کی روشنی میں ہی کہی تھی کیونکہ فرشتے غیب نہیں جانتے۔

فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے ﴿اَتَجْعَلُ فِيْهَا﴾ کہنا کسی اعتراض کی بنا پر نہ تھا بلکہ تخلیق آدم علیہ السلام کی حکمت اور غرض و غایت معلوم کرنے کے لئے استفسار تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فرشتوں کی یہ عرض بطورِ اعتراض نہ تھی، اور نہ بنی آدم سے حسد کے طور پر تھی۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے وہ قطعی غلطی کر رہے ہیں۔ فرشتوں کی شان میں قرآن فرماتا ہے:

﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ﴾ (۲۱/ الانبیاء: ۲۷)

جس بات کے دریافت کرنے کی انہیں اجازت نہ ہو اُس میں وہ لب نہیں ہلاتے (اور یہ بھی ظاہر ہے کہ فرشتوں کی طبیعت حسد سے پاک ہے) بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ یہ سوال اس کی حکمت معلوم کرنے کے لئے اور اس راز کے ظاہر کرانے کے لئے تھا جو اُن کی سمجھ سے بالاتر تھا، وہ یہ تو جانتے تھے کہ اس مخلوق میں فسادی لوگ بھی ہوں گے، تو باادب سوال کیا کہ پروردگار ایسی مخلوق کے پیدا کرنے میں کونسی حکمت ہے؟ اگر عبادت مقصود ہے تو ہم کرتے ہی ہیں، تسبیح اور تقدیس و تحمید ہر وقت ہماری زبانوں پر ہے اور پھر فساد وغیرہ سے پاک ہیں، تو پھر اور مخلوق جن میں فسادی اور خونی بھی ہوں گے، کس مصلحت پر پیدا کئے جا رہے ہیں؟ (ابن کثیر: ۱/ ۲۰۰)

اس انسانی مخلوق کے فسادی اور خونی ہونے کا علم فرشتوں کو کیونکر ہوا؟ اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یا تو کسی خاص ذریعے سے انہیں معلوم ہوا یا بشری طبیعت کے اقتضاء کو دیکھ کر اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا ہوگا، کیونکہ یہ فرما دیا گیا تھا اس کی پیدائش مٹی سے ہوگی یا لفظ خلیفہ کے مفہوم سے انہوں نے سمجھ لیا ہوگا، کہ وہ فیصلہ کرنے والا، مظالم کی روک تھام کرنے والا، اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام کاموں، گناہوں کی باتوں سے روکنے والا ہوگا، یا انہوں نے پہلی مخلوق کو دیکھا تھا اسی بنا پر اِسے بھی قیاس کیا ہوگا۔ (ایضًا)

3 اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے۔ جس میں ناحق خونریزی بھی شامل ہے۔ مگر ﴿ وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ﴾ کا علیحدہ تذکرہ کیا گیا جس کے بارے میں مفسر سعدی لکھتے ہیں:

هذا تخصيص بعد تعميم لبيان شدة مفسدة القتل

(تیسیر الکریم الرحمٰن)

''یہ عموم کے بعد خصوص کا تذکرہ ہے، تاکہ قتل سے پیدا ہونے والے فساد کی شدت کو نمایاں کیا جائے۔''

4 حمد کرتے ہوئے تیری تسبیح بیان کرتے ہیں۔ یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح بیان کرتی ہے۔ مگر فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور تسبیح کرنے میں تھکاوٹ اور سُستی کا شکار نہیں ہوتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ ﴾

(۲۱/ الانبیاء:۱۹۔۲۰)

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے اور جو اُس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔ شب وروز اُس کی تسبیح پڑھتے ہیں، سُستی نہیں کرتے۔''

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا:

ای الكلام افضل؟ فقال ((مَا اصْطَفَاهُ اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ اَوْلِعِبَادِهٖ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ))

(مسلم، الذکر والدعاء، فضل سبحان الله وبحمده، ح: ۲۷۳۱)

''کون سا کلام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا:

جو اللہ نے اپنے فرشتوں یا بندوں کے لئے منتخب کیا۔ یعنی ((سُبْحَانَ اللّٰهِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَبِحَمْدِهٖ))"

تقدیس سے مراد پاک قرار دینا ہے یعنی ہم تجھے ہر اُس چیز سے پاک قرار دیتے ہیں جو تیرے شایانِ شان نہیں جسے ملحدین نے تیری طرف منسوب کیا ہے اور منکرین نے افتراء پردازی کی ہے۔

5 قتادہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس مخلوق میں انبیاء و رسل، نیک لوگ اور اہلِ جنت بھی ہوں گے۔ (جامع البیان: ۱/ ۳٤۱)

﴿ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بھی غیب نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت سی اشیاء کے علم کی نفی کی۔

﴿ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مَیں جانتا ہوں کہ ان میں انبیاء و رسل ہوں گے، ان میں صدیق اور شہید ہوں گے، ان میں عابد، زاہد، اولیاء، ابرار، نیکوکار، مقرب بارگاہ، علماء، صلحاء، متقی پرہیزگار، خوفِ الٰہی اور حُبِ الٰہی رکھنے والے بھی ہوں گے۔ میرے احکام کی بسر و چشم تعمیل کرنے والے، میرے نبیوں کے ارشاد پر لبیک پکارنے والے بھی ہوں گے۔ (ابن کثیر: ۱/ ۲۰۰)

آیت کے آخری حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ انسان کی تفصیلی حکمت سے ملائکہ بے خبر تھے، اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس تھا۔

نکتہ: فرشتوں کا علم جزوی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب جاننے والا نہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ (۲۷/ النمل:٦۵)

"کہہ دیجیے کہ آسمانوں والوں اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھا کھڑے کیے جائیں گے۔"

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ومن حدّثك انه يعلم الغيب فقد كذب، و هو يقول: لا يعلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغیب الا الله

(بخاری، التوحید، قول الله تعالیٰ: ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا﴾، ح: ۷۳۸۰)

''اور جو کوئی تم سے یہ کہتا ہے کہ آپ (ﷺ) غیب جانتے ہیں تو اُس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود فرماتے ہیں کہ اُس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور اس نے آدم کو سب کے سب نام سکھا دیے [1] پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا [2] تو فرمایا: مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو! [3]

---

[1] **تعلیم آدم علیہ السلام**: اس سے مراد تمام چیزوں کے نام ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد فرشتوں اور اولادِ آدم (علیہ السلام) کے نام ہیں۔

﴿عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ﴾ کو بعض مفسرین نے اس بات کے استدلال کے طور پر پیش کیا ہے کہ زبان اور لغت کا موجد خود ربِ کائنات ہے۔ بعد ازاں انسانوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم و فہم کی بنا پر اس میں تصرفات کر لئے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ زبانوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہا۔ زبانوں کے باہمی امتزاج سے کئی نئی نئی زبانیں معرضِ وجود میں آتی رہیں۔ لسان و لون (زبان اور رنگ) کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝﴾ (۳۰/ الروم: ۲۲)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا، تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا، یقیناً اس میں جاننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔''

اسماء الاشیاء کی تعلیم سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر چیزوں کے نام نہ ہوتے اور نہ انسانوں میں یہ ملکہ ہوتا کہ وہ چیزوں کے نام رکھ سکیں تو شدید دشواریوں کا سامنا ہوتا، سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہر شخص جو دوسرے شخص کو کسی چیز کے بارے میں بتانا اور سمجھانا چاہتا وہ اس کا محتاج ہوتا کہ خود اُس چیز کو اُس کے سامنے حاضر کرے۔ مثلاً کھجور کے درخت کے بارے میں کسی کو کچھ کہنا ہوتا تو کھجور کا درخت اس کے سامنے لانا ہوتا۔ پہاڑ کے بارے میں کچھ بتانا ہوتا تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود پہاڑ کے پاس جانا ہوتا۔ کسی شخص کے بارے میں کچھ بتانا ہوتا تو اس وقت تک بات کو سمجھنا ممکن نہ ہوتا جب تک کہ اس شخص کو بلا نہ لیا جاتا۔ کتنی بڑی مشقت تھی کہ جس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ (فی ظلال القرآن)

ابوالبشر آدم علیہ السلام کو کن کن چیزوں کے نام بتائے گئے؟ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ تفسیر کی روشنی میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آدم علیہ السلام کو اُن کی تمام اولاد کے علاوہ سب جانوروں، زمین، آسمان، پہاڑ، تری، خشکی، گھوڑے، گدھے، برتن، چرند، پرند، فرشتے، تارے وغیرہ تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے نام بتائے گئے۔ ایک جگہ موصوف لکھتے ہیں:

"صحیح یہی قول ہے کہ تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے، ذاتی نام بھی، صفاتی نام بھی اور کاموں کے نام بھی۔" (ابن کثیر :۱/ ۲۰۵)

2 اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ان چیزوں کے نام پوچھے جنہیں آدم علیہ السلام سیکھ چکے تھے۔ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو بتایا کہ اس چیز کا یہ نام ہے اور اس کا یہ ہے۔

﴿عَرَضَهُمْ﴾ میں ضمیر ہم کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض مفسرین نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں اور انسانوں کے نام بتائے گئے تھے کیونکہ ہم ضمیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اس مؤقف کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لیکن یہ کوئی ایسی معقول وجہ نہیں کہ جہاں ذی عقل اور غیر ذی عقل جمع ہوتے ہیں وہاں جو لفظ لایا جاتا ہے وہ عقل و ہوش رکھنے والوں کے لئے ہی لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (۲۴/ النور: ۴۵)

"اور اللہ نے تمام جانوروں کو پانی سے پیدا کیا جن میں سے بعض تو پیٹ کے بل گھسٹے ہیں، بعض دو پیروں پر چلتے ہیں، بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے ظاہر ہے کہ (ھم ضمیر میں) تمام غیر ذی عقل بھی داخل ہیں مگر صیغے سب ذی عقل کے ہیں۔" (ابن کثیر ۱/ ۲۰۵-۲۰۶)

3 اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے ﴿ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ ﴾ فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فرشتوں کو تمام اشیاء کے جاننے کا مخفی دعویٰ بھی تھا (جس کی بنا پر وہ خود کو خلافتِ ارضی کا مستحق سمجھتے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے یہ جاننے کے باوجود کہ فرشتے تمام اسماء کا علم نہیں رکھتے ہیں، لا جواب کرنے کے لئے پوچھا:

﴿ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝ ﴾

"مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو!"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

انہوں نے عرض کیا: تُو پاک ہے ہمیں تو اُس کے سوا کچھ علم نہیں جو تُو نے ہمیں سکھایا ہے۔ (1) یقیناً تُو ہی سب کچھ جاننے اور کمال حکمت والا ہے۔ (2)

---

(1) وہ لاجواب ہو گئے اور انہوں نے اپنے علم کی کمی کا اعتراف کیا۔

فرشتوں نے ﴿ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا ﴾ میں اللہ تعالیٰ سے استفسار کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے انہیں تخلیقِ آدم علیہ السلام کی وہ حقیقت معلوم ہو گئی جو انہیں پہلے معلوم نہ تھی۔

﴿ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو دعویٰ علمیت بھی تھا۔ حقیقت حال واضح ہونے پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور اپنے علم کی کمی کو بیان کرنا شروع کر دیا۔

نکتہ: فرشتوں کے ﴿ لَا عِلْمَ لَنَآ ﴾ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اُس کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اعتراف کر لینا چاہیے اور کہنا چاہیے: واللہ اعلم

(2) آیت زیر بحث کا اختتام ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾ کے الفاظ سے اسلوبِ حصر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تمام اشیاء کا کلی علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جس مخلوق کو جو علم وہ دینا چاہتا ہے یا جو ذمہ داری سونپنا چاہتا ہے اس کی حکمت و مصلحت کو وہی پوری طرح جانتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

اس نے فرمایا: آدم! آپ انہیں ان کے نام بتا دیں! تو جب آپ نے انہیں ان کے نام بتا دیے۔ اس نے فرمایا: کیا مَیں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یقیناً مَیں ہی آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں [1] اور مَیں اسے جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو [2] اور جو تم چھپاتے تھے۔ [3]

---

[1] مخلوقات کے ادراک سے جو چیز اوجھل ہو غیب کہلاتی ہے۔ اس بیان سے آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو علم کی وجہ سے فضیلت اور برتری دی گئی ہے۔

آدم علیہ السلام نے جب مسئولہ چیزوں کے نام فرشتوں کو بتا دیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مَیں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مَیں آسمانوں اور زمین کا غیب جانتا ہوں۔''

﴿ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ سے مراد یہ علم غیب ہی تھا۔

آدم علیہ السلام نے جب فرشتوں کو نام بتا دیے تو اُنہوں نے خاموشی اختیار کر لی اور آدم علیہ السلام کے بتائے ہوئے ناموں پر انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرشتوں کو کس طرح معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے تمام مسمیات کے نام صحیح صحیح بتا دیے ہیں۔ واحدی نے یہ کہا ہے:

بانه يجوز ان يخلق لهم الله تعالٰى علما ضروريا عند انباء اٰدم يدركون به مطابقة (قطف الازهار)

''یہ ممکن ہے کہ آدم نے نام بتائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو (اس سلسلے میں) ضروری علم عطا کر دیا ہو جس سے وہ اسماء کی مسمیات سے مطابقت جان گئے ہوں۔''

دوسرا احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے ناموں کی خبر دینے پر ﴿ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ ﴾ فرمایا تو فرشتوں کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ آدم علیہ السلام نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشیاء کے نام ٹھیک ٹھیک بتا دیے ہیں۔ مزید براں بسا اوقات ایک ادنی علم والے کو بھی بہت سی ایسی باتوں کے صحیح ہونے کا اندازہ ہو جاتا ہے جو اُس کے علمی مقام و مرتبہ سے ماوراء ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

ان آیات سے علم کی فضیلت و عظمت واضح ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر برتری کو علم کے ذریعے واضح کیا، اگر کوئی چیز علم سے زیادہ مقام و مرتبے والی ہوتی تو اُس کے ذریعے فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی برتری ثابت کی جاتی۔ اس استدلال کو امام رازی نے بھی پیش کیا ہے۔

2 ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اُن کا یہ قول ہے:

﴿قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ﴾

''کیا تُو زمین میں اسے مقرر کرے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔'' (جامع البیان: ۱/ ۳۵۳)

اکثر مفسرین کرام نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ موقف ہی اختیار کیا ہے۔ یعنی فرشتوں نے جو بات ظاہر کی تھی وہ یہی تھی:

﴿قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ﴾

''کیا تُو اس میں اسے بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا جبکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری تقدیس بولتے ہیں۔''

3 اس سے مراد ابلیس کا تکبر ہے جو اُس نے دل میں چھپایا تھا۔ بہت سے نامور مفسرین نے ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ﴾ سے ابلیس کا باطنی عُجب اور تکبر مراد لیا ہے۔ وہ اگرچہ جن تھا مگر اس وقت وہ جماعتِ ملائکہ کے ساتھ ہی تھا جس کا ثبوت سیاقِ آیت ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۝﴾ (۲/ البقرۃ: ۳۴) ہے۔

اگر چھپانے والا ابلیس کو قرار دیا جائے تو اس صورت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ﴿تَكْتُمُوْنَ﴾ تو جمع کا صیغہ ہے پھر اس سے اکیلا ابلیس کس طرح مراد لیا جا سکتا ہے؟ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس میں چھپانے والا صرف ایک ابلیس ہی تھا لیکن صیغہ جمع کا لایا گیا ہے اس لئے کہ عرب میں یہ دستور ہے اور ان کے کلام میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ایک کے یا بعض کے ایک کام کو سب کی طرف نسبت کر دیا کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ لشکر مار ڈالا گیا یا انہیں شکست ہوئی حالانکہ شکست اور قتل ایک کا یا بعض کا ہوتا ہے اور صیغہ جمع کا لاتے ہیں۔ بنو تمیم کے ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حجرے کے آگے سے پکارا تھا لیکن قرآن میں اس کا بیان ان لفظوں میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ الْحُجُرَٰتِ ﴾ (۴۹/ الحجرات: ۴) ''جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں۔'' تو دیکھیے کہ پکارنے والا ایک تھا اور صیغہ جمع کا لایا گیا۔ اسی طرح ﴿ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴾ میں بھی اپنے دل میں بدی کو چھپانے والا صرف ایک ابلیس ہی تھا لیکن صیغہ جمع کا لایا گیا۔ (ابن کثیر: ۱/ ۲۰۸)

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ﴿ وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴾ سے فرشتوں کا دعوئے علم اور استحقاقِ خلافت کا دعویٰ ہے۔ (تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۡ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو 1 تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، 2 اس نے انکار کیا اور تکبر کیا 3 اور کافروں سے ہو گیا۔ 4

---

1 **سجدہ کی ماہیت:** کلام عرب میں سجدہ کا معنی جھکنا ہے، جس کی تکمیل پیشانی کے زمین پر رکھنے سے ہوتی ہے۔ یہاں سجدے سے محض آداب بجالانا مراد نہیں ہوسکتا۔ اس آیت میں آدم علیہ السلام کی فضیلت بیان ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے انہیں سجدہ کروایا۔

آدم علیہ السلام کے احترام واکرام کے لئے بطور سلام تحیہ سجدہ کروایا گیا اور یہ اللہ کے حکم کی بجاآوری میں تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''سجدہ کرنے کا حکم بجالانا اللہ کی اطاعت اور آدم علیہ السلام کا اکرام تھا۔ بعض کا قول ہے کہ یہ سجدہ سلام اور عزت واکرام کا تھا، جیسے کہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے کہ انہوں نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھالیا اور سب کے سب سجدے میں گر پڑے اور یوسف علیہ السلام نے کہا: ابا جی! یہی میرے اس خواب کی تعبیر ہے جسے میرے رب نے سچا کر دکھایا۔ اگلی امتوں میں سجدۂ تکریم جائز تھا لیکن ہمارے دین میں یہ منسوخ ہوگیا۔''

(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۱۲)

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کا سجدہ صرف اور صرف اللہ کو کرنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ ﴾

(۲۲/ الحج: ۷۷)

''ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو، اور اپنے رب کی عبادت کرو۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴾ (۵۳/ النجم:۶۲)

’’اللہ کے لئے ہی سجدہ کرو اور (اسی کی) عبادت کرو۔‘‘

سجدے کی ایک دعا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے:

((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ، وَصَوَّرَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ، وَبَصَرَهُ

﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾))

(مسلم، صلاة المسافرين، صلاة النبي و دعائه بالليل، ح:۷۷۱)

’’میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی صورت بنائی اور اسے کان اور آنکھیں عطا کیں۔‘‘ (ارشاد باری تعالیٰ ہے) ’’اللہ بابرکت ہے جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔‘‘

(۲۳/ المؤمنون:۱۴)

جو شخص مخلوقات میں سے کسی کو سجدہ کرتا ہے وہ دراصل اس کی عبادت کرتا ہے، وہ اللہ کی خالص عبادت کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾

(۴۱/ حم السجدة:۳۷)

’’اور دن رات اور سورج چاند بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہیں، سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو بلکہ سجدہ اس اللہ کو کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے، اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے تو۔‘‘

اللہ ہی کو سجدہ کرنے کے بارے میں کئی احادیث بھی ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں موجود تھے کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں، ان سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں؟ آپ نے فرمایا:

((اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ)) (مسند احمد: ۶/ ۷۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔''

((اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ)) کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس سجدے کی اجازت صحابہ رضی اللہ عنہم مانگ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عبادت قرار دیا اور اسے رب تعالیٰ کے لئے کرنے کا حکم صادر کیا۔ شریعتِ اسلامی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی چیز کو کسی بھی قسم کا سجدہ کرنا جائز نہیں۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مَیں حیرہ شہر میں گیا، مَیں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے راجہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ مَیں نے دل میں کہا:

بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیے جانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ مَیں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: مَیں نے حیرہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ راجہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ نے فرمایا:

((اَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ؟)) قلت: لا ، قال ((فَلَا تَفْعَلُوْا))

(ابوداؤد، النكاح، فی حق الزوج علی المرأة، ح: ٢١٤٠)

''بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر آپ میری قبر کے پاس سے گزریں تو کیا آپ اس پر سجدہ کریں گے؟'' مَیں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کام بھی نہ کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوقات میں سے کسی زندہ، مردہ اور قبر و حجر وغیرہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوقات کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا:

((فَلَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ)) (ایضا)

''ایسا مت کرو! اگر مَیں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ مردوں کا اللہ نے عورتوں پر (بڑا) حق رکھا ہے۔''

2 ابلیس جنوں میں سے تھا مگر اسے بھی حکم تھا کہ سجدہ کرے، کیونکہ وہ بھی اُس وقت فرشتوں کے درمیان موجود تھا۔ ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا﴾ سے یہ نہیں کہا جا سکتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سجدے کا حکم صرف فرشتوں کا دیا گیا کیونکہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ہے کہ ابلیس کو بھی حکم دیا گیا تھا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ﴾ (۷/ الاعراف:۱۲)

''تجھے کس چیز نے روکا کہ تُو نے سجدہ نہیں کیا جب مَیں نے تجھے حکم دیا تھا؟''

ابلیس کا نام عزازیل تھا۔ وہ اعلیٰ ترین ملائکہ کے ساتھ مل گیا تھا۔ بعد ازاں مایوسی کا شکار ہو کر ابلیس کہلوایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر خیر سے مایوس کر دیا۔

ابلیس اپنی خلقت اور مادۂ تخلیق کے اعتبار سے جنوں میں سے تھا۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی اور صریح دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ ﴾ (۱۸/ الکھف: ۵۰)

''وہ جنوں میں سے تھا۔''

3 اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ سجدے کے سلسلے میں اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے اس لئے انکار کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو آدم علیہ السلام سے افضل سمجھتا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴾

(۳۸/ صٓ:۷۶)

''اس نے کہا: مَیں اس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے تُو نے مٹی سے پیدا کیا۔''

تکبر قبولِ حق میں رُکاوٹ بنتا ہے۔ احادیث میں حق بات ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر جاننے کو تکبر کہا گیا ہے، نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مسلم، الایمان، تحریم الکبر و بیانہ، ح:۹۱) تکبر عقیدہ توحید کے تقاضوں کے بھی منافی ہے۔

4 ﴿ كَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی بغاوت کی لہٰذا وہ کافر ہو گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ﴾ (۱۸/ الکھف: ۵۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تو اُس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔“

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل گیا اور اس نے بات ماننے سے انکار کر دیا۔
زیرِ بحث آیت میں آنے والا لفظ کَانَ صَارَ (ہوگیا) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اسی معنی میں درجِ ذیل آیات میں کَانَ استعمال ہوا ہے:

نوح علیہ السلام کے غرق ہونے والے بیٹے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴾ (۱۱/ ھود: ۴۳)

”اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی تو وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔“

ایک آدمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۷۵)

”اور انہیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر شیطان نے اسے (اپنے) پیچھے لگا لیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔“

آدم اور حوا علیہما السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (۲/ البقرۃ: ۳۵)

”اور اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم ظالموں سے ہو جاؤ گے۔“

اس آیت میں تَكُوْنَا تصیرا (تم دونوں ہو جاؤ گے) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور یہ کان (ماضی) کا فعل مضارع ہے۔

مزید مثالوں کے لئے درجِ ذیل آیات ملاحظہ کیجیے: المزمّل: ۱۴؛ النبأ: ۱۹۔ ۲۰؛ ق: ۳؛ الواقعة: ۴۷؛ النّزعٰت: ۱۱؛ ھود: ۴۷؛ یوسف: ۳۳؛ المعارج: ۸۔۹؛ القارعة: ۵؛ الزمر: ۶۵؛ یوسف: ۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور ہم نے کہا: آدم! آپ اور آپ کی بیوی جنت میں رہو [1] اور اس میں سے جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ [2] مگر اس درخت کے قریب مت جانا [3] ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ [4]

---

[1] جنت کو مسکن (ٹھہرنے کی جگہ) بنالو۔ اس آیت میں زَوْجُ سے مراد زوجہ (بیوی) ہے۔

[2] یہ ایسی مزے کی زندگی ہے کہ جس میں کوئی مشقت نہ ہوگی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝ ﴾

(۱۵/ الحجر:۴۸)

''نہ تو انہیں وہاں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا جنتیوں کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝ ﴾

(۵۶/ الواقعة:۲۸-۳۴)

''(وہ) بے خار کی بیریوں، تہ بتہ کیلوں، لمبے لمبے سایوں، پانی کے جھرنوں اور میوہ ہائے کثیرہ (کے باغوں) میں ہوں گے جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ اُن سے کوئی روکے۔ اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے۔''

[3] پاس جانے سے روکنا سدالذرائع کی قبیل سے ہے۔ اس تک پہنچنے والے راستے پر چلنے سے بھی منع کیا گیا۔ ''اس درخت میں سے نہ کھانا'' کی بجائے ''اس درخت کے قریب نہ جانا'' فرمایا گیا ہے۔

﴿ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد انگور کی بیل ہے، کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے انجیر اور کسی نے گندم کہا ہے۔

﴿هٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ کے اسم اشارہ سے معلوم ہوا کہ وہ درخت سیدنا آدم اور حوا علیہما السلام کو معلوم تھا۔ اگر آدم اور حوا علیہما السلام کو اِس کا علم نہ ہوتا تو اُنہیں اس سے روکنا بے معنیٰ ہوتا۔ البتہ وہ درخت کونسا تھا؟ اس کے تعیّن کی کوئی معتبر دلیل موجود نہیں۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ میں اس درخت کی ماہیت بیان نہیں کی گئی۔ اگر اس کا جاننا ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں بتا دیتے یا کم از کم صحابہ رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے وقت دریافت کر لیتے۔

4 حکم عدولی کی وجہ سے اپنے اوپر ظلم کرنے والے بن جاؤ گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ۝

تو شیطان نے دونوں کو اُس سے پھسلا دیا، تو جس میں وہ تھے اس نے انہیں وہاں سے نکال دیا [1] اور ہم نے کہا کہ اتر جاؤ، [2] تم ایک دوسرے کے دشمن ہو [3] اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔ [4]

---

[1] **ابوالبشر کی لغزش:** زَلَّةٌ (لغزش) سے سے مراد وہ خطا ہے جس کا ارتکاب شیطان نے ان سے کروایا تھا۔ عربی زبان میں زَلَّةٌ کا بنیادی معنیٰ ''بلا قصد قدم پھسل جانا'' ہے جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اسے بھی بطور تشبیہ زَلَّةٌ سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (۲/ البقرة: ۲۰۹)

''پھر اگر تم لغزش کھا جاؤ اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں آ چکیں تو جان لو کہ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

آدم اور حوا علیہما السلام کو شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے۔ اس طرح اس نے ان سے دھوکا کیا۔ آدم اور حوا علیہما السلام نے اس کی قسم کا اعتبار کر لیا اور نسیان کا شکار ہو گئے ورنہ ان کا قصدِ معصیت نہ تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلٰى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ ﴾ (۲۰/ طٰهٰ: ۱۱۵)

''اور بلاشبہ ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکید کی تھی پھر وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں ارادے کی کچھ پختگی نہ پائی۔''

درخت کی وجہ سے شیطان نے آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھسلایا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ھا ضمیر کا مرجع جنت ہے یعنی شیطان نے انہیں جنت سے دُور کر دیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے نعمتوں اور عزت و تکریم سے محروم کر دیا، یا جنت سے نکال دیا۔ نکالنے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے کیونکہ وہی آدم علیہ السلام کو ورغلانے کے درپے ہوا تھا، یہاں تک کہ آدم علیہ السلام نے اس درخت میں سے کھالیا۔ اس نے ان میں وسوسہ ڈالا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ دائمی زندگی کا درخت ہے اور انہیں ایسی بادشاہت ملے گی جو کبھی پرانی نہیں ہوگی تو اللہ نے انہیں جنت سے نکلنے کا حکم دے دیا۔

2 یہ حکم آدم اور حوا کو ہوا تھا، کہ آسمان والی بلند و بالا جنت سے نکل کر زمین پر چلے جاؤ۔ جب آدم و حوا علیہما السلام زمین پر اترے تو جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَ فِيهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ)) (مسلم، الجمعة، فضل يوم الجمعة، ح: ٨٥٤)

''تمام دنوں سے افضل دن یوم جمعہ ہے۔ اسی دن آدم پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن اس سے نکالے گئے، قیامت بھی جمعہ کے دن ہی آئے گی۔''

3 ﴿ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ سے شیاطین کی انسانوں سے اور انسانوں کی شیاطین سے دشمنی مراد ہے۔ قرآن میں ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے:

﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ (٢/ البقرة: ٢٠٨)

'' اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

شیطان اور اس کی ذرّیت چونکہ اہلِ ایمان کی دشمن ہے اس لئے انہیں ان سے دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ (١٨/ الكهف: ٥٠)

''تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو حالانکہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے دشمن ہیں۔ وہ (شیطان) ظالموں کے لئے بطورِ بدل برا ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (۳۶/ یٰسٓ: ۶۰۔۶۱)

"اولادِ آدم کیا میں نے تم سے قول قرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرنا، سیدھی راہ یہی ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾

(۳۵/ فاطر: ۵۔۶)

"اور کہیں وہ دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ تو اسے اپنا دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لئے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔"

مُسْتَقَرٌّ سے مراد ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

مَتَاعٌ سے مراد کھانے، پینے، پہننے وغیرہ کی اشیاء ہیں جن سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

اِلٰی حِیْنٍ یعنی موت تک، یہ بھی کہا گیا ہے کہ **اِلٰی حِیْنٍ** سے قیامِ قیامت تک کا وقت مراد ہے۔

قیامت تک تمام انسانوں کو عمل کی مہلت دی گئی ہے انفرادی طور پر تو ہر انسان کی قیامت اس کی موت کے وقت ہی قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے **اِلٰی حِیْنٍ** سے مراد موت تک کا وقت ہو یا قیامت تک کا، ایک ہی بات ہے۔ انسان اپنی موت تک ہی اس زمین پر ٹھہرتا ہے اور یہاں کی اشیاء سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر ﴿ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ کے بعد یہ آیت ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ﴾

(۷/ الاعراف: ۲۵)

''اُس نے فرمایا: تم اسی (زمین) میں زندگی گزارو گے، اسی میں تمہیں موت آئے گی اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔''

اس آیت سے بلی جنین کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾

پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے [1] تو اُس نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ [2] یقیناً وہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ [3]

---

[1] **سیدنا آدم وحوا علیہما السلام کی توبہ:** اس سے سیدنا آدم اور حوا علیہما السلام کی یہ دعا مراد ہے:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾﴾ (۷/ الاعراف: ۲۳)

''ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تُو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے انہیں الہام کیا کہ وہ یہ کلمات کہیں۔ آدم علیہ السلام چونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اس لئے اللہ تعالیٰ سے کلمات سیکھنے کا ذریعہ وہ بنے۔ جن کلمات کے ذریعے آدم علیہ السلام نے توبہ کی تھی ان کا تذکرہ خود قرآن نے ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾﴾ (۷/ الاعراف: ۲۳) کے الفاظ سے کر دیا ہے۔ اس لئے موضوع اور ضعیف احادیث کی بنیاد پر انبیاء علیہم السلام کے دعا مانگنے کے معروف طریقے سے انحراف درست نہیں، بالخصوص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کرنے کے طریقے کی موجودگی میں کوئی دوسرا طریقہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید اور کتب حدیث میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل ایمان کی سیکڑوں دعائیں مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے جاہ و مرتبہ کے طفیل کے بغیر ہی کی گئی ہیں۔ وہ آیات و احادیث جن میں یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کا اپنے ذمے حق قرار دیتا ہے، ان سے دعا بحقِ فلاں اور دعا بجاہِ فلاں کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں۔ دعا کا یہ طریقہ اس لئے بھی درست نہیں کہ اللہ جو کہ الصمد اور الغنی ہے اس پر کسی کے جاہ و مرتبہ کا دباؤ نہیں ڈالا جا سکتا۔ تمام مقبولانِ بارگاہِ الٰہی اللہ کے غلام اور عاجز بندے ہیں، تمام انسان اللہ تعالیٰ کے فقیر اور محتاج ہیں جو اُس کے عذابوں سے لرزاں اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترساں رہتے ہیں۔ اگر کسی کو کوئی اونچا مقام ملا ہے تو وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔

بحقِ فلاں دعا مانگنے میں ربط بھی نہیں پایا جاتا۔ بحقِ فلاں دعا مانگنے سے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ اے اللہ! فلاں شخص کا تجھ پر حق ہے میری دعا قبول کر۔ ظاہر ہے یہ غیر مربوط اندازِ کلام ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ یا حَقًّا عَلَيْنَا وغیرہ الفاظ تو تمام اہلِ ایمان کے لئے ہیں پھر دعا بحقِ فلاں پر ہی کیوں اکتفا کیا جاتا ہے۔ دعا بِحَقِّيْ (میرے حق کے طفیل) کیوں نہیں کی جاتی؟ اپنے حق کو چھوڑ کر دوسروں کے حق کے طفیل دعا کرنا چہ معنی دارد؟ حق کا حقدار صاحبِ حق ہی ہوتا ہے۔

بعض حضرات (موضوع روایات کی بنیاد پر) بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ بحقِ فلاں اور بجاہِ فلاں دعا کرنا آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر آدم علیہ السلام کی سنت کا سہارا لینے والوں سے گزارش ہے کہ آدم علیہ السلام کی تمام سنتوں پر عمل کریں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

2 اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ آدم علیہ السلام کی طرف رجوع کیا اور اُن کی توبہ قبول کی۔

درخت کے پاس جانے سے آدم و حوا علیہما السلام دونوں کو منع کیا گیا تھا۔ قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نے ہی شجرِ ممنوعہ کا پھل کھایا تھا۔ مگر قرآنِ کریم نے صرف آدم علیہ السلام کی قبولیتِ توبہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اماں حوا کی توبہ کی قبولیت کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟

اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں؛ ایک یہ ہے کہ حواء چونکہ آدم (علیہ السلام) کی تابع تھیں اس لئے آدم (علیہ السلام) کے تذکرے پر ہی اکتفا کیا گیا جیسا کہ قرآن میں اکثر مقامات پر عورتوں کا ذکر لپیٹ دیا گیا ہے جس کا مقصد عورت پر پردہ ڈالنا ہے۔ البتہ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا﴾ میں دونوں کی توبہ کی صراحت کر دی گئی ہے۔ (قطف الازھار)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اکثر احکام میں چونکہ عورت مرد کے ہی تابع ہوتی ہے اس لئے اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے ہمراہی کا (تابع ہونے کی وجہ سے۔ راقم) ﴿أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ﴾ میں تذکرہ نہیں کیا گیا.....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بیان اللہ کے فرمان ﴿ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا ﴾ (٦٢/ الجمعة:١١) کی طرح ہے۔ لھو اور تجارت دونوں کا ذکر کیا گیا تھا مگر ضمیر صرف تجارت کی طرف لوٹائی گئی ہے کیونکہ لوگ تجارت کی غرض سے گئے تھے۔

(دیکھیے قرطبی: ١/ ٣٦٦)

الغرض اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام ہر دو کی توبہ قبول کی، وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ﴾ (٩/ التوبة:١٠٤)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ ﴾ (١١٠/ النصر:٣)

''یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ﴿ قَابِلِ التَّوْبِ ﴾ ''توبہ قبول کرنے والا'' ہے۔ (٤٠/ المؤمن:٣)

ایک اور مقام پر ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (٤/ النساء: ١١٠)

''جو شخص کوئی برا کام کر گزرے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے استغفار کرے تو اللہ کو بہت بخشنے والا، بہت مہربانی کرنے والا پائے گا۔''

آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝ ﴾

(٢٠/ طٰهٰ:١٢١-١٢٢)

''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ بھٹک گیا پھر اس کے رب نے اسے چن لیا پس اس کی توبہ قبول کی اور ہدایت دی۔''

لفظ التوبة اللہ تعالیٰ اور بندے دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا بنیادی معنی رجوع کرنا ہے۔ تاب یتوب جب بندے کے لئے آتا ہے تو اس کے بعد حرف الی استعمال ہوتا ہے مگر جب یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے تو اس کے بعد حرف علی استعمال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔ بھاگ کر اللہ سے دُور جانے والا ندامت وشرمندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان کے ساتھ بندے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ اپنی رحمت وشفقت سے بندوں کو توبہ کی توفیق دیتا ہے اور پھر ان کی توبہ قبول بھی کرتا ہے۔

اسی الرحیم اور التواب نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی۔ قبولیتِ توبہ سے نافرمانی کرنے کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے سے عیسائیوں کا آدم علیہ السلام کے موروثی گناہ کا عقیدہ مسترد ہو جاتا ہے۔ نصرانیوں کا عقیدہ ہے کہ ہر بچہ پیدائشی طور پر گناہ گار ہے جس کے کفارے کے لئے اللہ کا اکلوتا بیٹا مسیح پیدا ہوا جسے اللہ نے سُولی پر چڑھا کر لوگوں کے گناہ معاف کئے۔ نصرانی اگر عقل سے کام لیتے تو وہ یہ بھی سوچتے کہ آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تو صدیوں کا فاصلہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے گناہوں کو اِسی طرح ہی معاف کرنا تھا تو اسے پہلے کیوں یاد نہیں آیا؟؟

مزید براں، گناہ کسی کا اور سزا کسی اور کو دینا کتنی بڑی ناانصافی ہے۔ تعالی اللہ عما یقولوا الظلمون علوا کبیرا۔

نصرانی یہ بھی نہیں سوچتے کہ جن گناہوں کا یسوع مسیح کے صلیب پر چڑھنے کے وقت (بزعم ایشان) وجود ہی نہیں تھا وہ ان گناہوں کو لے کر کیونکر پھانسی لے سکتے تھے؟؟

عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ گناہ کا اثر باپ کے ذریعے سے منتقل ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اِنسانی باپ کے اثر سے محفوظ رکھا۔ یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ معصیت کا ارتکاب آدم وحوا علیہما السلام دونوں نے کیا تھا۔ (بلکہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اماں حوا کا قصور زیادہ تھا) لہٰذا عیسائیوں کے مزعومہ عقیدے کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کو ماں کے بغیر پیدا ہونا چاہیے تھا جبکہ وہ ابنِ مریم ہیں۔

3 اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر کمال مہربانی اور رحمت کی کہ پہلے دعا سکھائی اور پھر اُسی دعا کی بنا پر اُن کی توبہ بھی قبول کی۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

ہم نے کہا: تم سب کے سب اس سے اتر جاؤ، 1 تو پھر اگر کبھی تمہارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے 2 تو اُن پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ 3

---

1 اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کرنے کے بعد انہیں جنت میں ٹھہرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ جنت سے اترنے کا دوبارہ حکم دیا، دوبارہ حکم دینے میں یہ حکمت پنہاں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا کی توبہ قبول کی تو ان کے دلوں میں یہ بات آئی کہ توبہ کے بعد جنت سے اترنے کا حکم باقی نہیں رہا تو اِس اشکال کے ازالے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ ﴿ اهْبِطُوْا ﴾ فرمایا۔ (دیکھیے قطف الازھار)

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مفسرین کے قول ''دوسری دفعہ جنت سے نکل جانے کے حکم کو اِس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہاں دوسرے احکام بیان کرنے تھے'' کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ابن کثیر: ۱/ ۲۲۰)

زمین پر اتارنے کا پہلا حکم بطورِ عتاب کے دیا مگر جب خطا معاف کر دی گئی تو دوسری حکمتوں کے پیشِ نظر زمین پر بھیجنے کے حکم کو حیثیت بدل کر برقرار رکھا گیا، اب ان کا زمین پر نزول خلیفہ کی حیثیت سے ہوا۔ (معارف القرآن)

تو گویا پہلا حکم حاکمانہ جبکہ دوسرا حکیمانہ طرز کا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلافتِ ارضی کے لئے پیدا کیا تھا، جیسا کہ ﴿ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ﴾ سے معلوم ہوتا ہے، تو پھر شجرِ ممنوعہ کس لئے تھا؟ اس کے بارے میں سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

مَیں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ یہ تجربہ اس خلیفہ ارضی کی تربیت اور تیاری کے لئے تھا تا کہ اس کی مخفی قوتیں بیدار ہو جائیں نیز اسے اپنے دشمن کی اور اپنے پناہ دہندہ کی پہچان ہو جائے..... اسے اس چیز کا تجربہ ہو جائے جس سے اس کا بار بار واسطہ پڑے گا، شیطان سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائمی جنگ کے لئے وہ پوری طرح تیار ہو جائے اور اسے شروع ہی میں اس سے آگاہ کر دیا جائے اور اسے عبرت و نصیحت حاصل ہو جائے۔ (فی ظلال القرآن)

یعنی انہیں معلوم ہو جائے کہ شیطان کی تلبیس میں نہیں آنا بلکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور فرمان کی پاسداری کرنی ہے۔

2 راہ ہدایت: راہِ ہدایت صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہدایت۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ﴾ (۲/ البقرة: ۱۲۰؛ ۶/ الانعام: ۷۱)

''کہہ دیجیے! بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔''

﴿ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن: ۷۳)

''کہہ دیجیے! اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے۔''

اللہ کی ہدایت کی پیروی کرنے کا مطلب انبیاء و رسل علیہم السلام اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانا اور نبیوں کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا ہے اور یہ رسولوں اور آسمانی کتابوں کی بیان کردہ تمام خبروں کی تصدیق کرنے، تمام احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور منع کردہ کاموں سے رکنے سے ہی ممکن ہے۔ (تیسیر الکریم الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت سے منہ موڑنے والے گمراہ اور بد بخت ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے انہیں روزِ محشر اندھا کر کے اٹھایا جائے گا اور انہیں عذابِ آخرت میں گرفتار کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝ ﴾

(۲۰/ طٰہٰ: ۱۲۳-۱۲۷)

''تمہارے پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔ اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی، اور ہم اسے بروزِ قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ میرے رب! مجھے تُو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا؟ حالانکہ مَیں تو دیکھتا بھالتا تھا۔ (جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا، تُو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تو آج تُو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔ ہم ایسا ہی بدلہ ہر اُس شخص کو دیا کرتے ہیں جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے، اور بیشک آخرت کا عذاب نہایت ہی سخت اور باقی رہنے والا ہے۔"

نکتہ: ان آیات سے معلوم ہوا کہ تمام انسان آیاتِ الٰہی اور احکامِ الٰہی کو ماننے کے پابند ہیں۔ وہ صوفیاء جو شرعِ محمدی کا مذاق اڑاتے ہیں، اس سے اعراض کرتے ہیں یا اس کی پابندی کرنا ضروری نہیں سمجھتے وہ اپنے انجام پر غور کریں۔

آسمانی ہدایت کا جو سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اب ہدایت کو پانے اور گمراہی سے بچنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے: "مَیں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے؛ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی کی سنت۔"

(مؤطا امام مالك، القدر، النهي عن القول بالقدر، ح:٣؛ مستدرك حاكم: ١/ ١٧١)

بعض احادیث میں 'ثقلین' (یعنی کتاب اللہ اور اہلِ بیت) کا تذکرہ ہوا ہے، کیونکہ اہلِ بیت کا طریقہ اور راستہ بھی قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی پر عمل کرنا تھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور اُن پر عمل کرنے کا طریقہ بھی خلفائے راشدین، دیگر صحابہ اور اہلِ بیت کے عمل سے معلوم ہوتا ہے اس لیے ان کا ذکر بھی بعض احادیث میں کر دیا گیا ہے، نیز اس سے سبیل المومنین کی پاسداری بھی ہوتی ہے۔

③ مستقبل کے خطرے کو خوف کہا جاتا ہے۔ حزن سرور (خوشی) کا متضاد ہے۔ ہدایت کے پیروکاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان پر خوف نہیں ہوگا اور نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ غمگین ہوں گے۔ یہ مقام تمام مومنین صادقین کو حاصل ہوگا۔

﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں خوف وحزن کی نفی کی گئی ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ دنیا میں اہلِ ایمان کو غیر مومنوں کی بہ نسبت زیادہ خوف وحزن کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کون آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا:

((اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ))

(ترمذی، الزهد، ما جاء فی الصبر علی البلاء، ح:۲۳۹۸؛ابن ماجة، الفتن، الصبر علی البلاء، ح:٤٠٢٣؛دارمی، الرقاق، فی اشد الناس بلاء، ح:۲۸۲۵)

''انبیاء، پھر وہ جو اُن کے بعد (سب سے افضل) ہوں اور پھر جو اُن کے بعد (زیادہ ایمان والے) ہیں۔''

اور پھر یہ بات بھی ہے کہ مومن کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ عبادات کو کماحقہٗ ادا کر سکے لہٰذا اسے کمی کوتاہی کا خوف لاحق رہتا ہے۔ انجام کہیں برا نہ ہو جائے اس کا خوف بھی ہوتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کلام کے قرائن بتا رہے ہیں کہ اس سے آخرت میں خوف وحزن کی نفی مراد ہے نہ کہ دنیا میں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جب مومن جنت میں داخل ہوں گے تو کہیں گے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴾

(۳۵/ فاطر:۳٤)

''سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہم سے غم دُور کر دیا بے شک ہمارا رب تو بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔''

یعنی دنیا میں ہمیں خوف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو عزت وتکریم ہمیں عطا کی ہے، جو اب (جنت میں) مل گئی ہے، ہم اس سے کہیں محروم ہی نہ ہو جائیں، اب اللہ نے ہمارا خوف ختم کر دیا ہے۔ (دیکھیے کبیر)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ میں خوف کا تذکرہ پہلے کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں نظام الدین حسن نیشاپوری (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

''عدم خوف کو عدم حزن سے پہلے بیان کیا ہے کیونکہ حصول نعمت کی فکر پر زوال نعمت کا خوف مقدم ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے جو مکلف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اسے موت کے وقت، قبر میں، قبر سے اٹھتے وقت، محشر میں حاضری کے وقت، عمل نامے اڑائے جانے کے وقت، ترازو قائم کئے جانے کے وقت اور پل صراط پر خوف لاحق نہیں ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴾

(٤١/ حم السجدة: ٣٠)

''واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔''

بعض متکلمین نے کہا ہے کہ کفار، فساق اور مومنین سب کو قیامت کی ہولناکیوں کا سامنا کرنا پڑے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴾ (٢٢/ الحج:٢)

''جس دن تم اسے دیکھ لو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور آپ دیکھیں گے کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ درحقیقت وہ متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔''

﴿ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴾

(٧٣/ المزمل:١٧)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔"

﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ﴾ (۵/ المائدۃ: ۱۰۹)

"جس روز اللہ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا؟"

﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾

(۷/ الاعراف:۶)

"پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔"

اسی طرح وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے، اسی طرح حدیثِ شفاعت ہے، مشہور حدیث ہے کہ ہر نبی نفسی نفسی (بخاری، ح: ۳۳۴۰) جبکہ ہمارے نبی ﷺ أُمَّتِي أُمَّتِي (میری امت میری امت) کہیں گے۔

مَیں (نظام الدین) کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے تو جس سے اللہ تعالیٰ نے امن کا وعدہ کیا ہے وہ لامحالہ امن میں ہوگا مگر چونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے اس لئے اسے کلی امن کا اس وقت تک یقین نہیں آئے گا جب تک جنت میں داخل نہ ہو جائے..... یہ بات بھی ہے کہ اللہ کے جلال و عظمت سے ہر نیک و بد انسان ڈرا ہوا ہوگا۔ (غرائب القرآن)

امام رازی نے متکلمین کے اشکال کا جواب درج ذیل آیت کی روشنی میں دیا ہے:

﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ (۲۱/ الانبیاء: ۱۰۳)

"اُن (مومنوں) کو بڑی گھبراہٹ (بھی) غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، کہ یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے رہے۔"

﴿ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ ﴾ سب مخلوق کے بارے میں عام ہے جب کہ ﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ﴾ خاص ہے۔ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔ (کبیر)

مومنوں کے بارے میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ﴾

(۲۷/ النمل:۸۹)

''جو نیک عمل لائیں گے انہیں اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا [1] وہ جہنم والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ [2]

---

[1] انہوں نے اللہ کا کفر کیا، نہ تو انہوں نے اس کی ہدایت قبول کی اور نہ اس کی نازل شدہ کتابوں پر عمل کیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اہل جنت کے بیان میں کچھ کلام محذوف ہے جس کا اندازہ اہلِ جہنم کے بیان سے ہوتا ہے اور کچھ کلام اہل جہنم کے بیان میں محذوف ہے جس کا اندازہ اہل جنت کے بیان سے کیا جا سکتا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جنہوں نے اللہ کی ہدایت کی پیروی کی ان پر کوئی خوف وحزن نہیں ہوگا، وہ اہل جنت ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا اور تکذیب کی انہیں خوف وحزن لاحق ہوگا، یہ جہنمی ہیں۔ اس اسلوب کو علمِ بدیع میں احتباك کہتے ہیں۔ (قطف الازهار)

[2] جہنمی اس آگ کے ساتھ رہیں گے یعنی وہ آگ ان کے ساتھ چمٹی رہے گی، جدا نہیں ہوگی۔ دائمی جہنمی وہی ہوں گے جو ایمان سے محروم ہوں گے، انہیں نہ وہاں موت آئے گی اور نہ خوشگوار زندگی ملے گی البتہ بعض موحد، متبع سنت لوگوں کو اُن کی خطاؤں کی وجہ سے عارضی طور پر جہنم میں ڈالا جائے گا بعض ایسے جہنمی جل جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے پھر شفاعت کی وجہ سے نکال لئے جائیں گے۔

(مسلم، الايمان، اثبات الشفاعة، ح: ١٨٥)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝

اولادِ یعقوب! (1) میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی ہے (2) اور تم میرا عہد پورا کرو، (3) مَیں تمہارا عہد پورا کروں گا (4) اور مجھ ہی سے ڈرو۔ (5)

---

(1) **بنی اسرائیل:** اسرائیل کا معنی عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہے۔ قرآن میں یعقوب علیہ السلام کا نام اسرائیل بھی آیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ﴾ (۳/ آل عمرٰن: ۹۳)

"تورات کے نزول سے پہلے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے جس چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اس کے سوا تمام کھانے بنی اسرائیل پر حلال تھے، آپ فرمائیں کہ اگر تم سچے ہو تو تورات لے آؤ اور پڑھ سناؤ۔"

یعقوب علیہ السلام جب سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے نذر مانی کہ مجھے اللہ تعالیٰ شفا دے گا تو مَیں کھانے پینے کی سب سے پیاری چیز چھوڑ دوں گا، جب شفایاب ہو گئے تو انہوں نے اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا۔ (مسند احمد: ۱/ ۲۷۸، ٤/ ۳۱۲)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اسرائیل کے معنی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عبرانی زبان میں اسرا سے عبد جبکہ ایل سے اللہ مراد ہے۔ (قرطبی: ۱/ ۳۷۱)

بنی اسرائیل سے مراد یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہے۔ ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر بنی اسرائیل سے ہوئے۔ یوسف علیہ السلام بنی اسرائیل کے پہلے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام اُن کے آخری نبی ہیں۔ بنی اسرائیل صرف موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہیں ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ان کی نسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے یہودا کی اولاد کو بنی اسرائیل کے علاوہ یہود بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی نسل چونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ ہوئی تھی اس لئے ان کے لئے یہود کا لفظ زیادہ استعمال ہونے لگا۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ لفظ بنی اسرائیل کا استعمال متروک ہوتا چلا گیا۔ عصرِ حاضر میں تقریباً سب بنی اسرائیل کو یہود (Jews) کہا جانے لگا ہے البتہ قرآنِ مجید نے ان کے لئے بنی اسرائیل اور یہود دونوں الفاظ استعمال کئے ہیں۔

2 میری ان نعمتوں کا شکر ادا کرو جو میں نے رسولوں کے مبعوث کرنے، کتابیں نازل کرنے اور فرعونوں سے نجات دینے وغیرہ کی شکل میں تم پر کی ہیں۔ بنی اسرائیل پر اللہ نے بہت زیادہ انعامات کئے۔ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان نعمتوں کو یاد دلایا جاتا ہے جو قدرت کاملہ کی بڑی بڑی نشانیاں تھیں مثلاً پتھروں سے نہروں کو جاری کرنا، من وسلویٰ اتارنا، فرعونیوں سے آزاد کرنا۔ انہی میں سے انبیاء و رسل کو مبعوث کرنا، انہیں بادشاہی اور سلطنت عطا کرنا وغیرہ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲۱)

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے دینی حکومت اور دنیوی سیاست مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴾

(٤/ النساء: ٥٤)

''ہم نے تو آلِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی اور بڑی سلطنت بھی عطا کی۔''

(تفسیر القرآن بکلام الرحمن)

نکتہ: آیت ۴۰ سے لے کر آیت ۱۴۷ تک بنی اسرائیل پر کیے جانے والے دس انعامات، ان کی دس بدعملیاں اور انہیں دی جانے والی دس سزاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

﴿ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ﴾ سے زمانۂ ماضی میں بنی اسرائیل پر کی جانے والی نعمتیں مراد ہیں۔ ﴿ عَلَيْكُمْ ﴾ میں اگرچہ عہدِ رسالت کے بنی اسرائیل کا بیان ہے مگر اس سے مراد اُن کے آباء واجداد ہیں اور یہ کلامِ عرب کے مطابق ہے۔ عرب جب ھزمناکم یوم کذا (ہم نے تمہیں فلاں معرکے میں شکست دی تھی) کہتے تو اِس سے مراد ھزم اباؤنا اباء کم ہوتا ہے یعنی ہمارے آباء واجداد نے تمہارے آباء واجداد کو شکست دی۔ (قطف الازھار)

3 اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ سے مراد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کا عہد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو اُن سے تورات میں کیا گیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس عہد سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل سے لئے جانے والے بہت سے عہود و مواثیق کا تذکرہ ہوا ہے۔ چند مقامات درج ذیل ہیں:

(i) ﴿ إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۗ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ﴾

(۲/ البقرة:۸۳)

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اسی طرح قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا، لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور تم منہ موڑنے والے تھے۔''

(ii) ﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴾ (۳/ آل عمرٰن: ۱۸۷)

''اور جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے لوگوں سے بیان کرتے رہو اور چھپاؤ نہیں، پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا، ان کا یہ بیوپار بہت بُرا ہے۔''

(iii) ﴿ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ..... ﴾

(۵/ المائدة: ۱۲)

''اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا کہ مَیں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز کی پابندی کرو گے، زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ کو قرضِ حسن دیتے رہو گے.....''

(iv) ﴿ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ﴾ (۷/ الاعراف: ۱۶۹)

''کیا ان پر کتاب کا عہد لازم نہیں کیا گیا تھا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور انہوں نے جو کچھ اس میں ہے پڑھا ہے۔''

اس سے اگلی آیت کے بعد فرمایا:

﴿ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾

(۷/ الاعراف: ۱۷۱)

''جو کچھ مَیں نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد رکھو تا کہ تم بچ جاؤ۔''

4 مَیں نے تمہیں جزاء دینے کی جو ضمانت دی ہے مَیں اسے پورا کروں گا۔ اللہ کے عہد کو پورا کرنے کی جزاء کو بھی مجازاً عہد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے برائی کی سزا کو برائی کہا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ﴾ (۴۲/ الشوریٰ: ۴۰)

''اور کا بدلہ اسی جیسی برائی (تکلیف) ہے۔''

عہد پورا کرنے کی جزاء کو اللہ نے مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ ایک مقام یہ ہے:

﴿ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾

(۵/ المائدۃ: ۱۲)

''مَیں تم سے تمہارے گناہ ضرور دُور کروں گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔''

اہلِ کتاب کے ایمان لانے والے لوگوں کو دوہرا اَجر عطا کیا جائے گا، ایک اجر موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے بنی اسرائیل کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کرنے کا اور دوسرا اجر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد رسول اللہ ﷺ، جو اولاد اسماعیل میں امی نبی ہیں، کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کرنے کا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

((اِذَا اَدَّبَ الرَّجُلُ اَمَتَهٗ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَ عَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ ،وَ اِذَا اٰمَنَ بِعِيْسٰى ثُمَّ اٰمَنَ بِيْ فَلَهٗ اَجْرَانِ ، وَالْعَبْدُ اِذَا اتَّقٰى رَبَّهٗ وَ اَطَاعَ مَوَالِيَهٗ فَلَهٗ اَجْرَانِ))

(بخاری، الأنبیاء، قولہ عزوجل: ﴿يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ .....﴾، ح: ٣٤٤٦)

''جب کوئی شخص اپنی لونڈی کو بہترین آداب سکھائے، اور بہترین (یعنی دینی) تعلیم دلوائے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اس کے لئے دُگنا اجر ہے، اور وہ شخص جو عیسیٰ پر ایمان لائے پھر مجھ پر ایمان لے آئے اس کے لیے دُگنا اَجر ہے، ایک وہ شخص جو اپنے رب کا ڈر رکھتا ہے اور اپنے آقا کی بھی اطاعت کرتا ہے، اس کے لئے بھی دوہرا اَجر ہے۔''

5 الـــرهبة سے مراد شدتِ خوف ہے۔ اپنے دلوں میں میرا خوف رکھو اور میرے علاوہ کسی سے نہ ڈرو۔ یہاں غیر اللہ سے ڈرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یعنی میرے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴾ (١٦/ النحل: ٥٢)

''تو کیا تم غیر اللہ سے ڈرتے ہو؟'' (تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن)

یہاں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ خوف و تقویٰ مومن کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عہد شکنی سے باز رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد پر قائم رہنے والے لوگ ہی سیدھے راستے پر قائم رہ سکتے ہیں جبکہ دیگر لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾

(٥/ المائدة: ١٢)

''جو تم میں سے اس (عہد) کے بعد منکر ہوگا وہی سیدھی راہ سے بھٹکے گا۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۠ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝

اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے، 1 جو اُس کی (بھی) تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، 2 تم سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو 3 اور میری آیات کو 4 تھوڑی قیمت پر مت بیچو 5 اور مجھ سے ہی ڈرو۔

---

1 **قرآن پر ایمان:** یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص حکم دیا ہے کہ جس کے بغیر اُن کا ایمان پورا نہیں ہوتا اور نہ اس کے بغیر ایمان صحیح ہوسکتا ہے۔

﴿ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ ﴾ سے مراد قرآن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل کیا، پھر لوگوں کو حکم دیا کہ اس پر ایمان لائیں اور اس کی پیروی کریں، اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اس ہستی پر بھی ایمان لائیں جس پر قرآن اتارا گیا ہے۔

(تیسیر الکریم الرحمٰن)

قرآن پر ایمان لانا بھی شرطِ ایمان ہے، اس کے بغیر کوئی شخص بھی مومن نہیں ہوسکتا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا بھرپور اعلان کرتا ہے۔ قرآن پر جو کوئی ایمان لائے گا وہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا ضرور قائل ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائے بغیر بھی نجات نہیں ہوسکتی۔

2 اس سے مراد تورات اور نبیوں کی بیان کردہ خبریں ہیں جن سے قرآن موافقت کرتا ہے اور اس حق کی مطابقت کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ﴾ کے الفاظ سے قرآن پر ایمان لانے کے محرک کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، اگر وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو ان کے اپنے پیغمبروں اور کتب کی بھی تکذیب ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے انبیاء و رسل اور الہامی کتابوں نے نبی اکرم ﷺ کی صفات اور بشارات بیان کی ہیں۔

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ﴾ سے موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی شریعتِ حقہ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصدیق کرنا مراد ہے۔ نہ کہ اس بات کی تصدیق جو انبیاء کی توہین، بلکہ شانِ الٰہ کے بھی خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ (٥/ المائدة: ٤٨)

''اور ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی جامع ونگران بھی ہے، لہٰذا آپ ان کے فیصلے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق ہی کریں۔''

(تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن)

تورات اور انجیل کی وہ آیات جن میں تحریف کر دی گئی ہے یا اہلِ کتاب نے اپنی طرف سے خود شامل کی ہیں وہ درحقیقت تورات وانجیل ہی نہیں ہیں، لہٰذا قرآن ان محرف اور من گھڑت آیات کی تصدیق نہیں کرتا۔

پہلی الہامی کتب کے بعض احکام کو منسوخ کر دینا تصدیق کے خلاف نہیں کیونکہ قرآن کی آیات بھی بعض دوسری قرآنی آیات کو منسوخ کرتی ہیں۔

3 تم سب سے پہلے کفر کرنے والے نہ بنو۔ تمہارا تو یہ فرض بنتا ہے کہ تم سب سے پہلے اس کی تصدیق کرنے والے بن جاؤ۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اَوَّلَ كَافِرٍ سے مراد بنی اسرائیل کے اولین منکرین ہیں کیونکہ کفار قریش بھی انکار اور کفر کر چکے تھے۔ لہٰذا بنی اسرائیل کا انکار اہلِ کتاب میں سے پہلی جماعت کا انکار تھا اس لئے انہیں اَوَّلَ كَافِرٍ کہا گیا۔'' (تفسیر ابن کثیر: ١/ ٢٢٢)

﴿ أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ﴾ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس (قرآن کریم) کا انکار کرنے میں کس قدر جلدی مچا رہے تھے، انہیں جو کچھ کرنا چاہیے تھا انہوں نے بالکل اس کے الٹ کیا۔ لہٰذا وہ خود اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان (کے گناہوں) کا بھی جنہوں نے ان کے بعد ان کی پیروی کی۔ (تیسیر الکریم الرحمٰن)

4 آیات سے مراد اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی ہیں۔

5 بہت سے یہودی علماء کا وطیرہ تھا کہ وہ دنیوی مفادات کی خاطر احکامِ الٰہی کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلتے، چھپاتے اور نظر انداز کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ ﴾

(۲/ البقرۃ:۱۷۴۔۱۷۵)

''جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ ان سے بات بھی نہ کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خرید لیا ہے، یہ لوگ کس قدر آگ کا عذاب برداشت کرنے والے ہیں!''

اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا تھا کہ وہ حق نہیں چھپائیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝ ﴾ (۳/ اٰل عمرٰن:۱۸۷)

''اور اللہ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ ان کا یہ بیوپار بہت بُرا ہے۔''

میری آیات کے بدلے تھوڑا مول نہ لو یعنی دنیا کے بدلے، جو قلیل اور فانی ہے، میری آیات پر ایمان لانا اور میرے رسول کی تصدیق کرنا نہ چھوڑو، اگرچہ دنیا ساری کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساری بھی مل جائے تو بھی وہ آخرت کے مقابلے میں تھوڑی، بہت تھوڑی ہے اور یہ خود اُن کی کتابوں میں موجود ہے۔(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲۲)

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ﴾ (٤/ النساء: ٧٧)

''دنیا کا فائدہ (سامان) تو بہت تھوڑا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴾ (۱۳/ الرعد: ۲٦)

''اور دنیوی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا فائدہ ہے۔''

تھوڑی قیمت سے مراد وہ دنیوی فائدے ہیں جن کی خاطر یہ لوگ اللہ کے احکام اور اس کی ہدایات کو رد کر رہے تھے۔ حق فروشی کے معاوضے میں خواہ انسان دنیا بھر کی دولت لے لے، بہر حال وہ تھوڑی قیمت ہی ہے کیونکہ حق یقیناً اس سے گراں تر چیز ہے۔

(تفہیم القرآن)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو، (1) اور حق کو مت چھپاؤ جبکہ تم جانتے ہو (2)

---

(1) **حق و باطل کا اختلاط**: اللہ تعالیٰ انہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ وہ اس کے دینِ حق میں باطل کی ملاوٹ کریں تاکہ لوگوں کی سوچ اور فکر میں باطل کی آمیزش کریں اور ادیان کو بگاڑ دیں۔

تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ سے مراد اُن کا تورات میں اس چیز کا لکھنا ہے جو اُس میں نہیں ہے۔ (نکات القرآن)

(2) اللہ کے نازل کردہ دلائل، جن کی تبلیغ کو اُس نے ان پر لازم قرار دیا ہے اور انہیں کھول کر بیان کرنے کا اُن سے عہد لیا ہے، ان کو چھپانے سے منع کیا گیا ہے۔ ان دلائل و براہین میں سے وہ پیش گوئیاں بھی ہیں جو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں کی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور تمہاری کتابوں میں ان کے بارے میں جو پیش گوئیاں ہیں تم انہیں بھی جانتے ہو۔

یہودی علم رکھنے کے باوجود حق کو چھپا لیتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بابت جو پیش گوئیاں وہ اپنی کتابوں میں پاتے تھے، انہیں چھپا لیا کرتے تھے۔

﴿وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ کے بارے میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''محمد ﷺ سچے رسول ہیں اور تمہارا کفر محض ضد کی بنا پر ہے جو کچھ لوگ جانتے تھے انہیں اس کے چھپانے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر حکم عدولی کرنے والا جہالت و لاعلمی میں گناہ کرنے والے سے بڑھ کر گناہ گار ہے۔'' (قرطبی ۱/ ۳۸۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو [1] اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ [2]

---

[1] اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھیں، زکوٰۃ دیں اور امتِ محمدی کے ساتھ رکوع سجود میں شامل رہا کریں، انہیں میں مل جائیں اور خود بھی آپ ہی کی امت بن جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲۴)

اس آیت کی تفسیر میں شیخ عبدالرحمٰن سعدی لکھتے ہیں:

نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو، رسولوں پر ایمان اور اس کی آیات پر ایمان کے ساتھ جب تم یہ عمل کرو گے تو تم ظاہری اور باطنی اعمال جمع کر لو گے۔ اس میں معبود کے ساتھ اخلاص اور اس کے بندوں کے ساتھ احسان بھی ہوگا۔ قلبی، بدنی اور مالی اعمال سب جمع ہو جائیں گے۔ (تیسیر الکریم الرحمٰن)

نماز بدنی جبکہ زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور خشوع اندرونی عمل ہے۔ یہ تینوں اعمال بنی اسرائیل کی حالت کے بہت مناسب تھے، اس لئے خصوصی طور پر یہاں ان کا تذکرہ کیا، کیونکہ نماز سے ان کی حبِ جاہ جبکہ زکوٰۃ سے حبِ مال کم ہوگی، دلی تواضع سے حسد وغیرہ میں کمی آئے گی، یہی امراض ان میں زیادہ تھیں۔

[2] **نماز باجماعت کی شرعی حیثیت:** 'رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو' سے مراد یہ ہے کہ اچھے اعمال میں ایمانداروں کا ساتھ دو اور ان میں بہترین چیز نماز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲۴)

یہ بات کئی مفسرین نے لکھی ہے کہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں ہوتا جبکہ محقق علماء نے اسے غلط قرار دیا ہے۔ یہود کی نماز میں رکوع کے بارے میں ڈاکٹر احمد بن محمد حمادی لکھتے ہیں:

اس کے بارے میں مجھے کوئی دلیل نہیں ملی، بلکہ بعض علماء وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے درجِ ذیل فرمان سے اس کی تردید کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ۝ ﴾

(۳/ اٰل عمرٰن: ۴۳)

’’مریم! اپنے پروردگار کی فرمانبردار رہنا، سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر تم بھی رکوع کرو۔‘‘ (قطف الازهار، حاشیه)

جمہور کا موقف ہے کہ یہ (جماعت کے ساتھ شامل ہونا) سنت مؤکدہ ہے جس کی رغبت دلائی گئی ہے۔ یہ واجب نہیں۔ جبکہ بہت سے علماء نے نماز با جماعت کو واجب قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اکثر علماء نے نماز با جماعت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۲٤)

احادیث میں نماز با جماعت کے تارک کے لیے سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ لِیُحْطَبَ، ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلَاةِ فَیُؤَذَّنَ لَهَا، ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ یَجِدُ عِرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ)) (بخاری، الاذان، وجوب صلاة الجماعة، ح: ٦٤٤)

’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کے لئے کہوں، اس کے لئے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرائے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز با جماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھی قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھر ہی مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لئے مسجد میں ضرور حاضر ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں۔"

اس حدیث کی شرح میں مولانا داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس حدیث سے نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جس قدر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ الفاظِ حدیث سے ظاہر ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارکینِ جماعت کے لئے ان کے گھروں کو آگ لگانے تک کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اسی لئے جن علماء نے نماز کو جماعت کے ساتھ فرض قرار دیا ہے یہ حدیث ان کی اہم دلیل ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

والحديث استدل به القائلون بوجوب صلٰوة الجماعة لانها لوكانت سنة لم يهدد تاركها بالتحريق

یعنی اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو نماز باجماعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اگر یہ محض سنت ہوتی تو اس کے چھوڑنے والے کو آگ میں جلانے کی دھمکی نہ دی جاتی۔

بعض علماء اس کے وجوب کے قائل نہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تنبیہ جن لوگوں کو فرمائی تھی، وہ منافق لوگ تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والذى يظهر لى ان الحديث ورد فى المنافقين لقوله صلى الله عليه وسلم فى صدر الحديث ((اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ)) ولقوله صلى الله عليه وسلم: ((لَوْيَعْلَمُوْنَ)) الخ" لان هذا الوصف يليق بهم لابالمؤمنين لكن المراد نفاق المعصية لانفاق الكفر الخ

"میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ حدیثِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خالص منافقین کے بارے میں ہے۔ شروع کے الفاظ صاف ہیں کہ سب سے زیادہ بھاری نماز منافقین پر عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ ((لَوْيَعْلَمُوْنَ)) الخ یعنی اگر وہ ان نمازوں کا ثواب باجماعت پڑھنے کا جان لیتے تو ..... آخر تک۔ پس یہ بری عادت اہل ایمان کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔ یہ خالص اہل نفاق ہی کا شیوہ ہو سکتا ہے۔ یہاں نفاق سے مراد نفاقِ معصیت ہے نفاقِ کفر مراد نہیں ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہر حال جمہور علماء نے نماز باجماعت کو سنت قرار دیا ہے ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نماز باجماعت کی اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ زیادہ فضیلت بتلائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ جماعت سے باہر بھی نماز ہو سکتی ہے مگر ثواب میں وہ اس قدر کم ہے کہ اس کے مقابلہ پر جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

فاعدل الاقوال اقربها الى الصواب ان الجماعة من السنن المؤكدة التى لايخل بملازمتها ما امكن لا محروم مشئوم

(نیل، جزء: ۳/ ص: ۱۳۷)

''یعنی درست تر قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز ادا کرنا سنن مؤکدہ سے ہے۔ ایسی سنت کہ امکانی طاقت میں اس سے وہی شخص تساہل برت سکتا ہے جو انتہائی بد بخت بلکہ منحوس ہے۔''

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت واجب ہے جیسا کہ منعقدہ باب سے ظاہر ہے۔ اسی لئے مولانا مرزا حیرت مرحوم فرماتے ہیں کہ ان المحققين ذهبوا الى وجوبها والحق احق بالاتباع۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مختلف طرق سے روایت کی گئی ہے جس میں الفاظ کی کمی بیشی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت میں منافقین کا ذکر صریح لفظوں میں نہیں ہے دوسری روایت میں منافقین کا ذکر صراحتاً آیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ (ص: ۶۱۰-۶۱۱)

نماز باجماعت کی شدید تاکید کے باوجود شارع علیہ السلام نے بعض معقول عذروں کی بنا پر ترک جماعت کی اجازت بھی دی ہے، کسی عذر کی بنا پر نماز اگر جماعت کے ساتھ نہ بھی ادا کی گئی ہو تو بھی نماز صحیح ہوگی مثلاً شدید بھوک کی حالت میں کھانا سامنے آجائے تو پہلے کھانا کھالینا چاہیے۔ اسی طرح جماعت کے وقت کسی کو بول و براز کی حاجت لاحق ہو جائے تو پہلے اس سے فارغ ہو پھر نماز ادا کرے، اگر آدمی سو رہا تھا اور جماعت کے وقت اس کی آنکھ نہیں کھل سکی تو جب بیدار ہو نماز ادا کر لے، آدمی بیمار ہو یا کسی بڑے نقصان کا خطرہ ہو یا بارش ہو جائے اور راستے میں کیچڑ وغیرہ ہو تو نماز گھر میں ادا کی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اس سلسلے میں بعض تفصیلات کے لئے دیکھیے بخاری، الاذان، الرخصة فی المطر والعلة ان یصلی فی رحله، ح: ٦٦٦، ٦٦٧، هل یصلی الامام بمن حضر وهل یخطب یوم الجمعة فی المطر؟ ح ٦٦٨، اذا حضر الطعام واقیمت الصلاة، ح: ٦٧١، ٦٧٢، ٦٧٣، ٦٧٤)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو (1) حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں؟ (2)

---

(1) **خود فراموشی:** بر سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا، اللہ کے عہد کو پورا کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ البر کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴿۱۷۷﴾ ﴾

(۲/ البقرۃ:۱۷۷)

''ساری اچھائی مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ درحقیقت اچھا وہ شخص ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔''

﴿ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو چھوڑ دیتے ہو اور اپنے آپ کو نیکی کی تلقین نہیں کرتے جو کہ بہت ہی قبیح حرکت ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیک اعمال نہ کرنا قبیح حرکت ہے، لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنا کسی بھی اعتبار سے قبیح نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اچھی چیز کا حکم دینے پر ان کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ خود نہ کرنے پر مذمت کی گئی ہے۔ اچھی بات کہنا تو خود اچھائی ہے۔ بلکہ یہ تو واجب ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان کو خود بھی عمل کرنا چاہیے جیسے شعیب علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ ﴾

(۱۱/ ھود:۸۸)

"میں ایسا نہیں ہوں کہ تمہیں جس کام سے روکوں وہ خود کروں، میرا ارادہ تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کا ہے، میری توفیق تو صرف اللہ کی مدد سے ہے۔ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور میری رغبت اور رجوع بھی اسی کی طرف ہے۔"

لہٰذا نیک کاموں کے کرنے کے لئے کہنا بھی واجب ہے اور خود کرنا بھی واجب۔ صحیح یہی ہے کہ بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور خود بھی بھلائی کرے اور برائی سے رکے۔ اگر دونوں چھوڑے گا تو دوہرا گنہگار ہوگا ایک کے ترک پر اکہرا۔ (ابن کثیر: ۱/ ۲۲۵)

ان دونوں کاموں کے ترک پر احادیث میں بہت سی وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

حدیثِ نبوی ہے:

قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگانے لگے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کرتا ہے۔ جہنم میں ڈالے جانے والے اس کے قریب آ کر جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہتے تھے؟ اور کیا تم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ کہے گا: جی ہاں، میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ بُرے کام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تمہیں منع بھی کرتا تھا لیکن خود وہی کام کیا کرتا تھا۔

(بخاری، بدء الخلق، صفة النار وأنها مخلوقة، ح:۳۲٦۷)

امر بالمعروف کا ترک اور نسیان النفس (اپنے آپ کو بھول جانا) دونوں گناہ ہیں۔ ایک گناہ کے ارتکاب پر دوسرے گناہ کا ارتکاب کر لینا کوئی عقلمندی نہیں۔

اگر بنی اسرائیل عقلمندی سے کام لیتے تو وہ ان تمام بھلائیوں کو حاصل کرتے جن کی تلقین وہ دوسروں کو کیا کرتے تھے۔

بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر انسان کسی نیک عمل میں سستی کا مظاہرہ کر رہا ہو تو اسی عمل کی تلقین دوسروں کو کرنے سے اس کی سُستی دُور ہو جاتی ہے۔ اس لئے امر بالمعروف کرتے رہنا چاہیے اور بدعملی کو دُور کرنے کی فکر بھی کرنی چاہیے۔

2 اگر تم حاملینِ حجت اور اہل علم میں سے نہیں ہو اور نہ تم اللہ کی کتابیں پڑھنے والے ہو تب بھی محض عقل کی بنا پر تم اس (نیکی چھوڑنے) سے بچ سکتے ہو، تم نے علم کے تقاضے کو پورا کرنے میں کوتاہی تو کی ہی تھی عقل کا تقاضا پورا کرنے میں کیونکر کوتاہی کی ہے؟ (کم از کم عقل سے ہی کام لیتے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَي الْخٰشِعِيْنَ ۝

اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو [1] اور بے شک وہ (نماز) بہت گراں ہے۔ [2] مگر اُن پر (نہیں) جو عاجزی کرنے والے ہیں۔ [3]

---

[1] **اللہ کی مدد کا حصول:** اپنے آپ کو خواہشات سے روک کر اور اطاعت گزاری کے کاموں پر لگا کر اللہ کی مدد حاصل کرو۔ نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو کہ وہ تمہاری اس پر مدد کرے کہ تم محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر جم جاؤ۔ صبر وغیرہ تو محض مدد کے حصول کا ذریعہ ہیں جبکہ مدد صرف اللہ سے مانگی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ﴾ (۱/ الفاتحة:۵)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔''

نوٹ: صبر کی تین بنیادی اقسام ہیں؛ نافرمانی سے بچنے پر صبر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر اور مصیبت پر صبر۔ تفصیل کے لیے دیکھیے امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب طریق الهجرتین وباب السعادتین (اردو ترجمہ و تلخیص از راقم الحروف)

[2] جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا اور اس کی اطاعت کرنے سے تکبر کرتا ہے اس کے لئے یہ تنگی کا باعث ہے۔

نماز برائی اور بے حیائی سے بچانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ نماز کے ذریعے اللہ کی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ نبی ﷺ کو جب کوئی معاملہ مشکل اور غم میں ڈال دیتا تو آپ نماز پڑھنے لگتے۔

(ابو داؤد، الصلوة، وقت قيام النبي من الليل، ح:۱۳۱۹؛ مسند احمد: ٤/ ٣٣٣)

غزوہ خندق کے موقعہ پر رات کے وقت جب حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو نماز میں پایا۔ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کی رات مَیں نے دیکھا کہ سب لوگ سو گئے ہیں جبکہ اللہ کے رسول ﷺ ساری رات نماز میں مشغول رہے۔ آپ صبح تک نماز اور دعا میں لگے رہے۔ (مسند احمد: ۱/ ۱۳۸، ۲/ ۳۶۳)

[3] اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی عظمت کی وجہ سے عاجزی اختیار کر لیتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور اس پر مطمئن ہو چکے ہوتے ہیں۔ صبر اور نماز کی پابندی ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ (ابن کثیر) جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ إِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ ﴾ سے مراد یہ ہے مصیبت کے وقت نماز کے ذریعے مدد مانگنا دشوار ہے۔ (تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن) مگر ﴿ الْخَاشِعِينَ ﴾ پر دشوار نہیں جیسا کہ استثناء سے ظاہر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۝

جو یقین کرتے ہیں کہ وہ یقیناً اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یقیناً وہ اسی کی جانب پلٹنے والے ہیں۔ ❶

---

❶ **آخرت پر ایمان لانے والے** : وہ انہیں ان (کے اعمال) کا صلہ دے گا بلکہ اپنے فضل سے مزید بھی عطا کرے گا۔ اقامتِ صلاۃ ان کے لئے مشکل نہیں بلکہ ترکِ صلاۃ ان پر گراں گزرتی ہے۔ جب تک وہ نماز ادا نہ کرلیں انہیں سکون نہیں ملتا۔ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ حصہ اللہ کا خوف رکھنے والی جماعت کا ہے یعنی قرآن کے ماننے والے، سچے مومن، کانپنے والے، متواضع، اطاعت کی طرف جھکنے والے اور وعدے وعید کو سچا ماننے والے اس وصف سے موصوف ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر: ۱/ ۲۳۱)

یہ وہ لوگ ہیں جو اِس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں نیز وہ روزِ جزاء پر اِیمان لاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى۝ ﴾

(۹۲/ اللیل:۵۔۷)

”تو وہ جس نے (مال) عطا کیا اور (نافرمانی سے) بچا اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا تو ہم اسے آسان راستے کے لئے سہولت دیں گے۔“

ظن کا معنیٰ گمان بھی ہوتا ہے اور یقین بھی، سیاق وسباق اور موضوع کلام سے اس کے معنیٰ کا تعین ہو جاتا ہے۔ مقامِ مدح پر ظن یقین کا معنیٰ دیتا ہے، آیت زیر بحث ﴿ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ ﴾ میں ظن کا معنیٰ یقین ہے۔ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر القرآن العظیم: ۱/ ۲۳۱) لکھتے ہیں:

ظن یقین کے معنیٰ میں عرب شعراء کے شعروں میں بھی آیا ہے، خود قرآن میں ہے:

﴿ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا ﴾ (۱۸/ الکھف:۵۳)

”گنہگار جہنم کو دیکھ کر یقین کرلیں گے کہ اب ہم اس میں جھونک دیے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے۔"

یہاں بھی ظن یقین کے معنیٰ میں ہے، بلکہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن میں ایسی جگہ ظن کا لفظ یقین اور علم کے معنی میں ہے، ابو عالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، قرآن میں دوسری جگہ ہے:

﴿ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ۝ ﴾ (٦٩/ الحاقة: ٢٠)

"مجھے یقین تھا کہ مجھے حساب سے دوچار ہونا ہے۔"

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک گنہگار بندے سے اللہ فرمائے گا:

"کیا مَیں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیے تھے؟ کیا تجھے طرح طرح کی نعمتیں نہیں دی تھیں؟ کیا تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے تھے؟ کیا تجھے راحت و آرام، کھانا پینا مَیں نے نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا: ہاں پروردگار یہ سب کچھ دیا تھا۔ پھر کیا تیرا علم و یقین اس بات پر نہ تھا کہ تُو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں، اسے نہیں مانتا تھا۔ (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) تُو جس طرح مجھے بھول گیا تھا آج مَیں بھی تجھے بھلا دوں گا۔"

(مسلم، الزهد، الدنيا سجن المؤمن، ح: ٢٩٦٨)

اس حدیث میں بھی لفظ ظن کا ہے اور یقین کے معنیٰ میں ہے۔

﴿ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ﴾ کا معنی ہے کہ انہیں اِس صبر اور نماز پر اپنے رب کے پاس سے اجر و ثواب ملے گا، اور ﴿ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ ﴾ سے مراد ہے کہ وہ لوگ بعث بعد الموت کا یقین کرنے والے ہیں، لہٰذا اِس آیت کا سارا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو بعث بعد الموت اور موعود اجر و ثواب کے حصول کا یقین ہے۔ (نكات القرآن، ص: ١٥ـ١٦)

قرآن مجید کے دیگر مقامات پر نماز کی پابندی کرنے والوں کی یہی صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (نہ کہ محض گمان)، مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾ (٦٩/ الحاقة: ٢٠)

"اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو مَیں نے تم پر کی [1] اور یقیناً مَیں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی۔ [2]

---

[1] جب وہ نعمتیں تمہارے ذہن میں ہیں تو اُن کے حق کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ اور ایمان لے آؤ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر احسان کیا ہے۔

نعمت کی یاد دہانی کی تاکید کی خاطر اللہ نے بنی اسرائیل کو دوبارہ مخاطب کیا اور ایک بہت بڑی نعمت کا تذکرہ کیا اور وہ یہ کہ انہیں اُن کے اپنے زمانے کے لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی۔

[2] **افضل ترین امت:** اَلْعٰلَمِيْنَ سے ان کے زمانے کے عٰلَمِيْنَ مراد ہیں، بنی اسرائیل پر اللہ نے یہ احسان کیا کہ ان میں انبیاء و رسل مبعوث کئے۔ مگر یہ تب کی بات ہے جب وہ اللہ کے مبعوث کردہ رسولوں پر ایمان رکھتے تھے۔ کیونکہ بنی اسرائیل کو جو فضیلت عطا ہوئی وہ اس زمانے کے لوگوں پر تھی۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل کے آباء و اجداد پر جو نعمتِ الٰہی انعام کی گئی تھی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان میں سے رسول ہوئے، ان پر کتابیں اتریں، انہیں ان کے زمانے کے دوسرے لوگوں پر مرتبہ دیا گیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (٤٤/ الدخان:٣٢)

''انہیں ان کے زمانے کے (اور لوگوں پر) ہم نے علم میں فضیلت دی۔''

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

(٥/ المائدة:٢٠)

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: میری قوم! تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر انعام کی گئی ہے، تم میں اس نے انبیاء پیدا کئے، تمہیں بادشاہ بنایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ کچھ دیا جو تمام زمانے کو نہیں دیا۔"

تمام لوگوں پر فضیلت ملنے سے مراد اُن کے زمانے کے تمام اور لوگ ہیں، اس لئے کہ امتِ محمدی ان سے یقیناً افضل ہے، اس امت کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ ﴾

(۳/ اٰل عمرٰن: ۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے بنائی گئی ہو، تم بھلائی کا حکم کرنے والے اور برائی سے روکنے والے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔" (ابن کثیر: ۱/ ۲۳۲)

یہ اِس اُمت کی عمومی فضیلت ہے، جبکہ خیر القرون کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ))

(بخاری، الشهادات، لایشهد علی شهادة جور اذا اشهد، ح: ۲۶۵۲)

"سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جو اُن سے ملیں گے، پھر وہ جو اُن سے ملیں گے۔"

جن پر اللہ نے بنی اسرائیل کو فضیلت دی تھی وہ انہی کے زمانے کے لوگ تھے۔ بعد والوں کو ﴿ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾ کے بیان میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جب اللہ نے بنی اسرائیل کو بادشاہتیں دیں اور ان میں انبیاء مبعوث کئے تو اس وقت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی امت موجود نہیں تھی۔ اس لئے اس امت سے انہیں افضل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بعثتِ محمدی کے بعد بنی اسرائیل کو ﴿ مَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ﴾ قرار دیا گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اگر بنی اسرائیل آپ ﷺ پر ایمان نہ لائیں تو وہ جہنمی ہوں گے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص بھی مومن کہلوانے کا حقدار نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَایَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ یَهُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ))

(مسلم، الایمان، وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ ..... ح:۱۵۳)

''اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت میں جو شخص بھی، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، میرے متعلق سنے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ جہنمی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی کسی دوسرے کا کچھ بھی بدلہ نہ ہو سکے گا، 1 نہ اس کی شفاعت (اور سفارش) مانی جائے گی، 2 نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا 3 اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی۔ 4

---

1 **ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمے دار ہے**: اس سے مراد قیامت کا دن ہے یعنی اس دن کے عذاب سے ڈرو کہ جس دن کوئی کسی کی طرف سے حق کی ادائیگی نہیں کرے گا۔ ﴿لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا﴾ کا مطلب بیان کرتے ہوئے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک شخص کا کسی دوسرے کے گناہ کے سبب مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا اور اس سے کسی چیز کا ازالہ نہیں کیا جائے گا۔ (لَّا تَجْزِيْ: وہ کفایت نہیں کرے گا۔) حدیثِ عمر میں ہے:

((اِذَا اَجْرَيْتَ الْمَاءَ عَلَى الْمَاءِ جَزٰى عَنْكَ))

''جب آپ پیشاب کے اوپر پانی بہا دیں تو یہ تمہاری طرف سے کافی ہو جائے گا۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین پر پڑے ہوئے پیشاب کے اوپر پانی ڈال دیا جائے اور وہ اس پر بہنے لگے تو جگہ پاک ہو جاتی ہے، اس جگہ کو دھونے اور کپڑے وغیرہ سے صاف کرنے کی، جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں، ضرورت نہیں۔ حدیث میں ابو بردہ بن نیار کے بارے میں قربانی کے سلسلے میں یہ الفاظ ہیں:

((لَنْ تُجْزٰى عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ)) (مسلم، ح:۱۹۶۱)

''تیرے بعد یہ (جزعہ) کسی کی طرف سے بھی کفایت نہیں کرے گا۔''

(قرطبی: ۱/ ۴۲۰)

ملحوظہ: عید سے پہلے قربانی کرنے کے بعد ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جزعہ (کھیرا) جانور موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نمازِ عید سے پہلے کی جانے والی قربانی کو کالعدم قرار

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے کر انہیں حکم دیا کہ وہ نمازِ عید کے بعد دوسری قربانی کریں۔ ان کے پاس صرف کھیرا جانور تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: تمہاری طرف سے کفایت کر جائے گا مگر تمہارے بعد کسی اور کے لئے کھیرا جانور کافی نہیں ہوگا۔ یعنی دیگر لوگوں کے لئے جائز نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے کھیرے بکرے کی قربانی کرنے کی اجازت مخصوص تھی۔

زیرِ بحث آیت سے معلوم ہوا کہ روزِ قیامت کوئی شخص کسی کو چھڑانے کے لئے خود کو اس کی جگہ پیش نہیں کرے گا اور نہ اس کا کوئی بوجھ ہی ہلکا کرے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ﴾ (۳۱/ لقمٰن:۳۳)

''لوگو! اپنے رب کا خوف کھاؤ اور اس دن سے ڈرو جس دن باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔''

آیت کا مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت کوئی شخص کسی کا قائم مقام نہیں ہوگا اور نہ اس پر پڑنے والے کسی بوجھ کو اُٹھائے گا بلکہ اس سلسلے میں آدمی اپنے بھائی اور ماں باپ سے دُور بھاگے گا۔ اس نیابت کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت کرنے والے کی اطاعت نافرمان کے ذمے کسی واجب کی ادائیگی شمار نہیں ہوگی جبکہ دنیا میں یہ نیابت بھی ہو سکتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے کسی رشتے دار اور دوست کا قرض ادا کر دیتا ہے اور اس کا بوجھ اٹھا لیتا ہے، مگر روزِ قیامت حقوق کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعے ہوگی۔ (کبیر)

دوسرے مسلمانوں کی حق تلفی کرنے والا نیکیاں دے کر اس کی تلافی کرے گا۔ جیسا کہ حدیثِ مفلس وغیرہ میں ہے۔

2 اسلام کا تصور شفاعت: اگرچہ وہ کسی ایسے شفاعت کرنے والے کو پیش کرے جو اللہ سے سفارش کرے۔

کافر و مشرک کے حق میں کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴾ (۴۰/ المؤمن:۱۸)

''ظالموں (مشرکوں) کا کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا کہ جس کی بات تسلیم کی جائے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روزِ قیامت مشرکین کہیں گے:

﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝ ﴾

(٢٦/ الشعراء: ١٠٠-١٠١)

''اب نہ تو ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والا ہے اور نہ کوئی دلی دوست۔''

کفر کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

﴿ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۝ ﴾ (٦/ الانعام: ٧٠)

''اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی مددگار اور نہ شفاعت کرنے والا ہی ہوگا۔''

کفار و مشرکین کو کسی سفارش کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝ ﴾ (٧٤/ المدثر: ٤٨)

''شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں فائدہ نہ دے گی۔''

ایک اور مقام پر ہے:

﴿ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ ﴾ (٢/ البقرة: ١٢٣)

''اسے کوئی سفارش نفع نہ دے گی۔''

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ایمان کے بغیر سفارش اور شفاعت کا آسرا بیکار ہے۔''

قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۝ ﴾ (٢/ البقرة: ٢٥٤)

''جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی، نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی شفاعت۔''

(ابن کثیر: ١/ ٢٣٣)

البتہ اہلِ ایمان کو روزِ قیامت شفاعت کا فائدہ ہوگا۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا ﴾ کے بارے میں مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس نفس سے ہر شخص نہیں بلکہ کافر مراد ہے۔ (قرطبی: ١/ ٤٢٢)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ مجید اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ گار اہلِ ایمان اور اہلِ توحید کے حق میں شفاعت قبول ہوگی۔ اس شفاعت کو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے مشروط کیا گیا ہے آیات ملاحظہ ہوں:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (۲/ البقرۃ:۲۵۵)

''کون ہے جو اُس کے پاس اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔''

﴿ وَلَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی ﴾ (۲۱/ الانبیاء:۲۸)

''وہ (فرشتے) اسی کے لئے سفارش کرتے ہیں جسے وہ پسند کرے۔''

﴿ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ﴾ (۱۰/ یونس:۳)

''کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہوگا مگر اس کی اجازت کے بعد۔''

﴿ لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴾

(۱۹/ مریم:۸۷)

''وہ سفارش کے مالک نہ ہوں گے مگر جس نے رحمٰن کے ہاں کوئی وعدہ لے لیا۔''

﴿ یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ (۲۰/ طٰہٰ:۱۰۹)

''اس دن سفارش نفع نہ دے گی مگر جس کے لئے رحمٰن اجازت دے اور جس کے لئے بات کرنے کو پسند کرے۔''

﴿ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ (۳۴/ سبا:۲۳)

''اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لئے وہ اجازت دے۔''

﴿ وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴾ (۴۳/ الزخرف:۸۶)

''اور جنہیں یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کی شہادت دیں اور وہ جانتے ہیں۔''

﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰۤی ﴾ (۵۳/ النجم:۲۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لئے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔''

اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر چونکہ کوئی شخص سفارش نہیں کر سکے گا، اس لیے فرمایا:

﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ﴾

(۳۹/ الزمر:٤٤)

''کہہ دیجیے کہ شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔''

کفار و مشرکین کے لیے تو شفاعت نہیں ہوگی البتہ مومنوں کی (اذنِ الٰہی سے) شفاعت ہوگی اور انہیں اس کا فائدہ بھی ہوگا، جیسا کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''مجھے شفاعت دی گئی ہے۔''

(بخاری، الصلوۃ، قول النبی ﷺ: جعلت لی الارض مسجدا و طهورا، ح:٤٣٨)

شفاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''مَیں (سفارش کے لیے) اپنے رب سے اجازت لوں گا، مجھے اجازت مل جائے گی۔ جب مَیں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا، اللہ جب تک چاہے گا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ پھر مجھے کہا جائے گا کہ اپنا سر اُٹھائیں اور سوال کریں، آپ کو وہ چیز عطا کر دی جائے گی جس کا آپ سوال کریں گے، کہیے، آپ کی بات سنی جائے گی، سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ تب مَیں اپنا سر اُٹھاؤں گا۔ مَیں اللہ کی تعریف ان الفاظ میں کروں گا جن کی تعلیم اللہ مجھے اسی وقت دے گا اور پھر مَیں سفارش کروں گا، اللہ میرے لیے ایک حد مقرر کر دے گا تو مَیں ان لوگوں کو (سفارش کر کے) جنت میں داخل کراؤں گا۔''

(بخاری، التفسیر، قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا﴾، ح:٤٤٧٦)

③ فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا: اس سے مراد مال یا اہل و اولاد کو فدیہ میں دینا ہے۔ اس مسئلے کی وضاحت بہت سی آیات میں کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ ﴾ (۲/ البقرة:۱۲۳)

''اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔''

﴿ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ﴾ (٦/ الانعام:۷۰)

''اگر وہ ہر قسم کا فدیہ بھی دے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔''

﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾

(۵۷/ الحدید:۱۵)

''آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا۔''

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ﴾ (۳/ آل عمرٰن:۹۱)

''جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہونے کی حالت میں ہی مر گئے ان کے کسی ایک سے (بھی) زمین بھرنے کے برابر سونا قبول نہیں کیا جائے گا خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔''

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ﴾ (۵/ المائدة:۳٦)

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ان کے پاس ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ روزِ قیامت کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو اُن سے قبول نہ کیا جائے گا۔''

(اسی طرح کی دیگر آیات کے لئے یونس:٥٤، الرعد:۱۸ اور الزمر:٤٧ کا مطالعہ کیجیے۔)

مجرم روزِ قیامت یہ چاہے گا کہ وہ اعزہ و اقارب کو فدیے میں دے کر عذاب سے بچ جائے مگر ایسا نہیں ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَأَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا ﴾ (۷۰/ المعارج:۱۱-۱۵)

''مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے بیٹوں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی، بھائی، اپنے خاندان کو، جو اُسے جگہ دیا کرتا تھا، اور سب زمین والوں کو فدیے میں دے کر اپنے آپ کو بچالے، ہرگز نہیں۔"

4 اللہ کی پکڑ سے کوئی نہیں چھڑا سکتا: کوئی یہ طاقت نہیں رکھتا ہوگا کہ ان کی مدد کر کے انہیں اللہ کے عذاب سے نجات دلائے۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اس کی پکڑ سے مجرموں کو کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ قرآن میں ہے:

﴿ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ ﴾ (۲۳/ المومنون:۸۸)

"اس کی پکڑ سے نجات دینے والا کوئی نہیں۔"

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴾

(۸۹/ الفجر:۲۵۔۲۶)

"اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔"

اللہ تعالیٰ جہنمیوں سے پوچھیں گے:

﴿ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۝ ﴾

(۳۷/ الصّٰفّٰت:۲۵)

"تمہیں کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ہو؟ بلکہ وہ آج گردن جھکائے تابع فرمان بنے کھڑے ہیں۔"

ایک اور آیت میں ہے:

﴿ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ ﴾ (۴۶/ الاحقاف:۲۸)

"ان لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنہیں انہوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اللہ کے سوا معبود بنالیا، بلکہ وہ تو اُن سے غائب ہو گئے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی [1] جو تمہیں بُرا عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو بُری طرح ذبح کرتے [2] جبکہ تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے [3] اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔ [4]

---

[1] **فراعنہ مصر**: قدیم مصر کے ہر بادشاہ کا نام (لقب) فرعون تھا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''مصر کے جتنے بادشاہ عمالیق وغیرہ کفار میں سے ہوئے تھے ان سب کو فرعون کہا جاتا تھا جیسے کہ روم کے کافر بادشاہ کو قیصر، فارس کے کافر بادشاہ کو کسریٰ، یمن کے کافر بادشاہ کو تبع، حبشہ کے کافر بادشاہ کو نجاشی اور ہندوستان کے کافر بادشاہ کو بطلیموس۔ موسیٰ علیہ السلام کو جس فرعون سے پالا پڑا اُس کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا..... اس کی کنیت ابو مرہ تھی۔ اصل میں اصطخر کے فارسیوں کی نسل سے تھا۔ (ابن کثیر: ۱/ ۲۳۵)

نوٹ: لفظ فرعون قرآنِ مجید میں ۷۴ مرتبہ آیا ہے۔

[2] وہ تمہیں سخت عذاب چکھاتے تھے، اس عذاب کی تفسیر آیت کے الفاظ ﴿ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ﴾ سے کی گئی ہے۔

یہ بُرا عذاب بنی اسرائیل کے بیٹوں کو بے دردی سے ذبح کرنا تھا۔ یہاں ﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ کے بعد ﴿ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ﴾ کے الفاظ ہیں جبکہ سورہ ابراھیم میں ﴿ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ﴾ کے الفاظ ہیں، جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ بنی اسرائیل کو متفرق عذابوں اور ذبح ابناء سے نجات دلائی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس سورت (ابراھیم) میں ﴿ وَيُذَبِّحُوْنَ ﴾ واؤ کے ساتھ آیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب فرمانِ الٰہی ﴿ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ﴾ کو ﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ کی تفسیر بنایا گیا تو واؤ کی ضرورت نہ رہی (جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی زیرِ بحث آیت میں ہے۔) البتہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ذبح کے علاوہ تمام مشقت طلب اعمال کو ﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾ کی تفسیر قرار دیا گیا اور ذبح ابناء کو سوء العذاب کے علاوہ ایک دوسری چیز کے طور پر ذکر کیا گیا تو واؤ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ (کبیر)

3 وہ عورتوں کو قیدِ حیات میں رکھتے تاکہ وہ (عورتیں) ان کی خدمت کریں اور محنت ومشقت کریں۔ فرعون نے بیٹے ذبح کرنے اور بیٹیاں زندہ رہنے دینے کا حکم دیا۔ بنی اسرائیل کی آبادی میں اضافہ فرعون کے لیے تشویشناک تھا لہٰذا اُس نے اپنی حکومت بچانے کی خاطر بے شمار بچے قتل کروا دیے مگر جو بچہ بڑا ہو کر اُس کی حکومت کے خاتمے اور اس کی ہلاکت کا باعث بننا تھا وہ اسے قتل نہ کروا سکا، وہ اسے بھی قتل کروانا چاہتا تھا مگر اپنی بیوی کی بات مان کر اُس کی پرورش کرنے لگا۔ عصرِ حاضر کے فرعون اور کفار بھی اپنے اقتدار کی خاطر بچوں کو قتل کروانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، نیز وہ مسلمانوں کی آبادی میں اضافے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں جبکہ اپنی آبادی بڑھانے کے لیے طرح طرح کی ترغیبات دے رہے ہیں، نومولود بچوں کے وظائف مقرر کیے جا رہے ہیں، مگر اُنہیں اس میں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ فرانس، جاپان وغیرہ ممالک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

4 اس مذکورہ شر میں اور اللہ نے انہیں جو مال دیا ہے اس میں ان کے لئے آزمائش تھی۔ بَلَاءٌ سے مراد ابتلاء و امتحان ہے۔ لہٰذا تم اپنے رب کا شکر ادا کرنے والے اور اطاعت کرنے والے بن جاؤ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا چیر دیا، تمہیں تو بچالیا [1] اور فرعونیوں کو غرق کر دیا [2] جبکہ تم (یہ منظر) دیکھ رہے تھے۔ [3]

---

[1] ہم نے دریا کو تمہارے لئے پھاڑ دیا حتیٰ کہ وہ تمہارے لئے خشک ہو گیا کہ تم اس کی زمین پر چل سکتے تھے۔ ہم نے تمہیں ڈوبنے سے بچالیا۔ دریا سے مراد بحرِ قلزم ہے جو کہ سوئٹزرلینڈ میں ہے۔ قرآن میں اس بحر (بحرِ قلزم) کے پھٹنے کا کئی مقام پر تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ ﴾ (۲۰/ طٰہٰ:۷۷)

''اور یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو رات کو لے جائیں اور ان کے لئے دریا میں خشک راستہ بنائیں، نہ آپ پکڑے جانے سے خوف کھائیں گے اور نہ ڈریں گے۔''

یہ سمندر شق ہو کر دو بڑے پہاڑوں کی مانند ہو گیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾ (۲۶/ الشعراء: ۶۳)

''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی دریا پر ماریں، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔''

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دریا پھٹ گیا تھا اور دونوں طرف کا پانی دو بڑے پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ دونوں اطراف کا پانی یوں علیحدہ علیحدہ ہو گیا کہ ان کے درمیان خشک راستہ بن گیا۔ یہ محض اتفاقی واقعہ نہیں اور نہ یہ مدوجزر کا چڑھنا اترنا ہی تھا بلکہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرتِ کاملہ سے ہوا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے احسان کے طور پر بیان کیا ہے۔ اگر یہ دریا کا اتفاقاً اترنا چڑھنا ہوتا تو اس کا تذکرہ اس طور پر نہ کیا جاتا۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دریا میں خشک راستہ بنانے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا بھی عمل دخل تھا نہ کہ محض اتفاق، جیسا کہ بعض منکرینِ معجزات کو وہم ہوا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ واضح رہے کہ اللہ علام الغیوب نے دریا پھاڑ کر راستہ بنایا حالانکہ وہ اس پر بھی قادر تھا کہ دریا کے پانی کو جما کر سخت کر دیتا مگر دریں صورت امکان تھا کہ فرعونی اسے جادو سمجھتے ہوئے دریا میں داخل نہ ہوتے، نیز اگر پانی کو منجمد کر کے سخت کر دیا جاتا تو منکرینِ معجزات یہ کہہ کر اسے سپر نیچرل (خرقِ عادت) ماننے سے انکار کر دیتے کہ پانی نیچر کے مطابق سردی کی وجہ سے جم گیا تھا جیسا کہ عموماً پہاڑوں میں ہوتا ہے۔

(مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شقِ بحر کو پوری شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ طالبانِ تفصیل تفسیر ثنائی کے متعلقہ مقام کا مطالعہ کر لیں۔)

بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تھے اور ہر قبیلے میں پچاس ہزار لوگ۔ اس طرح ان کی کل تعداد چھ لاکھ بنتی تھی جبکہ قبطیوں کی تعداد بارہ لاکھ تھی جو کہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ (کبیر)

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے نجات عطا کی جبکہ تمام فرعونیوں کو غرق کر دیا۔ امام قرطبی ﴿ إِذْ نَجَّيْنَاكُمْ ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس میں مخاطب موجود لوگوں کو کیا گیا جبکہ اس سے مراد اُن کے گزرے ہوئے آباء واجداد ہیں۔ اسی نوعیت کا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴾ (٦٩/ الحاقة:١١)

''جب پانی طغیانی پر آیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کیا۔''

مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہارے باپ دادا کو سوار کیا۔ (قرطبی ١/ ٤٢٤)

ظالموں کی غرقابی: ہم نے فرعون اور اس کے پیروکاروں کو ڈبو دیا۔ اٰلِ فِرْعَوْنَ سے مراد فرعون کی قوم، اس کے پیروکار اور اس کے ہم مذہب لوگ ہیں۔ اسی طرح آلِ رسول ﷺ سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عہدِ نبوی میں یا دیگر سب زمانوں میں آپ کے دین وملت پر ہو، خواہ وہ آپ کے نسب سے ہو یا نہ ہو۔ جو آپ کے دین اور ملت پر نہ ہو وہ آپ کی آل اور اہل میں سے نہیں ہے اگرچہ وہ آپ کے نسب سے اور آپ کا رشتہ دار ہو جبکہ روافض کا موقف اس کے برعکس ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی آل سے صرف فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ ہمارے موقف کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ﴾ (٢/ البقرة: ٥٠؛ ٨/ الانفال:٥٤)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے آلِ فرعون کو غرق کر دیا۔''

﴿ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ ﴾ (٤٠/ المؤمن:٤٦)

''آلِ فرعون کو سخت عذاب میں داخل کرو۔''

یہاں آل سے فرعون کے مذہب کے پیروکار مراد ہیں کیونکہ اس کا کوئی بیٹا تھا نہ بیٹی، نہ باپ (موجود) نہ چچا، نیز اس کا کوئی بھائی بھی نہیں تھا اور نہ باپ کے ناطے سے رشتہ دار ہی تھا۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص مومن اور موحد نہ ہو وہ آلِ محمد ﷺ میں سے نہیں ہے اگرچہ وہ آپ کا رشتے دار ہو، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ابولہب اور ابوجہل دونوں آپ کی آل اور اہل میں سے نہیں ہیں۔ اگرچہ ان میں اور نبی ﷺ میں قرابت موجود تھی اور یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ﴾ (١١/ هود:٤٦)

''وہ آپ کے اہل میں سے نہیں ہے یقیناً اس کے کام خراب ہیں۔''

(قرطبی ١/ ٤٢٤)

آل کی اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ فرعون کے پیروکاروں کو غرق کر دیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ غرق ہونے والی آلِ فرعون میں وہ خود بھی شامل تھا۔ آیات ملاحظہ کریں:

﴿ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ ﴾

(٢٦/ الشعراء: ٦٥-٦٦)

''اور ہم نے موسیٰ اور ان سب لوگوں کو، جو اُن کے ساتھ تھے، بچا لیا اور پھر دوسروں کو غرق کر دیا۔''

﴿ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ﴾ (٤٣/ الزخرف:٥٥)

''پھر جب انہوں نے ہمیں غضب ناک کر دیا تو ہم نے انہیں سزا دی، ہم نے ان سب کو (یعنی پوری قوم کو) غرق کر دیا۔''

﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ ﴾ (٧/ الاعراف: ١٣٦)

''یوں ہم نے ان سے انتقام لیا، ہم نے ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا، اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان سے بے پرواتھے۔"

﴿ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۝ ﴾ (٤٤/ الدخان:٢٤)

"یقیناً وہ (فرعونی) لشکر غرق ہونے والا ہے۔"

﴿ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ۝ ﴾ (١٧/ بنی اسراء یل:١٠٢۔١٠٣)

"(موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) فرعون! یقیناً میں تجھے شامت زدہ شخص سمجھتا ہوں، فرعون نے انہیں اس سرزمین سے اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کرلیا تو ہم نے اسے اور ان سب لوگوں کو، جو اُس کے ساتھ تھے، غرق کردیا۔"

﴿ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ ﴾ (١٠/ یونس:٩٠)

"حتیٰ کہ جب ڈوبنے لگا تو وہ (فرعون) بولا، اس ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔"

فرعونیوں کی غرقابی کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے سورۃ الشعراء (آیات:٥٢۔٦٧)

3 اس منظر کے بارے میں حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ماننے والے دریا میں بننے والے راستے سے گزر گئے۔ انہیں اس طرح پار اترتا دیکھ کر فرعون اور فرعونی افواج نے بھی اپنے گھوڑے اسی راستے پر ڈال دیے، جب تمام کے تمام اس میں داخل ہو گئے تو پانی کو باہم مل جانے کا حکم ہوا، پانی کے ملتے ہی سب کے سب ڈوب مرے، بنی اسرائیل نے قدرتِ الٰہی کا یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دریا کے کنارے کھڑے ہو کر دیکھا جس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ اپنی آزادی اور فرعون کی بربادی ان کے لئے خوشی کا سبب بنی۔ (ابن کثیر)

یومِ عاشوراء کا روزہ: فرعون اور فرعونی جب غرق ہوئے تو محرم کی دس تاریخ یعنی یومِ عاشوراء تھا۔ لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا۔ عہدِ جاہلیت میں قریش بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے تعلق کی بنا پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دن کا روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ وہ اس دن کا روزہ رکھیں۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:

یہودی یومِ عاشوراء کو عید کا دن سمجھتے اور اپنی عورتوں کو اِس دن زیور اور زَرق برق کا لباس پہناتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اس کا روزہ ہی رکھا کرو۔'' (مسلم، ح:۱۱۳۱)

معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب کی یادگار میں بھی ان کی مشابہت سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ بھنگڑا ڈالو بلکہ فرمایا کہ تم روزہ رکھو۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مَیں زندہ رہا تو ان شاء اللہ آئندہ سال ضرور نو محرم کا روزہ رکھوں گا (مگر آئندہ سال سے پہلے ہی) آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ تاہم یہ فضیلت کہ عاشوراء کا روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں صرف یومِ عاشوراء کے روزے کی ہے۔

لہٰذا نو اور دس دونوں دنوں کا روزہ رکھنے سے سب احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ احادیث میں ظاہری تضاد بھی ختم ہو جائے گا نیز یہود سے مشابہت بھی باقی نہیں رہے گی۔

(تفصیل کے لئے دیکھیے: بخاری، الصوم، صیام یوم عاشوراء؛ مسلم، الصیام ایضًا؛ الترمذی، الصوم: ۷۵۲، ۷۵۳؛ ابوداؤد، الصیام، فی صوم یوم عاشوراء، ما روی ان عاشوراء الیوم التاسع، فی فضل صومه؛ ابن ماجة، ایضا، صیام یوم عاشورا؛ تفسیر قرطبی)

نوٹ: یومِ عاشورہ کے روزے کے بارے میں مفتیانِ کرام کے فتاویٰ جات اور علمائے عظام کی آراء جاننے کے لیے ہماری کتاب 'فتاویٰ افکارِ اسلامی' کا مطالعہ کیجیے۔

مؤلف کی تحریری کاوشیں

① شوقِ عمل، ارکانِ اسلام کی ترغیب، قرآنِ مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں (مطبوع)

② سیاحتِ امت المعروف بہ شوقِ جہاد، قرآن اور معتبر احادیث کی روشنی میں (مطبوع)

③ مظلوم صحابیات رضی اللہ عنہن (مطبوع) ④ فتاویٰ افکارِ اسلامی (مطبوع)

⑤ خوش نصیبی کی راہیں (طریق الهجرتین..... از امام ابن قیم کا ترجمہ اور تلخیص وتعلیق) (مطبوع)

⑥ جہنم اور جہنمیوں کے احوال (النار حالها واحوال اهلها کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)

⑦ جنت میں خواتین کے لیے انعامات (احوال النساء فی الجنة کا ترجمہ وتعلیق) (مطبوع)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑧ غسل، وضو اور نماز کا طریقہ، مع قرآنی دعائیں اور اذکار (الوضوء والغسل والصلاۃ از شیخ محمد بن صالح العثیمین کا ترجمہ و تعلیق) (مطبوع)

⑨ بدعات کا انسائیکلو پیڈیا (قاموس البدع کا ترجمہ و استدراک) (مطبوع)

⑩ مقامِ قرآن (تالیف: میاں انوار اللہ رراقم الحروف) (مطبوع)

⑪ انسان اور قرآن (تالیف: میاں انوار اللہ رراقم الحروف) (زیرِ طبع)

⑫ علوم اسلامیہ (نصابی کتاب) (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی رراقم الحروف) (مطبوع)

⑬ اسلامی تعلیمات (نصابی کتاب) (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی رراقم الحروف) (مطبوع)

⑭ سجدۂ تلاوت کے احکام اور آیاتِ سجدہ کا پیغام (زیرِ طبع)

⑮ تفسیر معارف البیان (الفاتحہ، البقرہ: ۱-۵۰) (مطبوع)

⑯ تفسیر میں عربی لغت سے استدلال کا منہج (علومِ اسلامی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ (زیرِ طبع)

⑰ صداقت نبوتِ محمدی (دلائل النبوۃ از ڈاکٹر معتذ بن محمود القار کا ترجمہ و تعلیق) (زیرِ طبع)

⑱ اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات اور اعمال و آداب، شرح اربعین نووی (زیرِ طبع)

⑲ فرقہ پرستی کے اسباب اور ان کا حل (الافترق۔ اسبابها و علاجها کا ترجمہ و تعلیق) (زیرِ طبع)

⑳ دنیا ڈھلتی چھاؤں (الدنیا ظل زائل کا ترجمہ) (زیرِ طبع)

㉑ التأثیر الاسلامی فی شعر حالی الأردی (عربی زبان و ادب میں مقالہ برائے ایم اے/ایم فل) (عربی) (زیرِ طبع)

نظر ثانی شدہ کتب

① صحیح ابن خزیمہ (اردو ترجمہ و شرح) ② مشکوٰۃ المصابیح (اردو ترجمہ)

③ المسند فی عذاب القبر از مولانا محمد ارشد کمال

④ حدیث اور خدامِ حدیث از میاں انوار اللہ ⑤ الاسماء الحسنیٰ از میاں انوار اللہ

⑥ ذکر اللہ کے فوائد از پروفیسر عنایت اللہ مدنی

⑦ عذاب قبر قرآن کی روشنی میں از مولانا محمد ارشد کمال

⑧ حقانیت اسلام از پروفیسر محمد انس

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تفسير

معارف البيان